

آپریشن بلیوسٹار

1984

طارق اسماعیل شاہ

آپریشن بلیوسٹار

طارق اسماعیل ساگر

فون اردو ڈاٹ کام

سیونٹھ سکائی پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ، الحمد مارکیٹ، 40- اردو بازار، لاہور فون: 7223584

غیرت اور حریت کی ناقابل فراموش مثال سنت جرنیل سنگھ جی
خالصہ بھندرنوالے کی نذر جو مر کر کروڑوں مقہور اور مظلوم انسانوں کو باوقار
زندگی جینے کا درس دے گئے۔

چوں کار از ہا حیات در گذشت
حلال است بردن بہ شمشیر دست
(گورو گوہندہ سنگھ جی مہاراج)

عرض مصنف

1978ء کے اوائل میں بھارتی پنجاب کے سابق ایم۔ ایل۔ اے (ممبر لیجسلیٹو اسمبلی) اور ممتاز سیاستدان سردار زیندہ سنگھ بھلہیر کی کتاب ”سکھوں کے لئے ہندو اچھے یا مسلمان“ مجھے ایک بزرگ دوست کے ہاں دیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ کتاب اردو زبان میں پنجابی تھی اور شاید پٹیالہ سے شائع کی گئی تھی۔ یہی کتاب تحریک خالصتان سے میری دلچسپی کا باعث بنی۔

میری والدہ مہاجر اور والد مقامی ہیں۔ اپنی والدہ اور دوسرے بزرگوں سے میں نے اس سے پہلے 1947ء میں تقسیم ہند پر سکھوں کی طرف سے مسلمانوں پر اڑھائے جانے والے لرزہ خیز مظالم کی وہ کہانیاں سنی تھیں کہ الامان الحفیظ! میں سوچتا تھا دنیا میں کوئی ایسی بے رحم قوم بھی ہو سکتی ہے جو اپنے سینکڑوں سال کے ہمسایوں کے ساتھ محض اس بنیاد پر کہ ان کا مذہب الگ ہے اس طرح کے بہیمانہ ظلم ڈھائے۔ شاید ان لوگوں کا تعلق انسانوں کے قبیلے سے ہو ہی نہیں سکتا۔

لیکن سردار زیندہ سنگھ بھلہیر کی کتاب ”سکھوں کے لئے ہندو اچھے یا مسلمان“ پڑھ کر میں کم از کم یہ ضرور سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ جو اندازے میں نے قائم کر لئے ہیں وہ تمام کے تمام سو فیصد صحیح نہیں۔ سکھ بھی انسان ہیں اور پامنائی کی سیاست کے اس انداز میں شکار ہوئے جس طرح قوم پرست مسلمان ہوئے تھے جنہوں نے مسلم لیگ کی مخالفت کی۔ قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ یہ الگ بات ہے کہ جب پاکستان بن گیا تو پھر انہی لوگوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے ہاتھ خوب دھوئے بلکہ دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں نے یہ بھی دیکھا اور سنا کہ وہ تحریک پاکستان کے داعی بن کر بیٹھ گئے.....!!

اس سے بڑا تاریخی فراڈ کیا ہو سکتا تھا کہ تحریک پاکستان کے مخالفین نے تحریک پاکستان کے جانثاروں کا لبادہ اوڑھ لیا۔

لیکن.....

جس تاریخی وجہ اندلی کا شکار پاکستانی مسلمان ہو رہے ہیں بہت عرصہ پہلے سکھ بھی اس شکار ہو گئے تھے۔

یہ قہادہ پہلا اثر جو میں نے قائم کیا۔

برہمن ازم کے مسلسل مطالعے تجربے اور مشاہدے کے بعد پھر یہ بات میرے ایمان کا

شاہ محمد علی خان سوئی ہوئی
جہیزی کرے گا خالصتہ میاں
(شان نامہ)

قصہ جتنی چلی گئی اور میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوا کہ برہمن کے پاس اور کوئی طاقت ہو یا تو وہ انسان کو گمراہ ضرور کر سکتا ہے۔

میری دانست میں برہمن ازم کو اس سے زیادہ بہترین خراج تحسین پیش نہیں کیا جاسکتا۔ مروجہ بھارتی سیاست کا امام کوٹلیہ تھا جو خود کو بڑے فخر سے "چانکیہ" کہلاتا تھا اور "چانکیہ" لفظ کا مطلب ہے مکار یا ایسا پالاک جو دعائاری میں مہارت رکھتا ہو۔ اس لقب یا تخلص پر کوٹلیہ کو بڑا فخر تھا "ارتھ شاستر" اور "منوجی سمرتی" کی شکل میں ہندو سیاست کے اساتذہ نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے ایسا "طریق سیاست" منضبط کر دیا ہے جو مروجہ سیاست میں کبھی برہمن کو مار سکتے ہیں دے گا۔

رلم شہرت یافتہ ماہر سیاست "نارنھراپ" نے میکیاوولی کی "دی پرنس" اور منوجی سمرتی کا موازنہ کرنے کے بعد کہا تھا کہ "دی پرنس" کی مثال "منوجی سمرتی" کے سامنے ایسی ہے جیسے کوئی چرواہا کسی سینے کو گود میں لے کر کھاتا ہو۔

ہمارے سادہ لوح عوام کو اس بات کا علم نہیں کہ آج بھی بھارتی سیاستدانوں کے نزدیک "منوجی سمرتی" اور "ارتھ شاستر" کو اہم مقام حاصل ہے جو ان کی "ڈرامائن" اور "گیتا" کو ہے۔ یہ بھی وہ صدیوں کی تربیت یافتہ اور سیاسی دائرے میں جانے والی قوم جس کو سکھوں کی لیڈر شپ نے اپنا دوست جان لیا تھا یا جتنے پر مجبور کر دیے تھے۔ اور وہ جو کسی نے کہا کہ

۔ اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں

اس دوستی کا انجام اتنا ہی بھیانک ہو سکتا ہے جتنا کہ مشاہدے میں آ رہا ہے جس کا ردنا آج سکھ دانشور رو رہا ہے۔

میں سردار نریندر سنگھ بھلیمر کی بات کر رہا تھا۔ جنہوں نے تقسیم ہندوستان کے بعد بھارت میں سکھوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا تفصیلی جائزہ لیا پھر ان الزامات کو دہرایا۔ ہندوؤں نے بڑی مکاری سے سکھوں کے دماغ میں مسلمانوں کے خلاف پیدا کئے اور آخر میں یہ رائے قائم کی کہ باغرض مسلمانوں کے خلاف لگائے جانے والے یہ الزامات ٹھیک بھی ہوں تب بھی مسلمانوں نے ہم پر اتنے ظلم نہیں کئے جتنے ہندوؤں کی طرف سے کئے گئے ہیں اور ثابت کیا کہ اگر ہندوؤں کے لگائے الزامات درست بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی مسلمان ہمارے لئے ہندوؤں سے بہتر حکمران تھے کہ کم از کم اس دور میں ہم خود پر فخر نہ جانے والے مظالم کے خلاف آواز تو بلند کر سکتے تھے۔

تاریخ شاید ہے کہ سیاسی اختلافات اور ہوس ملک گیر کی نے حکمرانوں کو ہمیشہ اندھا کئے رکھا اور انہوں نے اعزاز حاصل کرنے کے لئے نا جائز کو جائز اور سرام کو حلال بنایا۔۔۔۔۔!

یہ عمل کسی نہ کسی صورت آج بھی جاری و ساری ہے۔ کیا آج کی مہذب دنیا میں سیاست کے نام پر جرائم نہیں ہو رہے؟ کیا آج کا ترقی یافتہ انسان ہوس اقتدار میں اندھا ہو کر وہ کچھ نہیں کر سکتا جو شاید پتھر کے دور کا انسان بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ہندو کی چال بازیوں میں پھنسا سکھ و ددان یہ کیوں بھول گیا کہ مہاراجا رنجیت سنگھ نے اپنی سکھ شاہی کا آغاز ہی اپنی بیوہ ماں کے قتل سے کیا تھا جسے اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے مہاراجا نے اپنے ہاتھوں سے زہر دیا تھا۔

اپنی بیوہ ساس رانی سدا کو کو بہانے سے بلا کر قید کیا اور مرنے تک پھر وہ کبھی آزاد نہ ہو سکی۔ یہ وہی رانی سدا کو تھی جس نے ہر آڑے وقت میں مہاراجا رنجیت سنگھ کی مدد کی اور مہاراجا نے تمام دشمن اس کی مدد سے زیر کرنے کے بعد پھر اس سے بھی نصف ملاقہ طلب کر لیا انکار پر اسے قید کر کے قید میں مر جانے پر مجبور کر دیا۔

بندہ پیراگی جسے سکھ بندہ بہادر بھی کہتے ہیں مسلمانوں پر کس کس طرح قیامت ڈھاتا رہا اس سے متعلق مشہور سکھ سکا لگیانی گیاں سنگھ جی کا بیان ہے:

بال برودھ نہ ترن نبجائے
پھڑ پھڑ بندے قتل کرائے
ترکیناں کے پیٹوں بچے
بہ کڈھوائے نے تب کچے

(پنچ پرکاش صفحہ 272، سرام 27، چھاپہ پتھر)

ترجمہ: بندہ بہادر جی نے کوئی عورت اور بچہ نہ چھوڑا یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے شکم جاکر کے ان کے بچے نکلوائے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

پروفیسر رنجن سنگھ ایم ایس سی لکھتے ہیں۔
"سکھ تاریخ پر اگر کوئی سیاہ دھبہ ہے تو وہ بابا بندہ کے نپوانے کے مظالم ہیں۔" (رسالہ نوبیاں)

قیسٹن نومبر 1948ء)

انگریز دور حکومت نے یوں تو برصغیر کو بہت سی لعنتوں سے نوازا لیکن ان کے دور میں لکھی گئی

تاریخ جو انگریزی حکمرانوں کے ایما پر زور خرید مصنفین سے لکھوائی گئی اس دور کی بدترین یادگار ہے جسے "اتھاس" History کہنا تاریخ کو گالی دینے کے مترادف ہے۔

ان تاریخ نگاروں کا فضا پر مغیر میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو ایک دوسرے کے خلاف سرگرم عمل رکھنا اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت، بغض اور نداوت کے جذبات کو مہمیز لگانا تھا۔

اس تاریخ میں خصوصاً مسلمان حکمرانوں کو بدھ، تنقید بنایا گیا اور ان کے دور حکومت کی وہ گھناؤنی شکل پیش کی گئی کہ عام آدمی گمراہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں اور انگریزوں کے مابین اس جنگ کا ہندو سے زیادہ بہتر فائدہ اور کوئی اٹھا سکتا تھا جو پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف اذیت جہر کئے بیٹھے تھے۔ انہوں نے واقعات کو مزید بڑھا چڑھا کر اور مروجہ معالہ لگا کر پیش کیا اور برصغیر کی دوسری جنگجو اور بہادر قوم سکھوں کو اس حد تک گمراہ کر دیا کہ وہ سب کچھ بھولی بھلا کر مسلمانوں کے خلاف ہی صف آرا ہو گئے۔

مسلمان حکمرانوں کے خلاف سب سے بڑا الزام یہ لگایا گیا کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں بڑے بڑے ہندو معابد ڈھائے اور سکھوں کو بے وقوف بنانے کے لئے ان کی امانت کے غبارے میں یہ کہہ کر ہوا بھری گئی کہ ان کے گوروں نے ساری زندگی ہندوؤں کی خدایت میں مسلمانوں سے جنگ لڑی۔ اس طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ سکھوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے گوروں کی تعلیمات مانتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا ساتھ دیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ خود ہندوؤں کے مختلف فرقوں نے ایک دوسرے کے مندر اور مورتیاں برباد کیں۔ پنڈت دیانند جی اپنی مشہور و معروف کتاب بیتار تھ پر لکھتے ہیں:

"سوامی شکر اچاریہ نے دس برس تک تمام آریہ دھرم میں دورہ کر کے جیلیوں کے مست (دھرم) کا کھنڈن اور ویدک دھرم کا منڈن کیا۔ شکر اچاریہ کے دور حکومت میں جیلیوں کے بہت توڑے گئے۔ چنانچہ آج تک ان کے ٹوٹے اور سالم بت جو دریافت ہو رہے ہیں اس دور کی یادگار ہیں۔ اس زمانے میں جیلیوں نے ڈر کے مارے اپنے سالم بت زمین میں گاڑ دیئے تھے کہ توڑے نہ جائیں وہی اب تک بعض مقامات سے دریافت ہو رہے ہیں۔"

(بیتار تھ پرکاش سماں 11 صفحہ 375)

سکھوں نے اپنے دور حکومت میں مساجد اور مندر و دلوں مسمار کئے اس سلسلے میں درجنوں

مثالیں سکھ تاریخ نویسوں کی کتابوں سے بھی دی جا سکتی ہیں لیکن اس کی ضرورت اس لئے نہیں کہ کوئی عقل مند سکھ اس سے انکار نہیں کرے گا۔ اس سلسلے کی ایک بہترین مثال سکھ مذہب کی اصطلاح "مست گڑھ" ہے۔

"مست گڑھ" کا مطلب ہے وہ گوردوارہ جو کسی مسجد میں قائم کیا جائے یا کسی مسجد کو گوردوارہ کی شکل میں تبدیل کیا جائے جیسا کہ سردار بہادر کاہن سنگھ جی بتا رہے تھے ہیں۔

"مست گڑھ" وہ مسجد جہاں گوردوارہ صاحب کا پرکاش کیا گیا ہے۔

مسجد کی جگہ بتایا گیا گوردوارہ ہے۔

(مہان کوئی سنو 1127)

"مساجد جو سکھوں کے قبضہ میں آئیں اور جو گوردوارہ صاحب پرکاش کر کے دھرم سالہ بنائی گئیں۔ مست گڑھ کے نام سے مشہور ہوئیں۔"

(نورج بولے)

"مست گڑھ" مسجد میں نیا گوردوارہ۔

(خاصی بولے سنو 26)

☆☆☆

یہ بحث بھی ہو جائے گی کہ اقتدار ملنے پر کسی حد تک کوئی قوم یا کسی مذہب کے پیروکار دوسرے مذاہب سے متعلق اپنے نیک جذبات برقرار رکھ سکتے ہیں۔ جہاں تک مذہبی تعلیمات کا تعلق ہے تو ادیان عالم میں سے کوئی بھی دوسرے کی عبادت گاہ کو ڈھانے کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام نے خصوصاً اس ضمن میں اپنے پیروکاروں کو تاکید کی ہے اور سختی سے دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کو نہ صرف یہ کہ مسمار کرنے سے روکا ہے بلکہ حالت جنگ میں بھی انہیں "عافیت گاہیں" قرار دیا اور یہاں موجود دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو "پناہ" کا درجہ دیا گیا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنا نمبر ایک دشمن نامزد کر دیا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جہاں تک براہ راست ٹکراؤ کا تعلق ہے تو مسلمانوں کے بعد اگر کوئی دوسری قوم ان کے خلاف صف آرا ہوگی تو وہ سکھ ہوں گے ان سکھوں کو قابو کرنے کا اس سے بہترین طریقہ اور کیا تھا کہ انہیں مسلمانوں سے ٹکرا دیا جائے اس سلسلے میں ہندو کی بلا معاوضہ خدمات ان کے پاس موجود تھیں۔ ہندو اور انگریز نے ایک مشترکہ سازش کے تحت سکھوں کو کانگریس کی جھولی میں ڈال دیا اور ماسٹر تارا سنگھ سردار جلد پونے لے گئے اور مہاراجا پٹالہ جیسے لیڈروں

کو سکھوں پر مسلط کر کے "مطلوبہ نتائج" حاصل کر لئے۔

سکھوں کو کانگریس نے کس طرح استعمال کیا؟

کیا قائد اعظم نے تقسیم پنجاب کو روکنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی؟

ان سوالات کے جوابات لازم ہیں ورنہ آج کے پاکستانی نوجوان کو کبھی قائد اعظم کی عظمت کا صحیح احساس نہیں سکے گا نہ ہی اسے "پاکستان کے قیام" کی ضرورت سمجھ آ سکے گی۔

آئیے پہلے آپ کو مشہور سماجی قائد اعظم اور علامہ اقبال کے قریبی ساتھی میاں محمد شفیع (م۔س) کی روزنامہ لوائے وقت مورخہ 5 دسمبر 1965ء کو چھپی م۔ش کی (اٹری) کا مطالعہ کروا دوں کہ اس سے بہت سے رازوں سے پردہ اٹھ جائے گا۔

(م۔ش کی (اٹری))

"یہ ایک خدا کی کہانی ہے جو مکتوب الیہ قائد اعظم کو ملنے کی بجائے چڈت نہرو کی فائل میں پہنچ گیا۔ تفصیل اس احوال کی یوں ہے۔ قائد اعظم کو جب پنجاب کی سکھ اقلیت سے بڑی بھردری تھی یہ خیال تھا کہ اگر پنجاب کے ۱۵ فیصد مسلمانوں سے مل کر کانگریس کے خلاف سانچہ مورچہ بنا سکیں تو اس سے نہ صرف پنجاب کو تقسیم ہونے سے محفوظ رکھا جاسکے گا بلکہ پنجاب کی مثال سے ہندوستان کے دوسرے صوبے بھی غیر سرحدی آل و عارت سے محفوظ بنائے جاسکیں گے اور پنجاب میں سکھ مسلم مفاہمت سے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان دوسرے بے شمار حنازہ فیہ امور کے سلجھانے کی راہ نکل آئے گی اس خیال سے قائد اعظم اور سکھوں کے بعض لیڈروں خصوصاً گیلانی کرناٹک کے درمیان کئی نشستیں بھی ہوئیں۔ ان اس اثنا میں مہاراجہ پرنالہ اور سردار بلو یو سنگھ جن کا اکالیوں کی سیاسیات میں بڑا عمل دخل ہو چکا تھا سکھوں کو کانگریس کے نزدیک لانے میں کامیاب ہو چکے تھے چنانچہ سکھ لیڈر عموماً مسلم لیگ کے خلاف کانگریس نے میں دن رات مصروف رہتے تھے۔

اس صورت حال کو دیکھ کر ایک موقع پر قائد اعظم نے ایک اخباری بیان میں اعلان فرمایا کہ سکھوں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف باتیں کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر باتیں کرنی چاہئیں۔ ان کے اس اعلان کے بعد آل انڈیا سکھ یوتھ لیگ کے بعض اراکین نے جن میں سردار امر سنگھ انبالوی پیش پیش تھے۔ جمہوریت نظامی مرحوم کی وساطت سے قائد اعظم سے ممدوث دلائل ملاقات کی۔ سکھ نوجوانوں کے اس سوال کے جواب میں کہ آپس میں مل کر باتیں کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے قائد اعظم نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ زمین و آسمان کی باتیں کرنے

کی بجائے سکھوں کو اپنے مطالبات کو قابض کرنا چاہئے جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے وہ ان پر دانشمندی اور بھردری سے غور کرے گی۔

سکھ نوجوانوں نے قائد اعظم کا یہ پیغام اپنے لیڈروں کے کانوں تک پہنچایا اور اس بات پر اصرار کیا کہ کم از کم اتمام حجت کے طور پر قائد اعظم تک سکھوں کے مطالبات پہنچے چاہئیں چنانچہ گیلانی کرناٹک نے جنہیں "سکھوں کا داغ" سمجھا جاتا تھا قائد اعظم کے نام ایک خط ڈرافٹ کیا جس میں سکھوں کے مطالبات کی سیاسی مذہبی اور ثقافتی شتوں کے ماتحت گردان کی گئی تھی اس میں صوبے کے علاوہ مرکز میں فوجی اور سول ملازمتوں میں سکھوں کے تناسب پر اصرار تھا۔ سکھ ریاستوں پرنالہ ناٹھ، جتیا، فرید کوٹ اور پکور جھلہ کے مستقبل کے متعلق ضمانت طلب کی گئی تھی اور اس بات کی آئینی ضمانت مانگی گئی تھی کہ متحدہ پنجاب میں وزیراعظم اور گورنر کے عہدوں میں سے ایک پر ہمیشہ سکھ کو فائز رکھا جائے گا۔ جہاں تک سکھوں کے گوردواروں کا تعلق تھا ان کے مالیات انتظامات اور انتخابات پر سکھوں کے لئے خود مختاری کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ ان مطالبات کی اہم ترین شق یہ تھی کہ پاکستان کی کسی صوبائی یا مرکزی اسمبلی کو سکھوں کی مرضی کے بغیر ایسے مسائل پر جن کا تعلق سکھوں کے مذہبی مسائل سے ہو قانون سازی کا حق حاصل نہیں ہوگا اس خط کا آخری فقرہ یہ تھا جس طرح برطانیہ کی پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ دونوں کی اکثریت سے بادشاہت کے خاتمہ کا قانون بنا سکے اسی طرح پاکستان کی مجوزہ کسی صوبائی یا مرکزی اسمبلی کو محض اکثریت کے بل بوتے پر سکھوں کے مذہبی معاملات پر قانون سازی کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ اس خط میں گیلانی کرناٹک نے قائد اعظم کو یقین دلایا تھا کہ اگر مسلم لیگ سکھوں کے ان کم از کم مطالبات کو قبول کرے تو اکالی دل اور مسلم لیگ دونوں مل کر پنجاب کو متحد رکھنے کے لئے جدوجہد کریں گے گیلانی کرناٹک نے یہ میمورنڈم ماسٹر تارا سنگھ کو بھی پڑھایا اور جب انہوں نے اس پر صاف کر دیا تو Post Script کے طور پر یہ فقرہ ایڑا دیا گیا۔ "ماسٹر تارا سنگھ اس دستاویزات کے مندرجات سے متفق ہیں۔" جب یہ میمورنڈم ٹائپ ہو کر تیار ہو گیا تو یہ فیصلہ ہوا کہ اسے ڈاک میں بھیجے کی بجائے کسی قابل اعتماد قاصد کے ذریعے قائد اعظم تک پہنچایا جائے قرعہ فال گیلانی کرناٹک کے ایک خاص محرم راز گوپال سنگھ وردی کے نام پڑا۔ گیلانی جی نے وردی کو بلا کر میمورنڈم ان کے حوالے کرتے ہوئے تاکید کی وہ دہلی جا کر جہاں قائد اعظم ان دنوں اورنگ زیب روڈ پر مقیم تھے یہ اہم دستاویز انہیں دے آئیں۔ ماسٹر وردی نے دہلی پہنچ کر اورنگ زیب روڈ کی بجائے بلا ہاؤس کا رخ کیا جہاں ان دنوں کانگریس کا کوئی اجلاس جاری تھا اور یہ کاغذات قائد اعظم کی

بیٹے پنڈت جواہر لال نہرو کے سپرد کر دیے۔ اس طرح تاریخ میں ایک اور ”اگر“ کا اضافہ ہو گیا۔ اگر وہ کاغذات قائد اعظم تک پہنچ جاتے تو یقین ممکن ہے کہ اس امر کے باوجود کہ سکھوں کی سیاسیات سردار بلدیو سنگھ کی بھارت میں شعل ل کے مستقبل اور مہاراجہ پٹیل کی مسلم دشمنی کے باعث کانگریسی سیاسیات کے تابع ہو چکی تھیں تاہم اس بات کا امکان تھا کہ پنجاب کو متحد رکھنے کے خیال سے قائد اعظم اکالیوں کے مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے پر تیار ہو جاتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یاہم، افہام و تفہیم اور کسر و انکسار سے سکھوں اور مسلمانوں میں مفاہمت کی کوئی شکل نکل آتی اور اس طرح اگر پنجاب متحد رہ سکتا تو آج برصغیر کی سیاسیات کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

یہاں یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسٹر گوپال سنگھ دردی کی ان خدمات کے عوض انہیں مسرت پنجاب میں اس بات کا پنڈت تھرو کی خصوصی مداخلت کے بعد رکن منتخب کیا گیا تھا آج سکھ عوام گوپال سنگھ دردی کو مخاطب کر کے کہہ سکتے ہیں۔

توے فر۔ سند وہ ارزاں فروختند

سکھوں کے مشہور اخبار جس کا نام ”ماسٹر تارا سنگھ دل چلاتا رہا ہے روزنامہ ”صحید از“ جالندھری 19 اگست 1970ء کی اشاعت میں پاکستان کا دورہ کرنے والے اکالی سکھ لیڈر اور اخبار نویس سردار گوردیت سنگھ ایڈووکیٹ سرساملے حصار پنجاب کالاہور میں موجود ڈیرہ صاحب گوردوارہ کے گرجے آجھائی گئیانی ہری سنگھ کے ساتھ ہونے والے ایک انٹرویو کی اشاعت نے سکھوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس انٹرویو کا ایک حصہ پیش کرتا ہوں۔

سوال: گئیانی جی مجھے علم ہوا ہے کہ آپ پاکستان میں رہنے والے والدہ سنگھ ہیں؟
جواب: ایسی بات نہیں۔ صوبہ سرحد اور سندھ میں سکھ گھرانے آباد ہیں۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں میں واحد ایسا سکھ ہوں جس کا تعلق مشرقی پنجاب سے تھا اور میں نے پاکستانی پنجاب میں قیام کو ترجیح دی۔

سوال: آپ کا جنم کہاں اور کب ہوا ماں باپ کون تھے؟
جواب: میرا جنم 1908ء میں کوٹ بابا دیپ سنگھ ضلع امرتسر میں ہوا۔ میرے والد کا نام حوالدار سون سنگھ اور والدہ کا نام پریم کور تھا۔

سوال: میرے علم میں آیا ہے کہ مسٹر جناح سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے آپ ان سے سب سے پہلے کب اور کہاں ملے؟

جواب: میری پہلی ملاقات جناح صاحب نے 1946ء میں اورنگ زیب روڈ دہلی میں جہاں وہ

قیام پذیر تھے ہوئی۔ میرے ساتھ مشہور سکھ ودان سردار ہزارہ سنگھ بیٹھ بھی تھے۔
سوال: آپ انہیں کس حیثیت میں اور کس کام سے ملے تھے؟
جواب: میں بابا جیون سنگھ غدہی دل کا پردھان تھا اور ”دل“ نے ریزولیشن پاس کر کے مجھے اختیار دیا کہ میں جناح صاحب کو ملوں اور اس بات کی کوشش کروں کہ پنجاب کا ہزارہ نہ ہو اور سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی سمجھوتہ طے پایا جائے۔
سوال: ایسا ریزولیشن پاس کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جواب: ہم سوچتے تھے کہ پنجاب کی تقسیم سے سکھوں کو زبردست نقصان ہوگا۔ ہماری جائیدادیں ختم ہو جائیں گی۔ گوردوارے بچھن جائیں گے۔ سکھوں کے قتل عام کا خطرہ موجود تھا۔ گوردوارہ گوہر سنگھ جی نے فرمایا تھا جو سکھ کسی مسلمان عورت کو بے آبرو کرے گا میرے نزدیک سکھ نہیں رہے گا اور ہمیں محسوس ہو رہا تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا اور سکھ اس اصول پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔

سوال: جناح صاحب نے آپ کی بات کا جواب کیا دیا؟
جواب: جناح صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ وہ سکھوں کو پاکستان کے اندر ایک خود مختار منیٹ دیئے کے لئے تیار ہیں۔ جہاں سکھوں کو مکمل مذہبی اور قانونی آزادی ہوگی۔

سوال: اس سکھ منیٹ میں کون سے علاقے شامل کئے جانے تھے؟
جواب: جناح صاحب جالندھر، ڈیرن اور ضلع امرتسر کے علاوہ سکھ ریاستوں کو اس میں شامل کرنے پر رضامند ہو گئے تھے اور دوسرے پنجابی علاقوں پر بات چیت کے لئے تیار تھے۔
سوال: پھر اس تجویز کیا کیا بنا؟

جواب: جناح صاحب نے ہمارے ذمے ماسٹر تارا سنگھ کو رضامند کرنے کی ذمہ داری لگائی اور کہا کہ ہم ان کی اور ماسٹر تارا سنگھ کی ملاقات کا بندوبست کریں۔ میں جناح کا پیغام لے کر ماسٹر تارا سنگھ کو ان کے گھر سکھ مشنری کالج امرتسر ملا۔ میرے ساتھ تین چالیس سرکردہ سکھ موجود تھے۔ ماسٹر جی نے جناح صاحب کو ملنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ راولپنڈی میں قتل ہونے والے سکھوں کا بدلہ ضرور لیں گے۔

سوال: سکھ لیڈروں میں کون کون آپ کے ہم خیال تھے؟
جواب: یوں تو بہت سے سکھ لیڈر میرے ہم خیال تھے لیکن ماسٹر جی کی مخالفت کے خوف سے ڈرتے تھے۔ گئیانی کرتار سنگھ جی نے خود کو اس مشن کے لئے وقف کر رکھا تھا اور وہ اس ضمن

میں دہلی میں ہونے والے مسلم لیگ کنونشن میں بطور خاص شمولیت کے لئے مجھے تھے تاکہ مسلمانوں تک اپنے خیالات پہنچا سکیں لیکن بعد میں وہ بھی ماسٹر تارا سنگھ کے خوف سے ایک طرف خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔

سوال: جناح صاحب نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ ہمارے ارادے سکھ دوستوں کے متعلق خراب نہیں ہیں میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے دلوں کو بیرونی اثرات سے آزاد کر لیں۔۔۔ وہ بھی ملیں۔۔۔ مسائل پر گفتگو کریں مجھے پورا یقین ہے ہم ایسے تغیر پر پہنچ جائیں گے جو ہمارے سکھ دوستوں کے لئے قابل اطمینان ہوگا۔ بحوالہ (میرپاکستان صفحہ ۹۲) آپ کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟

جواب: خیال سے اگر ماسٹر تارا سنگھ ایک مرتبہ بھی جناح صاحب سے مل لیتے تو سمجھوتہ ہوتا لازم تھا۔ جناح سکھوں کی ہر شرط ماننے کی تیار تھے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو بھارت کا اتہاس اور شکل ہی بدل جاتی۔

☆☆☆

سکھوں نے قیام بھارت کے فوراً ہی بعد اس بات کا احساس کر لیا تھا کہ انہیں دھوکہ دیا گیا ہے اور 1948ء کے بعد سے آج تک وہ اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان کی بنیاد اس روز رکھ دی گئی تھی جس روز پہلے مسلمان نے سندھ میں قدم رکھا تھا۔ یعنی خاندھتان کی بنیاد 15 اگست 1947ء کو اس وقت رکھ دی گئی تھی جس روز بھارتی حکومت کی طرف سے باقاعدہ حکم جاری ہوا کہ

”سکھوں کے ساتھ ایک مجرم قوم کے افراد کی حیثیت سے سلوک کیا جائے۔“

یعنی وہ قلم تھا جس کی بنیاد پر پہلے سکھ آئی سی ایلن سردار پکور سنگھ نے بھارتی حکومت سے نکر لی اور بھارتی سپریم کورٹ میں اپنا وہ بیان رکارڈ کروایا جو اس کتاب کے آخر میں ”پورٹریٹ“ میں شامل کیا ہے۔ تاریخ کو جوں کا توں محفوظ رکھئے اور ترجمے میں معمولی سی بھی غلطی کا احتمال نہ رہے اس استیلاء کے پیش نظر میں نے کتاب میں اس بیان کا انگریزی متن دیا ہے کیونکہ سردار پکور سنگھ نے یہ بیان انگریزی زبان میں دیا تھا۔ جس سے کئی خفیہ گوشے بے نقاب ہوں گے اور تاریخ کے طالب علموں کو واقعات کو ان کے صحیح تناظر میں سمجھنے کی سہولت بھی میسر آئے گی۔

میں نے اپنی کتاب ”آن دی ریکارڈ“ میں سکھوں کی اپنے علیحدہ وطن کے لئے جدوجہد کے حوالے سے ایک طویل مضمون لکھا ہے یہاں صرف وہ واقعات کا ذکر کر دوں گا تاکہ آپ کو

آپریشن بلیو سٹار کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

یوں تو سکھوں نے 48ء کے فوراً ہی بعد کانگریس کے مظالم اور بے ایمانی کا رونا رونا شروع کر دیا تھا لیکن 60ء میں باقاعدہ سکھ ہوم لینڈ کی تحریک شروع کر دی گئی تھی۔

سکھوں کی بدقسمتی ملاحظہ کیجئے کہ ماسٹر تارا سنگھ کے بعد انہیں فتح سنگھ کی صورت میں دوسرا بزدل لیڈر مل گیا جسے کانگریس عینا کوئی نہ کوئی چکر دے کر رام کرتے رہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اپنی زندگی میں فتح سنگھ نے کئی مورچے حکومت کے خلاف لگائے ”مرن برت“ رکھے۔

لیکن!

ہر قدر یا تو حکومت اسے کسی چال یا جال میں پھنسا لیتی یا پھر وہ اپنے میسر ماسٹر تارا سنگھ کی طرح بک جاتے۔

اس صورت حال سے تنگ آ کر اپنے لیڈروں کی بے حس اور ہندو لیڈروں کے سکھوں کے تینیں مسخر کے خلاف بالآخر 13 اپریل 1967ء کو بھائی نندن نے ”سکھ ہوم لینڈ“ اور ”خالصہ جی“ کے بول بادل کے لئے خود سوزی کر لی تاکہ شرومنی اکالی دل کی لیڈر شپ کو ان کی بے حیثی کا احساس دلا سکیں۔

اس واقعے کے بعد بھی اکالی دل کی لیڈر شپ کو شرم نہ آئی اور وہ اپنی ”گندی راج نیٹی“ کے مطابق اسی طرح کانگریس کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہے بلکہ فتح سنگھ نے جو اکالی دل کا پروہان تھا اس کی موت کو ایک ادا بنانے کی کوشش بھی کی۔۔۔ اپنے لیڈروں کو ان کی بے حیثی کا احساس دلانے کے لئے دوسری بڑی کوشش مشہور سکھ دودان اور لیڈر درشن سنگھ پھیرومان نے کی اور ”سکھ ہوم لینڈ“ کی حمایت میں ”مرن برت“ رکھ کر مر گئے۔

سردار پھیرومان نے اپنی موت سے پہلے آخری وصیت ریکارڈ کروانے کے علاوہ لکھوادی تھی اور سارے سکھوں کو چاری کر دی۔ اس کا متن یہ تھا:

”میں درشن سنگھ پھیرومان سکھ پنڈت بھارتی شہریوں اور دنیا بھر کے حساب اور درد دل رکھنے والے انسانوں کو اپنا یہ آخری پیغام وصیت کی شکل میں پہنچانا چاہتا ہوں۔“

جب میرا یہ پیغام آپ تک پہنچے گا میں اس دنیا کو چھوڑ چکا ہوں گا۔ آج یکم اگست 1969ء کو میری عمر 85 سال ہو جائے گی۔ گزشتہ نصف صدی

میں سکھوں کی ”چڑھدی کھا“ اور ملک کی آزادی کے لئے ایک سپاہی کی حیثیت سے لڑتا رہا ہوں۔ میری زندگی کھلی کتاب کی طرح سب کے سامنے ہے۔

بھارت آزاد ہو گیا لیکن سکھ پن্থہ ابھی تک غلام ہے۔۔۔۔۔! بھارت میں ہمیں مذہبی آزادی کی بجائے بھرھنا پیار (ظلم) اور گرواٹ کا سامنا ہے۔

سکھوں کی سیاست اور مذہبی مقامات پر جعلی سنت مہنت (اشارہ سنت فتح سنگھ کی طرف ہے) اور سکھ پن্থہ کے دشمن چھپا گئے ہیں۔

سکھ مذہب رسومات سکھوں کی روایات اور سکھوں کا تاریخی اثاثہ قدموں تلے پکلا جا رہا ہے۔

سری اکال تخت کے سامنے کھڑے ہو کر ”ارداس“ کرنے کے بعد مرن برت رکھنے کا عہد کر کے اور خود سوزی کر کے مرجانے کی قسمیں کھانے والے پاکھنڈیوں نے سولی کی راہ اختیار کر لی ہے (سنت فتح سنگھ نے اکال تخت کے سامنے دونوں عہد کئے تھے لیکن مرن برت کے آخری مراحل پر سکھوں کو چکروے کر حکومت سے مل گیا۔ اس واقعے کی طرف اشارہ ہے)۔

یہ پاکھنڈی اب ایک سازش کے تحت سکھوں کی مذہبی اور سیاسی اجارہ داریوں پر قابض ہو چکے ہیں۔

اسی سازش اور بزدلی کو سکھ مذہب کا حصہ ثابت کرنے کے لئے سکھوں کی مذہبی اہمیت کے اداروں پر قبضہ کر لیا گیا ہے اور یہ پاکھنڈی اسے سکھ مذہب بتانے لگے ہیں اس ضمن میں سرکار کی مکمل پشت پناہی انہیں حاصل ہے۔

جس طرح طرح سکھ مذہب کو ذلیل درسا دیا جا رہا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا گیا۔ سکھ مذہب کی مٹی جس طرح پلید کی جا رہی ہے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ سکھ سیاست پر قابض سنت مہنت (اشارہ سنت فتح سندھ وغیرہ کی طرف) اور قوم کے غداروں نے سیاست سے عام سکھ کا عمل دخل ختم کر کے ایک سازش کے تحت انہیں ہندو کا غلام بنا دیا ہے۔

میری قربانی کے بغیر قریب کا یہ جال اور کمر اور ریا کاری کی یہ سیاست کبھی ٹٹلی نہیں ہوگی۔

سنت فتح سنگھ نے اکال تخت کے سامنے کھڑے ہو کر تجھوٹ بولا اور سکھ قوم کو اس کی سزا مل رہی ہے اور جب تک میں اپنی جان کی قربانی نہیں دوں گا جبکہ قوم کی گردن سے یہ بوجھ نہیں اتر سکتا۔

سری اکال تخت کے دشمن سنت فتح سنگھ اور اس کے بزدل ساتھیوں نے اپنے جل مرنے کے لئے ”ہون کھنڈ“ (جہاں جل کر مرا جاتا ہے) تیار کر دیا لئے لیکن اس سے بھاگ گئے اب سکھوں کو اس ”ہون کھنڈ“ میں جل کر اس گناہ کو کفارہ ادا کرنا ہے۔

گورو صاحبان اور اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر سکھ پن্থہ کہیں پناہ حاصل نہیں کر سکتا۔

اب یہ ناگزیر ہو گیا ہے کہ کوئی سکھ اپنا سر کٹا کر سنت فتح سنگھ اور دوسرے غداروں کے گناہوں کا پراچھٹ (کفارہ) کرے تاکہ ہم آزاد ہندوستان میں ”آزاد سکھ دھرم“ اور سکھ ہوم لینڈ کی طرف اپنا سفر شروع کریں۔ اس نشانے (سکھ ہوم لینڈ) کی آزادی کے لئے میں اپنی قربانی پیش کرنے پر جا رہا ہوں۔

سکھوں سے میری اپیل ہے کہ وہ میری موت کے بعد اپنا فرض پھیلانیں۔ میری موت کے بعد میرے جسم کو سنت فتح سنگھ کے لئے بنائے گئے ”گنی کھنڈ“ (جو اس نے اپنا جسم جلانے کے لئے بنایا تھا اور بعد میں بھاگ گیا) میں رکھ کر جلایا جائے اور میری اسپتھان (راکھ) ”کرت پور صاحب“ پہنچا دی جائیں۔

پن্থہ کے غداروں کو سزا دی جائے اور اکال تخت سے ان کا قبضہ ان کی جھوٹی نشانوں سمیت ختم کر دیا جائے کیونکہ یہ نشانیاں سکھ پن্থہ کے اپنے منہ پر کلنگ کا ٹیکہ بنی ہوئی ہیں۔

سنگت ارداس کرے کہ دم پاتشاہ میری قربانی قبول کریں اور اپنے پن্থہ کی عزت کو قائم رکھیں۔

سمپورن پنجاب زندہ باد

سکھ ہوم لینڈ امر ہے۔

واسے گورو جی کا خالہ..... واسے گورو جی کی فتح۔

گورو سنگھ دا داس

ورن سنگھ پھیر دمان

☆☆☆

ورن سنگھ پھیر دمان کی اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق دی گئی قربانی نے ان ہندوؤں کو کچھ لمحے ہی کے لئے شہی سوچنے پر ضرور مجبور کر دیا جو ست فتح سنگھ کے پاس پاکھنڈ کے بعد سے سکھوں کی سر اڑانے لگے تھے اور یہ کہتے تھے کہ سکھ لیڈر صرف مرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں مر نہیں سکتے۔

پھیر دمان نے سر کر سکھوں کے دلوں میں آزادی کی جوت چکا دی اور پھر یہ جوت سے جوت ایسی جلی کر آج یہ دھکلا ادا رہا ہے۔

1960ء سے شروع ہونے والی سکھوں کی تحریک علیحدگی بڑے پرامن طریقے سے جاری تھی کہ بھارتی حکمرانوں نے ایسی تاریخی غلطی کا ارتکاب کر لیا جس کے بعد پھر فرار کی کوئی راہ ان کے لئے باقی نہیں بچی۔

یہ غلطی تھی دربار صاحب پر بھارتی فوج کا حملہ.....

یہ حملہ سزاوارک گاندھی کے حکم پر اس زعم میں کیا گیا تھا کہ سی بھر دہشت گردوں کو بھسم کر دیا جائے۔

یہی دہشت گرد پھر اتنے طاقتور ہو گئے کہ خود بھارتی میڈیا انہیں "اب وادی" (دہشت گرد) کہتے ہوئے ڈرتا تھا اور انہیں "ملی ٹیٹ" کہنے پر مجبور تھا۔

یہ مختصر سی کتاب جو آپ پر ہنسنے جا رہے ہیں میری دس برسوں کی محنت کا شاخسانہ ہے۔ میں نے امریکہ اور یورپ میں ان سینکڑوں سکھ نوجوانوں، یوزھوں، عورتوں سے ملاقاتیں کیں جو کسی نہ کسی طرح آپریشن بلیو سٹار کا حصہ کسی نہ کسی حیثیت میں رہے اور اب بمشکل اپنی جانیں بچا کر ان ملکوں میں آباد ہیں۔

آپریشن بلیو سٹار پر جو بھی رپورٹس یا مضامین سامنے آئے ہیں ان کی سچائی کو تو چیلنج نہیں کیا جاسکتا لیکن سکھوں میں موجود مختلف آزادی پسند گروپوں نے یہ اپنے اپنے نقطہ نظر سے لکھا اور

کوشش کی ہے کہ ان کی "جتنے ہندی" نمایاں رہے۔

میں نے اپنی دانست میں کسی تعصب کے بغیر واقعات بیان کئے ہیں اور ایک غیر جانبدار مصنف کا فریضہ ادا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا مطالعہ میرے محترم قارئین کو ہندو ذہنیت کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا۔

☆☆☆

ایک اخبار نویس کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ "ذرائع خبر" کی اہمیت کیا؟ اور مجھے فخر ہے کہ اس ضمن میں مجھے مستند ذرائع حاصل رہے۔

میں نے 1978ء سے تحریک خالصتان پر لکھنا شروع کیا تھا۔ 1982ء کے اواخر میں میری کتاب بلکہ کتابچہ جس کا نام "خالستان..... ماضی کا خواب مستقبل کی سچائی" منظر عام پر آیا۔ اس کتابچے کے لئے مجھے مواد شرقی پنجاب میں چھپنے والے پنجابی اخبار "اکالی پتریکا" اور "تھنڈی ار" سے حاصل ہوا۔

یہ دونوں اخبارات لاہور کے ایک معتبر روزنامے میں آیا کرتے تھے جہاں گورکھی زبان جانتے والا کوئی نہیں تھا۔ میں چونکہ گورکھی میں شہد بد رکھتا تھا۔ اس لئے اکثر دہاں جا کر ان اخبارات سے استفادہ کیا کرتا۔ پھر میرا اخبار کے مالکان سے معاہدہ ہوا کہ وہ مجھے اخبارات دے دیا کریں گے اور میں ان کی ضرورت کا مواد اردو میں ترجمہ کر دیا کروں گا۔

یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا۔

بہر کیف یہ کتابچہ منظر عام پر آیا جو خاکسار نے اپنی جیب سے شائع کیا تھا کیونکہ ان دنوں میں "انتابڑا ادیب" نہیں تھا نہ ہی کسی پبلشر کے پاس ایسے "مفضول موضوعات" پر شائع کرنے کے لئے رقم موجود تھی۔

حسن اتفاق کتابچے کی اشاعت کے قریب ایک ڈیڑھ ماہ بعد سکھ یاتریوں کا ایک جتھہ معمولی کے مطابق پاکستان آیا اور انارکلی کے بکٹالوں سے کچھ سکھ یاتریوں نے یہ کتابچے خرید لئے۔

مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ مجھ سے بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہے۔ اس جتھے کی روانگی کے شاید تین یا چار ماہ بعد ایک اور جتھہ آیا۔ تب میں "روزنامہ نوائے وقت" سے منسلک ہو چکا تھا۔

یاتریوں کے اس جتھے میں خاصے غیر ملکی سکھ بھی آئے تھے جن میں ڈاکٹر ہر چند سنگھ دلیگر کا نام نمایاں ہے جو آج کل سکھوں کے نیویا کے ملک ناروے میں سیاسی پناہ گزین کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور بلاشبہ ان کا شمار دنیا کے گتے پختہ پنجابی زبان کے سکالرز میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر

صاحب سے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کا موقع ملا۔ ان دنوں وہ پیرالہ یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے۔
انگلے روز اخبار کے دفتر میں ایک سنگھ صاحب مجھ سے ملنے آئے۔ خدا جانے وہ کون تھے؟
لیکن انہوں نے اپنا تعارف ”بابا ٹھارا سنگھ“ کے نام سے کروایا یہ نوجوان سنگھ سنت جرنل سنگھ
بھنڈرانوالہ کے ”گروئے“ تھے۔ گروئے سے مراد وہ سنگھ ہے جو سنت جرنل سنگھ بھنڈرانوالہ کا
مصاحب اور چوبیس گھنٹے ساتھ رہنے والا جانثار ہو۔

بابا ٹھارا سنگھ نے مجھے بتایا کہ چار ماہ پہلے آنے والے جتھے میں کچھ سنگھ میرا کتابچہ ”خالصتان
اسی کا خواب مستقبل کی سچائی“ لے گئے تھے جو انہوں نے سنت جی کو پیش کیا۔ کسی مسلمان کا
سنگھوں کے سے پر لکھا کتابچہ سنت جرنل سنگھ بھنڈرانوالہ نے بڑی دلچسپی سے اردو جاننے والے
اپنے ایک گیلیائی سے سنا اور اس کی تصدیق کی۔

بابا ٹھارا سنگھ نے مجھے سنت بھنڈرانوالہ کی خواہش بتائی کہ وہ چاہتے ہیں میں ان سے
ملاقات کروں۔

یہ ان دنوں کی بات ہے۔ سنت بھنڈرانوالہ کا نام بھارتی اور پاکستانی اخبارات میں گونجا
کر رہا تھا اور بھارتی حکومت کے لئے یہ مسئلہ دردمس بن چکے تھے حالانکہ نومبر 83ء کی بات ہے۔
اتنے بڑے اور عظیم سنگھ مجاہدوں کی طرف سے ایک مسئلہ کی لکھنؤ کو یہ دعوت میرے لئے
بہت بڑا اعزاز تھا۔ میں نے دلی خوشی کا اظہار کیا کہ انشاء اللہ میں ضرور بھارت آنے کی
کوشش کروں گا۔

تدریت کو شاید یہ ملاقات منظور نہیں تھی کیونکہ جون 84ء تک مجھے فراغت نہ مل سکی اور
سنت جی کو زندگی نے مہلت نہ دی۔

1984ء میں جو قصہ پاکستان آیا۔ اس میں سنت جی نے اپنے ایک صاحب کو مجھ سے
ملاقات کی ہدایت کی اور میرے لئے ہر مندر صاحب سے ”سر دپا“ روانہ کیا۔

یہ ”سر دپا“ جو پگڑی پر مشتمل ہے آج بھی اس عظیم انسان کی یادگار کی صورت میرے پاس
محفوظ ہے۔ یہ شاید آخری اظہار محبت تھا جو سنت جی کی طرف سے میرے لئے ہوا۔ پھر وہ جون
1984ء میں اس دار فانی کو خیر باد کہہ گئے۔

☆☆☆

1984ء میں خدا جانے میرا کتابچہ کس طرح ”روزنامہ اجیت“ جالندھر تک پہنچ گیا۔ جب
”اجیت“ کے مالک اور ایڈیٹر سردار سادھو سنگھ تھے جو اب سوہگاش ہو چکے ہیں۔ انہوں نے

ایک شخص کی نوٹ اس کتابچے کے حوالے سے لکھا جس میں یہ ”شدنی“ بھی موجود تھی کہ یہ کتابچہ
بھارتی معاملات میں سراسر مداخلت ہے۔!! مجھے لندن سے کسی مہربان نے اس نوٹ کا تراشہ
بھیجا تھا۔ میں نے اس کا کوئی نوٹس نہ لیا۔

1985ء میں شاید بھارتی خارجہ سیکرٹری مسٹر رگوترا (جو آج کل ٹریک ٹو ڈیپلومیسی فرما رہے
ہیں) پاکستان تشریف تو انہوں نے یہ کتابچہ مرحوم جنرل ضیاء الحق کو پیش کر کے اپنی حکومت کا یہ سنگھ
بھی گوش گزار کر دیا کہ یہ بھارتی حکومت کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے اور دونوں
ممالک کے تعلقات میں سرد مہری کا باعث بنے گا۔

مجھے ان واقعات کا علم نہ ہو پتا اگر ”بالائے ناگہانی“ مجھ پر نہ ٹوٹی۔ ایک تو خدا کے فضل
سے ہماری ”کاؤنٹر اشلی جنس“ یوں ہی بڑی ہمارٹ اور جوشیلی ہے خصوصاً جب ”اعلیٰ سطح کی
انگوائزی“ آجائے تو ان کی ”آئیاں جانتیاں“ کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

شاید کسی اعلیٰ کی میٹنگ میں کسی ”برگزیدہ ہستی“ نے مجھ سے یہ جانتا پیا ہوا کہ یہ طارق اسماعیل
سراگر کون ہے؟

خدا ہماری بیورو کریسی کو ایسا موقع دے۔ ان کے لئے تو ملی کے بھاگوں چھینکا ٹوگا۔
اعدادہ کیجئے کہ کتابچہ چھپے قریباً دو سال ہو گئے اور مجھ پر یہ بلائے ناگہانی ٹوٹ پڑی۔ پہلے
ایک ٹیم تشریف لائی اور میرے جد امجد سے لے کر آئندہ آنے والی نسلوں تک کا احوال لکھ کر لے
گئی۔ پھر دوسری پھر تیسری۔ اس درمیان ”اپنے ذرائع“ سے مجھے یہ علم ہو گیا کہ مجھ سے کون سا
”نا قابلِ ملامت گناہ“ سرزد ہوا ہے لیکن حیرانگی کی بات میرے لئے یہ تھی کہ جب میں ایک صاحب
کو کہتا کہ برادر عزیز آپ سے پہلے والے کو میں طویل اور تکلیف دہ انٹرویو دے چکا ہوں تو وہ
اٹائے بے نیازی سے مسکرا کر کہہ دیتے کہ ان کا مسئلہ الگ ہے۔ فلاں کا تعلق مرکز سے ہے۔
فلاں کا صوبے سے فلاں کا فلاں سے وغیرہ وغیرہ۔ خدا خدا کر کے یہ مرحلہ طے ہو گیا۔

☆☆☆

ابھی اس حادثے سے سنبھلا ہی تھا کہ ایک اور قیامت ٹوٹی جب بھارت سے جہاز اتوا کر
کے پاکستان لانے والے ہائی جیکروں کے فیڈر سردار سنگھ نے اپنی طرف سے خصوصی عدالت
کو صفائی کے گواہوں کی جو لسٹ پیش کی تھی اس میں میرا نام بطور ”سنگھ مسئلے کے ماہر (Expert)
کی حیثیت سے دے دیا۔!! انہوں نے میرا کتابچہ جیل میں پڑھا تھا اور اس زمانے میں نوائے

وقت میں میرے مضامین سکھوں کے مسئلے پر مسلسل چھپ رہے تھے جس کے بعد سے صحافتی سیاحت اور ”تھیٹر سروس“ کے حلقوں میں میری شہرت اس حوالے سے ہو گئی تھی۔

سردار گنبد سنگھ نے شاید اس خیال سے کہ میں گورکھی میں شد بد رکھنے اور کچھ سکھ دھرم کو سمجھنے کے حوالے سے ان کی بات کو عدالت عالیہ تک اچھے انداز میں پہنچا سکوں گا میرا نام دیا ہوگا۔

لیکن.....

میرے ”تھیٹر سروس“ کو پھر موقع ہاتھ لگ گیا.....!!

اور وہ مجھے ”سکھوں کا دوست“ بنانے پر کل گئے۔

میں ان دنوں جب اس مقدمے کی کارروائی کا آغاز ہونے والا تھا میں نے اپنی آنکھیں لائسنس کی وجہ سے ایک مضمون ”سکھوں کا دوست“ کے عنوان سے نوائے وقت میں لکھ دیا۔ جسے عدالت نے مداخلت جانا اور ”سکھوں کا دوست“ لگا دی۔

ان پے درپے حادثات نے بیرونی دنیا میں موجود مسلمانوں کے اس نظریے کو جو کسی نہ کسی طرح اپنی جانیں بچا کر بھارتی پنجاب سے فرار ہو کر یو۔پ۔ امریکہ اور کینیڈا میں جا بسا تھا میرا نام آشنا اس طرح کر دیا کہ سکھوں کے مشہور ہفت روزہ ”دیس“ لندن ”ورلڈ سکھ نیوز“ امریکہ ”چرچ دی کلا“ کینیڈا میں میرے مضامین گورکھی میں ترجمہ ہو کر چھپنے لگے۔ ورلڈ سکھ نیوز میں تین چار سال قبل سے میری ہفت روزہ ڈائری بھی چھپتی رہی۔ جس میں اپنے نقطہ نظر سے میں مشرقی پنجاب کے حالات پر کچھ نہ کچھ لکھتا رہا تھا۔

اس طرح مجھے دنیا بھر میں موجود خالصتان نواز سکھوں تک رسائی حاصل ہوئی اور مجھے (First Hand Information) یعنی تازہ ترین حالات سے آگاہی رہنے لگی۔ اس درمیان میں نے سینکڑوں مضامین اور تین کتابیں سکھ مسئلے کے حوالے سے لکھی ہیں اور دنیا کے ہر قابل ذکر خالصتان نواز سکھ سے ملاقات کر کے ان کے احوال سے آگاہی حاصل کی ہے۔

آپریشن بلیو سٹار پر شدید خواہش کے باوجود ابھی تک کچھ نہیں لکھ سکا تھا۔ دراصل میں عمل صورت حال کا ادراک کے بغیر اور اپنے علم کی حد تک واقعات کی تصدیق کے بغیر کچھ لکھنا ٹھیک

نہیں سمجھتا تھا۔ احباب کا قضا تھا کہ میں خالصتان تحریک سے متعلق وہ تمام ”راز کشف“ کردوں جو جانتا ہوں اور میں اس تاریخی ساعت کا شہر تھا جب یہ سب کچھ جواب دل پر بوجھ بنتا جا رہا ہے کہہ ڈالوں۔ ”آپریشن بلیو سٹار“ کو اس سلسلے کی پہلی کڑی جانے میں بہارت کی علیحدگی اور آزادی پسند تنظیموں اور تحریکوں پر کام کر رہا ہوں اور انشاء اللہ جلد ہی قارئین تک اس ضمن میں اپنی گزارشات پیش کرنے لائق ہو جاؤں گا۔

میری یہ کتاب ادارہ سیونٹھ سکائی پبلی کیشنز سے شائع ہو رہی ہے جس کے بعد امید ہے کہ آپ کی وہ شکایات جو آپ میری کتابوں کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ پر بندی اور پردف ریٹنگ سے متعلق کیا کرتے ہیں جس طرح یہ قاری کی خواہش ہوتی ہے کہ کتاب معنوی ہی نہیں صورتی طور پر بھی خوبصورت دکھائی دے۔ مصنف بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کی تخلیق جب پیکر میں ڈھلے تو اتنی ہی خوبصورت دکھائی دے جیسا کہ اس نے سوچا اور لکھا۔

ہمارے ہاں بد قسمتی سے حکومت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قاری اور کتاب کا رشتہ ختم ہو جائے اس کے لئے بہترین ہتھیار کاغذ کی گرانی ہے جسے ہر حکومت نے کھاڑے کی طرح استعمال کیا ہے۔ دنیا کے جاں ترین معاشروں میں بھی کتاب کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ پر حکومتیں رعایت دیتی ہیں ہمارے ہاں الٹی گنگا بہتی ہے اور زمانے بھر کے فیکس کاغذ پر تھوپ کر اسے اتنا مہنگا اور نایاب کر دیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔

ان حالات میں جو پبلشرز کتاب خوبصورت انداز میں آپ تک پہنچاتے ہیں بلاشبہ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ سیونٹھ سکائی پبلی کیشنز بھی ان میں شامل ہے میری تمام پرانی کتابیں اسی ادارے سے ملیں گی اور جلد ہی انشاء اللہ نئی کتابیں بھی۔

آپ سے درخواست ہے کہ میری کتابیں طلب کرتے ہوئے ادارہ سیونٹھ سکائی پبلی کیشنز کا نام ضرور دیکھ لیا کریں تاکہ آپ تک معیاری کتاب پہنچے۔

طارق اسماعیل ساگر

بھارتی صدر گیلانی ذیل سنگھ کو اس بات سے بہت الجھن ہوتی تھی کہ اس کے معمولات کو اس سے بھی خفیہ رکھا جائے۔

آج بھی جب وہ ناشتے کی میز پر پہنچا تو اس کا "اے ڈی سی" پروگرام میں تبدیلی کی اطلاع کے ساتھ موجود تھا۔

"نیریت۔ پھر کوئی سیکورٹی پرابلم آگئی ہے۔" اس نے اپنے اے ڈی سی کی طرف طنز یہ مسکراہٹ اچھالی۔

نوجوان کیپٹن کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کے لئے بدلا پھر وہ اپنی سخت تربیت کے مطابق نارمل ہو گیا۔

"جناب والا اپرائم منسٹر نے دورہ ملٹری کر کے فوراً دہلی آنے کے لئے کہا ہے۔ ایئر فورس کا خصوصی جہاز اس مقصد کے لئے ہوائی اڈے پر موجود ہے۔"

کیپٹن نے ایڑیاں جماتے ہوئے کہا۔

گیلانی جی ایک لمحے کے لئے چونکے۔

سزاندرا گاندھی نے انہیں خصوصی ہدایات کے ساتھ آسام بھیجا تھا اور اب وہی اچانک دورہ ملٹری کر کے واپس آنے کے لئے کہہ رہی تھیں۔

"او۔۔۔۔۔"

انہوں نے صرف دو الفاظ کہنے پر اکتفا کیا۔

صورت حال بالکل غیر واضح تھی۔

گیلانی جی کو پرائم منسٹر کی طرف سے آنے والے خصوصی حکم کی کاپی فراہم کی گئی تھی۔ یہ حکم پرائم منسٹر نے بڑے "مودب" انداز میں رات کے دو بجے روانہ کیا تھا۔

چونکہ گیلانی ذیل سنگھ اس وقت سو رہے تھے اس لئے ان کے عملے نے انہیں جگا کر آگاہ کرنے کے بجائے صبح تک انتظار کرنا مناسب جانا۔

یوں بھی اس حکم میں "صبح پہلی فرصت" میں دہلی پہنچنے کی درخواست کی گئی تھی۔

ہوائی اڈے تک صدر کو کمانڈرز کی حفاظت میں پہنچایا گیا تھا۔ اس وقت گیلانی کا ذہن دو معاملات میں الجھا تھا۔

ایک تو پنجاب میں سکھوں کی ہورس۔۔۔۔۔

دوسرا وزیراعظم کا غیر ملکی دورہ۔

2 جون 1984ء کی صبح!

بھارت کے صوبہ آسام کا دورہ کرتے ہوئے بھارتی صدر گیلانی ذیل سنگھ صبح کا اشان کر رہا تھا۔ آج کے پروگرام کے مطابق اس نے خاصے فساد زدہ علاقے کا دورہ کرنا تھا اس ضمن میں سیکورٹی کے خصوصی اقدامات کئے گئے تھے۔

"اقدامات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ صوبے کی کم از کم ذمہ دار شخصیتوں تک بھارتی صدر کا حتی پروگرام پہنچ سکے۔"

اس کا سبب "را" کی وہ خفیہ رپورٹ تھی جو ہوم منسٹری کو پہنچائی گئی جس میں بتایا گیا تھا کہ آسام میں سرگرم عمل "الفا" تحریک کے آسام کی صوبائی حکومت میں "بھرد" موجود ہیں اور وہ لوگ انتہا پسندوں کے لئے کہ "قانونی حد" عبور کر سکتے ہیں۔

بھارتی انٹیلی جنس کے انتظامات کا یہ عالم تھا کہ مقامی انٹیلی جنس یونٹوں میں جہاں کہیں آسامی آفیسرز موجود تھے انہیں سیکورٹی انتظامات سے بڑے معصومانہ طریقے سے الگ کر دیا گیا تھا۔

صرف غیر آسامی اور "را" کے انتہائی قابل اعتماد آفیسرز کو ہی گیلانی ذیل سنگھ کے پروگرام کی اطلاع دی گئی تھی۔

عام حالات میں اہم ملکی شخصیات (وی آئی پی) کی حفاظت کی ذمہ داری بھارتی "سی بی آئی" سنٹرل بیورو آف انٹیلی جنس پر عائد ہوتی ہے۔

لیکن۔۔۔۔۔

معالے کی اہم نوعیت کے پیش نظر بھارتی صدر کی سیکورٹی کے انتظامات "را" نے خود سنبھال رکھے تھے۔

صدر کی آمد سے تین روز پہلے ہی مرکز سے انٹیلی جنس انسران کی ایک خصوصی ٹیم اسی مقصد کے لئے آسام براہ اندہ کر دی گئی تھی جس نے مقامی انتظامیہ کو سیکورٹی معاملات سے عملدار علیحدہ کر دیا تھا۔

صدر کی آمد سے تین روز پہلے ہی مرکز سے انٹیلی جنس انسران کی ایک خصوصی ٹیم اسی مقصد کے لئے آسام براہ اندہ کر دی گئی تھی جس نے مقامی انتظامیہ کو سیکورٹی معاملات سے عملدار علیحدہ کر دیا تھا۔

پہلے مفروضے پر اس نے اس لئے زیادہ توجہ نہ دی کہ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا جس پر اسے بلایا جانا ضروری سمجھا جاتا۔ مٹھی بھرا ہتھاپسندوں پر قابو پانے کے لئے پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں پولیس سی آر پی لی ایف اور دیگر قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے اہلکار تھے.....!

دوسری بات البتہ اہم تھی.....!!

پاکستان کی طرف سے سرحدوں پر تناؤ کی خبریں صدارتی محل میں گردش کرتی رہتی تھیں اور مقتدرہ کشمیر کے سرحدی علاقوں میں جھڑپیں روزانہ کا معمول بنی جا رہی تھیں۔ ان حالات میں مسز اندرا گاندھی نے یورپ کا دورہ کرنے کی ٹھانی تھی.....!

”کیا ایک مرتبہ پھر ایڈونچر پسند اندرا مہارانی پاکستان پر جنگ مسلما کرنے جا رہی تھی؟“

یہ تادمہ اہم سوال جگمگاتی ذیل سنگھ کو بار بار ہانپکولے دے رہا تھا۔

پنجاب میں بھارتی فوج کی مسلسل آمد کی خبریں گمانی ذیل سنگھ کو اپنے خصوصی ذرائع سے مل رہی تھیں اس کے ذرائع اطلاعات بتا رہے تھے کہ یہ فوجیں پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ سکھوں کو کچلنے کے لئے استعمال کی جائیں گی۔

لیکن.....!

گمانی کے ذہن نے یہ دلیل ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسز اندرا گاندھی انھیں کواشمال دلا کر بھارت کے لئے مستقل دروسرمول لینے کا خطرہ مول لے گی۔

گمانی ذیل سنگھ کے پنجاب کی اکالی لیڈر شپ سے تعلقات کوئی آج کی ات نہیں تھی۔ گو کہ وہ ہمیشہ سے کانگریس کا حمایتی رہا تھا۔ لیکن جب سے وہ بھارت کا رہا۔ اکالا اپنے اکثر کام لینے کے لئے اس کی چوکھٹ پر ہی سجدہ ریز ہوا کرتے تھے۔

پنجاب کی مقامی سیاست پر اس کی گرفت بہت گہری تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اکالوں کی کون سی کمزور رگ کو کس وقت دبایا جاسکتا ہے؟

اس کی یہی ”کوالیفیکیشن“ اسے بھارتی صدر کے اہم منصب تک پہنچانے کا ذریعہ بنی تھی۔

☆☆☆

بھارتی ایئر فورس کے طیارے نے ساڑھے بارہ بجے پالم پور کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر لینڈ کیا.....!!

خدا جانے کیا مصیبت آن پڑی تھی۔ معاملات کتنے سنگین ہو گئے تھے کہ گمانی جی کو وی آئی

پی لاؤنچ کی طرف جانے کی بجائے وہیں سے کار میں سوار کر دیا گیا۔!

حالانکہ دی آئی پی لاؤنچ میں عمائدین سلطنت ان کے استقبال کو موجود تھے۔ ایسا شاید انھیں اخبار نویسوں کی فوج سے بچانے کے لئے کیا گیا تھا۔

یہ لوگ جانے کہاں سے اطلاع پا کر ہوائی اڈے پر اکٹھے ہو گئے تھے۔ شاید آسام سے ہی یہ خبر آڈٹ ہوئی تھی کیونکہ دہلی میں تو اس بات کو پوشیدہ رکھا جا رہا تھا۔ گمانی ذیل سنگھ راشٹری ہاؤس پہنچے تو پہلا فون انھیں بھارتی وزیراعظم کا ملا۔

مسز اندرا گاندھی نے انھیں اپنا کتبہ دورہ ملتوی کر کے یہاں آنے کی زہمت دینے پر معذرت کرتے ہوئے مطلع کیا تھا کہ وہ دس پندرہ منٹ تک راشٹری ہاؤس پہنچ رہی ہیں۔

حالانکہ یہ راشٹری ہاؤس کا لچ ٹائم تھا.....!!

گمانی ذیل سنگھ کے عملے کے لوگ جانتے تھے کہ یہ سنگھ صدر ڈسٹن کا بہت زیادہ پابند ہے خصوصاً اپنے ڈاکٹروں کی ہدایت پر وہ انتہائی سادہ لیکن بروقت کھانا کھانے کا عادی تھا۔ لیکن.....!

آج اس نے اپنا کتبہ دورہ کھانا ملتوی کرنے کا ارادہ ظاہر کر کے اپنے عملے کے لوگوں کو قدرے بوکھلا دیا تھا۔

صرف گمانی جی کے پرسنل سیکرٹری کو ہی اس بات کا علم تھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟

گمانی جی بھارتی وزیراعظم کے منتظر تھے۔

انہوں نے چائے کی ایک پیالی پینے پر اکتفا کیا۔

دس منٹ بعد ہی ”راشٹری بھون“ کے عملے کو اطلاع مل گئی کہ بھارتی وزیراعظم بھارتی صدر کی ملاقات کو آ رہی ہیں۔

صدارتی محل کا سارا عملہ ”سیلنڈ بائی“ ہو گیا۔

مسز اندرا گاندھی نے مسئول کے مطابق چائے کی پیالی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر بھار رکھی تھی اور دیویوں کے سے انداز میں دونوں ہاتھ سینے پر باندھے گمانی جی کے سامنے موجود تھی۔

سفید اچکن پر سرخ پھول سجائے گمانی ذیل سنگھ نے بھی ”سیاسی مسکراہٹ“ کے ساتھ وزیراعظم کا استقبال کیا۔

”دونوں سیدھے سینگ روم کی طرف گئے تھے۔“

☆☆☆

مسز اندرا گاندھی کے ساتھ آنے والے خصوصی عملے کے ایک فرد نے جسے بھارتی پریس "آراین کاؤ" کے نام سے جانتا تھا جو "را" کا بانی اور موجودہ سیکورٹی چیف تھا ایک فائل وزیراعظم کو بڑے ادب کے ساتھ تھادی۔

وزیراعظم نے فائل ہاتھ میں پکڑی اور دونوں خصوصی سیننگ روم میں داخل ہو گئے۔ گیانی جی کو حیرت ہو رہی تھی کہ ابھی تک وزیراعظم نے ان کے دورہ آسام کے حوالے سے ایک بھی بات نہیں کی تھی۔

وہ مسلسل پنجاب کی محدود حالت کا ذکر کر رہی تھیں.....!!

جیسے ہی گیانی نے اپنی سیٹ سنبھالی۔ وزیراعظم نے انہیں سکھ دہشت گردوں کی طرف سے ملکی سلامتی کو پیش حالات کی تازہ ترین سمری کے نوٹس پڑھ کر سنانے شروع کر دیے جو ان کے ہاتھ میں موجود فائل میں درج تھے.....!

گیانی جی حیرت سے کبھی وزیراعظم اور کبھی اس فائل کی طرف دیکھ لیتے جو اس سیکورٹی چیف آراین کاؤ نے انہیں تھائی تھی۔

ابھی تک انہوں نے حالات اپنی لوکی رائے نہیں دی تھی.....!!

ان کی گہری خاموشی وزیراعظم کو کھلنے لگی تھی۔

اچانک ہی مسز اندرا گاندھی نے گیانی ذیل سکھ کی طرف نظر موڑا اور ان سے صورتحال پر تبصرہ مانگا تھا۔

گیانی جی نے بڑے محتاط انداز میں گفتگو کرتے ہوئے اپنی راست میں مسز اندرا گاندھی کے دل میں پیدا شدہ خطرات دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

ایک گھنٹے تک وہ انہیں یقین دلاتے رہے کہ صورتحال اتنی گھمبیر نہیں ہے جتنا پنجاب میں موجود اپنے لوگوں کی حمایت سے اس پر قابو پالیں گے۔

انہوں نے بھارتی وزیراعظم کو باور کروانا چاہا کہ پنجاب میں سکھوں کی ایک ہی مضبوط سیاسی جماعت اکالی دل ہے جو ہر طرح ان کے ساتھ ہے اور وقت آنے پر وہ لوگ حکومت کی صفوں میں کھڑے ہوں گے.....!!

دو گھنٹے تک دونوں چارہ خیالات کرتے رہے۔ اس گفتگو کے درمیان گیانی جی نے مسلسل پانی پیا تھا.....

دوسری طرف بھارتی وزیراعظم بھی ایسی ہی صورتحال سے دوچار تھیں..... کیونکہ جس طرف

وہ گیانی جو کولانا چاہتی تھیں وہ بات گیانی ذیل سکھ ماننے کو تیار ہی نہیں ہو رہے تھے۔

اچانک مسز اندرا گاندھی اٹھ کر کھڑی ہو گئیں.....

انہوں نے ڈرامائی انداز میں گفتنی بھائی تھی۔

محافظ کے اندر آنے پر انہوں نے آراین کاؤ کو طلب کیا جو بنجانے کب سے میٹنگ روم سے ملحقہ کمرے میں فائلیں اپنے سامنے رکھے پیش آئندہ حالات کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔

جیسے وہ اندر داخل ہوا اور مودب انداز میں سر جھکاتے ہوئے اس نے کبری سنبھالی تو مسز اندرا گاندھی نے اسے مخصوص اشارہ کیا۔

آراین کاؤ نے ایک فائل کھول کر صدر گیانی ذیل سکھ کے سامنے رکھ دی۔

یہ فائل ایک ٹائم بم تھا.....!

جو بھارتی سکھ صدر کے اعصاب پر پھٹا اور وہ لرز کر رہ گیا۔

تاریخ اپنے آپ کو دہرانے جا رہی تھی.....

ایک سکھ جرنیل سکھوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے لئے اٹاؤلا ہوا جاتا تھا..... فائل میں جنرل رنجیت سنگھ دیال کی طرف سے جی ایچ کیو کورٹ 12 بجے موصول ہونے والا پیغام رکھا تھا۔

"جرنیل سنگھ بھندرا نوالہ ہر مندر صاحب کو بم سے اڑانے پر تیار ہوا ہے۔

مجھے فوراً آدمی کی مدد بھیجی جائے..... فوجی کارروائی ناگزیر ہو چکی

ہے۔"

"جناب صدر! صورتحال اس ٹیلی گرام سے بھی زیادہ کشیدہ ہے۔ پاکستان

نے ہر طرح کا خطرناک اور تباہ کن اسلحہ دربار صاحب میں دہشت گردوں

تک پہنچا دیا ہے۔ یہ لوگ ملکی سلامتی کے لئے چیخ برپا چکے ہیں..... سول

فورسز ان پر قابو پانے میں کھل ٹا کام ہو چکی ہیں اور فوج کا دباؤ ان لوگوں

نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

آراین کاؤ نے اپنی تقریر شروع کی۔

اس نے گیانی جی کے سامنے دربار صاحب کے کمپلیکس کا نقشہ بچھا کر ایک نازک مقام پر لگی رکھتے ہوئے انہیں "اٹ وادیوں" (انہما پسندوں) کے مورچوں کی اطلاع دی اور بتایا کہ

یہاں کس نوعیت کا اور کتنا خطرناک اسلحہ موجود ہے۔

میٹنگ کو 100 منٹ گزر چکے تھے جب اچانک مسز اندرا گاندھی نے ایک ٹائمپ شدہ کاغذ

نکال کر بھارتی صدر کے سامنے رکھ دیا۔

کاغذ پر پڑتے پڑتے تحریر نے ایک مرتبہ پھر گیانی جی کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیے۔
بھارتی آئین کے مطابق ان سے دربار صاحب پر فوجی حملہ کرنے کے ”حکم“ پر دستخط کرنے کی درخواست کی جارہی تھی۔

گیانی ذیل سنگھ نے کاغذ پڑھ کر میر پر رکھ دیا.....!

اتنا اہم فیصلہ کرنے کے لئے اسے کچھ وقت چاہئے تھے۔

لیکن.....!

بھارتی وزیراعظم انہیں ایک لمحہ دینے کے لئے تیار نہیں تھی۔

”صدر میری درخواست ہے کہ ہمیں بدھ گزی پر مجبور کیا جائے“.....!

آراین کاؤ کے الفاظ نے گویا پتھلا ہوا سیسہ گیانی ذیل سنگھ کے کانوں میں اتر چلا دیا۔

یہ کھلی دھمکی تھی.....!!

جاہلیت تھی.....!!

صدر جمہوریہ بھارت کی سربراہی میں تھی.....!!!

لیکن.....!

وہ مجبور تھا.....!

بزدل گیانی سنگھ نے اپنا نام سنگھ تاریخ کے غداروں میں گوانے کا فیصلہ کر لیا تھا.....

وہ موت اور ذلت کے خوف سے لرزاں تھا.....!

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے اپنی زندگی کے سب سے زیادہ بھیاں..... اور مردہ حکم پر دستخط

کئے.....

اس کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے اس نے اپنی موت کا ”بلیک وائرٹ سائن“ کیا ہو۔

”ٹھیک پوسر“

کہتے ہوئے آراین کاؤ نے فائل جھپٹ لی۔

قہر کی دیوی.....

کالی ماتا.....!

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے اسے آنکھ کے اشارے سے باہر جانے کے لئے کہا تھا۔

آراین کاؤ کی روانگی کے چند منٹ بعد ہی مسز اندرا گاندھی مردہ دل بھارتی صدر کے ساتھ

کمرے سے باہر آ گئی۔

اس کے چہرے کی خونی مسکراہٹ بہت گہری ہو چکی تھی۔

گوکہ پرائم منسٹر ہاؤس سے روانگی کے وقت ہی ان لوگوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ”اگر“ ”اگر“

پوائنٹ ”پر بھی گیانی جی سے دستخط کروانے پڑے تو اس سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

لیکن.....!

بزدل سنگھ نے ذرا ہی بھی مزاحمت نہیں کی تھی اور ایک ہی دھمکی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

مسز اندرا گاندھی تھوڑی دیر بعد صفدر جنگ روڈ کی طرف فتح کے نشے میں سرشار اڑی چلی جا

رہی تھی۔

اس نے ایک وقت میں تین شکار کھیلے تھے۔

کانگریس کی ہاری ہوئی باری وہ سکھوں پر حملہ کر کے جیتنا چاہتی تھی اب دنیا کی کوئی طاقت

اسے اگلے ایکشن میں ناکام نہیں کر سکتی تھی کیونکہ ہندو دوث بکے ہوئے پھل کی طرح اس کی

جھولی میں گر پڑتا۔

گیانی ذیل سنگھ بھارت کا صدر لیکن سنگھ تھا۔ ایک سنگھ جرنیل سے اس نے صورتحال کی سنگینی کا

ٹیلی گرام لے کر دوسرے سنگھ صدر سے سکھوں کے جبرک ترین مذہبی مقام کی تباہی کا حکم حاصل کر

لیا تھا۔

اس طرح وہ دنیا کے سامنے سرخرو ہو گئی تھی۔

وہ اقوام عالم کو بتانے جا رہی تھی کہ دربار صاحب میں مورچہ بند سکھ کوئی مذہبی لوگ نہیں اگر

ایسا ہوتا تو ایک سنگھ جرنیل اور دوسرا سنگھ صدر ان کے خلاف حملے کی منصوبہ بندی اور حکم کیوں جاری

کرتے؟

☆☆☆

اپنے راج سنگھاسن کی طرف لوٹتے ہوئے گیانی ذیل سنگھ کا دل خزاں زدہ پتے کی طرف

لرزد رہا تھا۔ آنے والی تباہی کے تصور سے اس کا رداں رواں کانپ رہا تھا.....!

بھارتی صدر جانتا تھا کہ وہ کتنا خوفناک فیصلہ لکھ کر دے آیا ہے۔ اب وہ حکومت کے کسی بھی

ہیوانہ عمل پر احتجاج نہیں کر سکتا تھا.....

اب وہ اس عمل کا حصہ بن چکا تھا.....!

راتوں رات تین لاکھ بھارتی فوج پنجاب کی طرف کوچ کر رہی تھی.....!!

”آپریشن بلیو سٹار“ کا آغاز ہو چکا تھا۔

مکافات عمل عجب تراش دکھائے جا رہا تھا.....!
لیکن.....!

یہ سب کچھ یونہی نہیں ہو گیا تھا.....

تاریخ نے گن گن کر ورق پلٹے تھے.....

مظلوم ظالم..... اور ظالم مظلوم..... یونہی نہیں بن گئے تھے۔ اس کا ایک عمل پس منظر تھا۔

ایک کہانی تھی۔ ایک تاریخ تھی۔

☆ ☆ ☆

13 اپریل 1978ء

اس دن کو تحریک خالصتاً میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے !!
آزادی حاصل کرنے کے 31 سال بعد اور پاکستان کے بازوئے شمشیر زن الگ کرنے
کے محض سات سال بعد براہمن سامراج نے اپنے ہاتھوں اپنے تابوت میں آخری وکیل ٹھونک
دی.....!

کانگریس کے پر فریب نعروں کا شکار ہونے والی سکھ قوم کو احساس ہو گیا کہ ان کی لیڈر شپ
نے 14 اگست 1947ء کو انہیں کوڑیوں کے مول ہندو سامراج کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔

15 اگست 1947ء کو سرکاری حکم کے تحت سکھوں کو ”برائمن پیشہ“ قوم بتانے کے بعد سے
بھارتی حکومت نے قیام بھارت کے ساتھ ہی گویا سکھوں کی تباہی کی بنیاد بھی رکھ دی تھی۔

13 اپریل 1978ء تک بھارتی حکومت ایک طے شدہ سازش کے تحت سکھوں کو مذہبی
معاشرتی اور معاشی طور پر تباہ کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا رہی۔

ان کے گھروں میں جہاں گوروؤں کی تصاویر لٹکائی جاتی تھیں۔ وہیں دیوی دیوتاؤں کی
تصاویر بھی لٹکائی جانے لگیں۔

سکھوں اور ہندوؤں کو ”ایکتا“ کے فریب میں الجھانے کے لئے مشترکہ شادیوں کو روک دیا
گیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی جانے لگی۔

چانکیائی سیاست کے تابع ہندو کا سازشی ذہن کتنا بھیا تک روپ اختیار کر سکتا ہے اور
دوسروں کے گھروں کو جلانے کے لئے ہندو ذہنیت کیا گل نہیں کھلا سکتی۔ اس کا اندازہ اس بات
سے کیا جاسکتا ہے کہ بعض براہمن گھرانے ایک سازش کے تحت اپنے ایک بیٹے کو کیس (سلجہ
ہال) رکھوا کر اسے سکھ بنادیتے تھے۔

اس طرح ہندو نے سکھوں کے سماجی ڈھانچے کو ہی تباہ کر ڈالنے کی سازش چار کر لی تھی۔

بنیادی طور پر سکھ مذہب پرست قوم ہیں.....!

یہ لوگ ”مستتر کے اوچن سے راج“ یعنی تلوار اور طاقت ہی حکومت کی بنیاد ہے کہ پیر

اکالی دل کے ٹکٹ پر ایکشن کرتے۔

سکھوں کے دو مضبوط مذاہب اکھاڑے یا سکول آف اثنا عشر (School of Thought) ہیں۔

- 2۔ اکلنڈ کیرتی جھمکے

اس طرح عملاً یہ کوشش کی گئی کہ گورو واروں کو بھی اکالی دل کے کنٹرول میں رکھا جائے۔ ”ترنکاری“ خطرے کو سب سے زیادہ دمدی نکال اور اکھنڈ کیرتھی جھتے نے محسوس کیا اور داسے درے اس کے خلاف سراپا احتجاج بھی ہوتے رہے لیکن بدامن سیاست کے نثار جانے میں ان کی آواز کبھی ”طلوٹی“ سے زیادہ اثر نہ دکھا سکی۔

☆☆☆

میرا کھی کے متعلق و غباب میں عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ فصلوں کی سڑک کی خوشی میں منایا جانے والا تہوار ہے۔

$$1 \dots \sqrt{+}$$

شاید غیر ممکنہ تو اُم کو اس بات کا علم نہ رہا ہو کہ یہ ممکنوں کا سب سے بڑا مذہبی تہوار بھی ہے۔

اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سکھ قوم بنیادی طور پر سیاست کو دین کا حصہ سمجھتی ہے اور یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ اس ضمن میں سکھوں کے آئری گورو گوہند سنگھ نے اسلامی تعلیمات کا خاصا اثر قبول کیا تھا اور شاعر مشرق کے اس اصول کو:

۱۔ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

پہلے اپنا لہجہ اور مکھ پیاست کا دھارا اسی اصول پر بہتا نظر آتا ہے۔

☆☆☆

جس طرح 52۔ 1ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں کو مسلمانوں کو بچل دینے کے باوجود اس بات کا دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اس خاکسار سے کوئی چنگاری ضرور اٹھے گی اور ان کے اقتدار کو جلا کر رکھ کر ڈالے گی اور اس خطرہ کو بھانپتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد پر کاری ضرب لگانے کے لئے ”مرزائی“ مذہب کو جنم دیا۔ یعنی بھارتی حکومت نے سکھوں کے فرقے ”زنکار“ کو جسے سکھ اپنے مذہب کے مطابق غیر مسلم قرار دیتے آئے ہیں خوب بڑھاوا دیا اور اس نام نیا دھرم کو جس کے ممبران کی تعداد آٹھ لاکھ تھیں کے برابر بھی نہیں تھی ناجائز مراعات دے کر اتنا مضبوط کر دیا کہ بھارتی حکومت کی پشت پناہی سے یہ بول سکے دھرم کے لئے ایک مبلغ

نرفکار یوں کو دھڑا دھڑا ملے کے اسٹفس جاری کر کے جہاں ان کی دھار عام سکھوں کے دلوں پر بٹھانے کی کوشش کی گئی۔ وہاں انہیں مسلسل ہلاشیری کے ذریعے اس قابل بھی دیا گیا کہ وہ طاقت کے بل بوتے پر سکھوں کو نیچا دیکھا سکیں۔۔۔۔۔!

ستھ سیاست چونکہ اکال دل کے گرد ہی گھومتی ہے۔ اور اکالی لیڈر شپ کو قیام بھارت کے ساتھ ہی بھارتی حکومت نے ”در باری سیاست“ میں بری طرح الجھا لیا تھا یہ لوگ سوائے اپنی وزارتوں کے اور کسی مسئلے کو ستھ قوم کا مسئلہ نہیں سمجھتے تھے اسی چکر میں پڑنے رہتے تھے۔۔۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ 1978ء تک اکالی صرف جوڑ توڑ کی سیاست ہی کرتے آئے تھے جب کانگریس کا پلا بھاری ہوتا تو اس کے ساتھ ساز باز کر لیتے اور جب اکالی دھڑا مضبوط ہوتا تو

سکھ مذہب کے مطابق اس روز سکھوں کے آخری گورو گوبند سنگھ جی نے "خالہہ سبایا" تھا یعنی سکھ جو اس سے پہلے یا قاعدہ "سنگھ" نہیں بنے تھے انہیں یا قاعدہ ایک جماعت یعنی (پنتھ) کا روپ دیا۔ اس روز گورو گوبند سنگھ نے ہر سکھ کو اپنے نام کے ساتھ "سنگھ" اور ہر سکھ عورت کو اپنے نام کے ساتھ "کور" لگانے کا حکم دیا جن کے معنی شیر اور شیرنی ہیں۔

جس شکل اور روپ میں ہمیں سکھ آج نظر آتے ہیں۔ یہ روپ سکھوں نے اس روز دھارن کیا (اپنایا) تھا۔

سکھ بیساکھی کو "خالہہ کا جیم دن" کے روپ میں مناتے ہیں۔ اس روز سکھوں کے لئے عید کا سال بندھ جاتا ہے۔ گھر دن اور گورو داروں میں خصوصی تقاریب منائی جاتی ہیں۔

اس روز سکھوں کا اصلی اجتماع ان کے متبرک مذہبی مقام "دربار صاحب" میں ہوتا ہے جہاں سال کا سب سے بڑا "دربار" سبایا جاتا ہے۔

خصوصی عبادت کی جاتی ہیں اور پنجاب کے شہروں میں میلے لگائے جاتے ہیں۔ اس روز سکھ خصوصی اہتمام کے ساتھ اپنا مذہبی لباس زیب تن کرتے ہیں اور سارے پنجاب میں بیساکھی کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔

13 اپریل 1978ء کا دن بھارتی حکومت نے سکھ مذہب پر اپنی دانست میں بھرپور حملہ کرنے کے لئے چنا تھا۔ یعنی 29 سال پہلے 13 اپریل 1949ء کو جلیانوالہ میدان میں فرنگی سامراج نے مسلمانوں اور سکھوں کا قتل عام کیا تھا۔ شاید چاروں کے پیلے ایک مرتبہ پھر اس "فونی روایت" کو دہرائنا چاہتے تھے۔

اس مرتبہ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ سکھوں سے ان کا مذہبی عقیدہ پرست صاحب چھین کر نام نہاد سکھوں "نرنکاریوں" کا اس پر قبضہ کر وادیں گے۔ اس طرح ایک مستقل خطرہ منکھ جاتا اور سکھ روحانی طور پر تباہ ہو کر رہ جاتے۔

مذہبی اور معاشی طور پر نیا سامراج اپنی دانست میں ان کا تیاپانچہ کر ہی چکا تھا۔ اب وہ اس روحانی غذا کے سپلائی سنٹر پر جہاں سے سکھوں کو تھوڑی بہت سپلائی ابھی جاری تھی اپنے قبضے میں لیتا چاہتے جس کے لئے 50 ہزار نرنکاریوں کا اجتماع اسی روز امرتسر میں کیا تھا۔

سکھ اپنے مذہبی اجتماع کو "دربار" کا نام دیتے ہیں

☆☆☆

دربار صاحب امرتسر میں ہزاروں سکھ موجود تھے۔

"ہر مند صاحب" کے سامنے والے تالاب میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی اور سکھ اپنے مذہب کے مطابق "اشنان" کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ سارا محن سکھ سنگت سے بھرا ہوا تھا اور "منجی صاحب ہال" میں دیوان بنایا گیا تھا۔

اس وقت پنجاب پر اکالی دل کی حکومت تھی اور اس وقت کے اکالی دل حکومت کے وزیر مال جتھیا ارجیون سنگھ عمر انگل اس مذہبی اجتماع کی صدارت کر رہے تھے۔

سٹیج پر سکھ دھرم کی روایات کے مطابق دہائی لکسال کے سربراہ کی حیثیت سے سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ اور کیرتی جتھتے کے سربراہ کی حیثیت سے بھائی فوجا سنگھ بھی موجود تھے۔

سر داو عمر انگل کے خطاب کے دوران بھنڈا داں والا کے کچھ اہلکار بھاگتے ہوئے سٹیج تک پہنچے اور انہوں نے بھنڈرانوالہ کو بتایا کہ امرتسر شہر کے "نہمہ چوک" میں 50 ہزار نرنکاری اپنے گورو گورو بچن کی کمان میں جمع ہو چکے ہیں۔

ایک مسلح جلوس کی قیادت گورو بچن سنگھ کی بیوی کلونت کور ایک بالکنی میں بیٹھ کر کر رہی ہے۔ خطرناک ارادے سے اس طرف بڑھ رہا ہے۔ اس جلوس میں زیادہ تعداد مسلح نرنکاریوں کی ہے جو سکھوں کو گالیاں دیتے ہوئے اس طرف آ رہے ہیں۔

نرنکاریوں کے خطرے کو سنت بھنڈرانوالہ نے کبھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔ انہیں اس بات کا ایک مذہبی راہنما کی حیثیت سے احساس تھا کہ ہندو سامراج نے اس فرقے کو سکھوں کے خلاف کس لئے منظم کیا ہے۔

یہ سن کر سنت جرنیل سنگھ سٹیج پر پہنچے اور انہوں نے اکالی وزیر عمر انگل کو مخاطب کر کے نرنکاریوں کے اس خطرناک جلوس اور ان نعروں کی طرف اس کی توجہ دلائی جو نرنکاری بلند کرتے اس طرف آ رہے تھے۔

اس پر عمر انگل نے کھڑے ہو کر اجتماع کو یقین دہانی کروادی کہ جلوس ادھر نہیں آئے گا۔ اس پر سنت جرنیل سنگھ نے کہا کہ اس مذہبی دن نرنکاریوں کا مسلح اجتماع اور سکھ مذہب کے خلاف اشتعال انگیز تقاریر کا کیا جواز ہے جبکہ پنجاب پر سکھوں یعنی اکالی دل کی حکومت ہے۔

عمر انگل نے اس پر سنت جرنیل سنگھ کو قریب آڈالنے ہوئے یاد دلایا کہ بھارت میں سیکولر رائج ہے اور نرنکاریوں کا یہ اجتماع سرکاری اجازت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ سنت بھنڈرانوالہ یہ سن کر خاموشی سے آئے اور کمپلیکس کے دوسرے حصے میں واقع "سرائے رام داس" کی طرف چلے گئے۔

صاف محسوس ہو رہا تھا کہ انہوں نے عمر انگل کی اس ڈانٹ کا برا متاں کیا ہے اور وہ خاصے غصے میں دکھائی دے رہے تھے۔

انہیں سرائے رام داس کی طرف جاتے دیکھ کر اپن کے سینکڑوں پیروکار اور "کیرتی جتھے" کے سکھ بھی اس طرف آگئے جلد ہی وہاں ہزاروں سکھوں کا اجتماع ہو گیا۔

یہاں سنت جرنیل سنگھ نے "سکھ سنگت" سے اپیل کی کہ وہ انہیں اجازت دیں کہ سنت جی اپنے پیروکاروں کا جتھہ لے کر جائیں اور نرنکار یوں کے اس طوفان کو روکنے کی کوشش کریں۔ ان کے پیروکار جانتے تھے کہ یہی بھارتی سرکار کی منشا ہے۔

بھارتی حکومت کو بھی اس بات کا علم تھا کہ سنت جرنیل سنگھ دھرم کے خلاف کوئی حرکت برداشت نہیں کرتے تھے اور جوش میں آکر وہ کوئی غلط قدم ضرور اٹھائیں گے اور اسی چکر میں بھارتی سوسٹ خطرہ ہے اس کا نئے کو نکال باہر پھینکے گی۔

سکھ دھرم کی تعلیمات کے مطابق ان کا کوئی بھی لیڈر اپنی ذاتی حیثیت میں فیصلہ نہیں کر سکتا وہ اپنے ہر فیصلے کے لئے "سکھ سنگت" کی اجازت کا محتاج رہتا ہے۔

سکھ سنگت نے جھنڈرانوالہ کے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور یہ طے پایا کہ سکھوں کے "پانچ پیارے" جو فیصلہ کریں گے ہی مانا جائے گا۔

پانچ پیاروں نے فیصلہ کیا کہ سکھوں کا ایک جتھہ نرنکاری اجتماع کی طرف ضرور بھیجا جائے گا جو انہیں جا کر سمجھائے کہ وہ ایسی حرکات نہ کریں جو سکھوں کو اشتعال دلا کر کسی غلط فیصلے کے لئے مجبور کریں۔

اس ضمن میں ایک مشترکہ کمانڈ کیرتی جتھے اور مدی نکسال کی تیاری گئی جس میں دونوں جتھوں کے "پانچ پیارے" جتھے کی کمانڈ کرنے کے لئے تیار کئے گئے اور 150 سکھ دونوں مذہبی مدارس کی طرف سے ان کی کمانڈ میں "اردا اس" کے بعد نرنکاری اجتماع کی طرف تلے دیے۔ سکھ کوئی بھی اہم کام کرنے سے پہلے ارداس کرتے ہیں۔ جسے ان کے ہاں "ارداسا سورھنا" کہا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ارداسا سو دھنے کے بعد وہ ایسی ممکن نہیں ہوتی۔

ان لوگوں نے اجتماع کی طرف جانے کے لئے "لوہ گڑھ" والا راستہ اپنایا تھا یہ جتھہ اس طرف بڑھ رہا تھا جہاں نرنکاری مسلح اجتماع کر رہے تھے۔

اجتماع سے بمشکل چار سو گز کے فاصلے پر پولیس کے جوانوں نے اس جتھے کا راستہ روکا۔ خیال رہے کہ یہ لوگ بالکل غیر مسلح تھے۔

جتھے کے کمانڈروں نے پولیس سے کہا کہ وہ نرنکاری راہنماؤں سے بات کرنا چاہتے ہیں وہ یہاں لڑنے کے لئے نہیں آئے جس کا ثبوت ان کا غیر مسلح ہونا ہے۔ پولیس نے انہیں اس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

ابھی یہ گفت و شنید جاری ہی تھی جب اچانک اس جتھے پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ مسلح نرنکاری سکھوں پر گولیاں برس رہی تھیں اور پولیس ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ پولیس کے ہندو ڈی ایس پی مسٹر جوشی نے کیرتی جتھے کے سربراہ نو جاسنگھ کی طرف ہسٹول پھینکتے ہوئے کہا۔

"تم اس شرارت کی جزا ہو۔ تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔" اس کے ساتھ ہی اس نے کئی گولیاں نو جاسنگھ کے جسم میں اتار دیں۔ ڈی ایس پی کی طرف سے اشارہ ملنے ہی پولیس نے بھی غیر مسلح سکھوں پر گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ پولیس اور نرنکاری اسکٹھے ہو کر سکھوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے پرامن سکھوں کی لاشیں گرنے لگیں۔ 13 سکھ موقع پر مارے گئے۔ 78 شدید زخمی ہوئے جن میں سے بعض ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور کچھ عرصہ بستری مرگ پر گزارنے کے بعد مر گئے۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس قتل عام کے دوران نرنکاری اجتماع جاری رہا۔ اور اس سانحے کے چار گھنٹے بعد جب ان کے گورد نے اپنی تقریر ختم کر لی تو ان لوگوں نے منتشر ہونا شروع کیا۔ نرنکاریوں کی حفاظت کے لئے پولیس کی زائد نفری پہلے سے موجود تھی۔ ان لوگوں نے امرتسر شہر میں کرفیو کا ساماں پیدا کر دیا تھا اور جس راستے سے نرنکاری واپس جا رہے تھے اسی راستے کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا۔ نرنکاری گورد گورد بچن سنگھ کو پولیس اپنے خصوصی پہرے میں امرتسر کے ہوائی اڈے "راجا سانسی" تک لے کر آئی جہاں سے وہ ایک خصوصی پرواز کے ذریعے دہلی روانہ ہو گیا تاکہ مرکزی حکومت کو اپنی اس خصوصی کارکردگی سے خود آگاہ کر کے داد وصول کر سکے۔

آج سے پہلے سنت جرنیل سنگھ جھنڈرانوالہ کی حیثیت ایک مذہبی راہنما سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔

لیکن.....! 13 اپریل 1978ء کے دن ان کی سیاسی زندگی کا آغاز بھارتی حکومت نے اس خوبی

ڈرامے سے خود ہی کر دیا تھا۔

یہ واقعہ خالصتان کی موجودہ تحریک آزادی کا سنگ میل کہلاتا ہے۔ اس روز سکھوں نے جرنیل سنگھ بھنڈراٹوالے کی کمانڈ میں اپنے علیحدہ وطن کے حصول کا فیصلہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

جس نرنگاری اجتماع سے سکھوں پر گولی چلائی گئی تھی۔ اس میں مہمان خصوصی پنجاب کے مشہور اردو روزنامہ ”ہند سا چار“ کا ایڈیٹر لالہ جگت نرائن تھا۔ یہ وہی لالہ جگت نرائن ہے جسے بعد میں خالصتانی سکھوں نے گولیوں کا نشانہ بنایا۔!!

”سنا پارتی“ کے مقامی لیڈروں کی پشت پناہی بھی حملہ آوروں کو حاصل تھی۔ اس واقعے نے سنت جرنیل سنگھ بھنڈراٹوالہ کی شہرت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔

1۔ پہلی وجہ تو سنت جی کا روایتی نرنگاری مخالفت رویہ جس کی بنیاد پر انہیں سکھ دھرم کا محافظ سمجھا جانے لگا۔

2۔ دوسری اہم وجہ اکالیوں کی مخالفت۔

اکالیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سنت جرنیل کی شکست ان کے سر پر خطرے کی ایک مستقل ٹکڑی لٹک گئی ہے اور جب تک وہ اس خطرے سے اس میں نہیں کر لیتے تب تک ان کی سیاسی دکانداری ڈانواں ڈول رہے گی۔

انہوں نے فوری طور پر سنت جرنیل سنگھ کو اس واقعے کا براہ فہم ادا اور الزام لگایا کہ ان کی وجہ سے 13 سکھ مارے گئے اور درجنوں زخمی ہوئے۔ اکالیوں کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ سنت جرنیل سنگھ کانگریس کا ایجنٹ ہے اور اس نے اکالیوں کی مخالفت کرنے کے لئے یہ سارا ڈھونگ رچایا ہے تاکہ پنجاب میں اکالی وزارت کا خاتمہ کر کے کانگریس کے لئے راہ ہموار کی جائے۔

دوسری طرف پولیس نے بھی سنت جرنیل سنگھ کو اس واقعے کا ذمہ دار قرار دے دیا اسی طرح جب حکومتی اور سیاسی سطح پر سنت جی کی مخالفت شروع ہوئی تو عام سکھ بھی سوچنے لگا کہ ضرور دال میں کالا ہے اور یہ مخالفت ہی دراصل سنت جرنیل سنگھ کی شہرت اور مقبولیت کا باعث بن گئی۔

اب بڑی عجیب صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ ایک طرف اکالی وزارت تھی جو اس واقعے کو دبا کر امن و امان قائم کرنا اور اپنی سرکاری کو

برقرار رکھنا چاہتی تھی۔

دوسری طرف سنت جرنیل سنگھ تھے جو ”سکھ شہیدوں“ کے خون کا حساب طلب کر رہے تھے اور فوری طور پر اس مقدمے کا فیصلہ چاہتے تھے۔

جن لوگوں کو اس قتل عام کے ضمن میں گرفتار کیا گیا ان پر بھنڈراٹوالے خصوصی عدالت میں کیس چلانے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

اس ضمن میں سنت جی کی طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ ہائی کورٹ ججوں کا غیر جانبدار بینل اس واقعے کی تفتیش کرے لیکن اکالی سرکار اس معاملے کو صوبے تک محدود رکھنا چاہتی تھی انہوں نے اسے یکسر رد کرتے ہوئے بھارتی آئین کے مطابق فوجداری مقدمہ قائم کیا اور سب رفاہی سے مقدمہ چلنے لگا۔

☆☆☆

اب تو سنت جرنیل سنگھ اور اکالیوں کے درمیان باقاعدہ ٹھن گئی تھی۔ گو کہ سنت جرنیل سنگھ نے ابھی تک کھل کر اکالیوں کی مخالفت نہیں کی تھی وہ ان سے صرف ایک ہی مطالبہ تکرار کے ساتھ دہرا رہے تھے کہ قاتلوں کو جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

اس کے برعکس اکالی اور کھیل کھیلے جا رہے تھے۔

سکھ سیاست میں بنیادی اہمیت بیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ”گوردوارے“ کی ہے گوردواروں کے انتخابات نزدیک آ رہے تھے اور اکالیوں کو احساس ہو چکا تھا کہ عام سکھ چونکہ ان سے ناراض ہے اس لئے انہیں ”نرنگاری“ اور ”رادھا سوائی“ ووٹ دے گا۔

اس کے لئے اکالیوں نے باقاعدہ سودا بازی کی اور جیلوں میں قید نرنگاریوں سے ایک معاہدہ کر لیا کہ اگر ان کے ووٹ اکالی امیدواروں کو ملے تو اکالی انہیں جیلوں سے رہا کر دے گا۔

اس خفیہ معاہدے کی ضرورت اکالیوں کو کیوں پیش آئی؟ عام سکھوں کی مخالفت کے علاوہ اس کی دو اہم وجوہات تھیں۔

1۔ سنت جرنیل سنگھ بھنڈراٹوالے کی ذاتی کوششوں سے ”اکال تخت“ نے جسے سکھ اناس میں مرکزی اہمیت حاصل ہے نرنگاریوں کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا تھا جب کہ اکالی دل یہ نہیں چاہتا تھا۔

اکال تخت کی طرف سے جاری ہونے والے اس فتویٰ کے بعد اب ہر سکھ کی یہ مذہبی

ذمہ داری بن گئی تھی کہ وہ نرنکاریوں کے خلاف ہر سطح پر بغاوت کرے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

اس ”عکم نامے“ کی رو سے نرنکاری سکھ مذہب کے باغی قرار پائے تھے اور یہ کریڈٹ بھنڈرانوالہ کو مل گیا تھا۔

2۔ عموماً گوردواروں پر اکالی دل نبی کی ایک شاخ گوردوارہ پر بندھک کمیٹی کا قبضہ رہتا تھا لیکن اس مرتبہ بھنڈرانوالے نے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی اور کہا کہ گوردواروں کے انتخاب میں اسی سکھ کو جسے لینے کی اجازت دی جائے جو ”امریت دھاری“ یعنی مکمل سکھ دھرم کا پابند ہو جبکہ اکالیوں کے پاس ایسے لوگ آنے میں تنک کے برابر تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑی مصیبت اکالیوں کے لئے یہ بھی آن کھڑی ہوئی کہ دہائی نکل سال کے سابقہ چیف کرتا سنگھ کا بیٹا امریک سنگھ سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کا صدر بن گیا۔

امریک سنگھ جتنی سنت جرنیل سنگھ کا فرماں بردار تھا اس لئے سنت جی اسے عملی سیاست میں لانا چاہتے تھے اور امریک سنگھ کی روحانی مطابقت کی وجہ سے سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن اور دہائی نکل سال ایک دوسرے کے بہت نزدیک آئے تھے اور جب نرنکاریوں کے خلاف بطور احتجاج دہلی میں ”چپ چلوس“ نکالنے کا اعلان ہوا تو سنت جی کے قسم ہزاروں سکھ نوجوان وہاں پہنچ گئے اور اکالی دل کی مخالفت کے باوجود بہت کامیاب چلو نکالا۔

جب سنت جرنیل سنگھ کی طرف سے گوردوارہ انیش میں ”امریت دھاری“ سکھوں کا اعلان ہوا تو اکالی شپٹا گئے اور انہوں نے سنت جی کو رام کرنے کے لئے اپنے بہت ہوشیار اور گھاگ سیاسی لیڈر اجاگر سنگھ سکھوں کو بھیجا۔ جس نے سنت جرنیل سنگھ نے ملاقات کر کے انہیں اپنے جال میں پھانسا جا ہا لیکن بھنڈرانوالے قابو نہ آئے۔ اس مرحلے پر دونوں کے درمیان بونٹو ہوئی وہ کچھ اسی نوعیت کی تھی۔

اجاگر سنگھ آپ نے یہ کیا مصیبت کھڑی کر دی۔

بھنڈرانوالے..... شرومنی اکالی دل نے اپنے گوردواروں کے انتخابات لڑنے کے لئے جو فارم امیدواروں کا شائع کیا ہوا ہے اس میں یہ بات درج ہے کہ وہ صرف ان امیدواروں کو ٹکٹ جاری کرے گا جن کا سارا خاندان ”امریت دھاری“ ہو گا۔ آپ نے جن کو ٹکٹ جاری کئے ہیں کیا ان کے خاندان ”امریت دھاری“ ہیں۔

اجاگر سنگھ..... سارے امریت دھاری نہیں۔

بھنڈرانوالے..... کیوں؟

اجاگر سنگھ..... سارے امریت دھاری مل نہیں سکتے۔

بھنڈرانوالے..... اگر 46 سال میں آپ لوگ 140 ”امریت دھاری“ سکھ پیدا نہیں کر سکتے تو آپ کو سکھوں پر حکومت کرنے کا حق نہیں دیا جاسکتا۔ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ اور کرسیاں خالی کر دو۔ (خیال رہے کہ شرومنی اکالی دل کو قائم ہوئے 56 سال ہو چکے تھے اور 140 گوردواروں میں انتخاب ہو رہا تھا۔)

اجاگر سنگھ..... آپ کے پاس 140 ”امریت دھاری“ سکھ ہیں۔

بھنڈرانوالے..... ہاں۔ مگر 140 سکھ دیتا ہوں آپ انہیں ٹکٹ جاری کریں۔

اجاگر سنگھ..... مجبوری ہے۔

بھنڈرانوالے..... اگر مجبوری ہے تو صاف کہہ دو کہ ہم کرسیاں نہیں چھوڑنا چاہتے مذہب کے نام پر پا کھنڈ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

☆☆☆

میدان ہاتھ سے نکلا دیکھا کہ اکالی دل نے پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ سنت جی کو کانگریس کی طرف سے بہت سا پیسہ ملا ہے اور وہ اس کے بل بوتے پر اب سکھوں کے گوردواروں پر کانگریس کا قبضہ کر دانا چاہتے ہیں۔

سنت جرنیل سنگھ کی عادت تھی کہ وہ خود پر ہونے والی تنقید کا جواب نہیں دیا کرتے تھے اور اپنا کام کرتے رہے تھے۔ انہوں نے اکالی دل پر آخری چوٹ اس وقت لگائی جب شرومنی اکالی دے کے پردھان عمر سنگھ کے مقابلے پر امریک سنگھ کو کھڑا کر دیا۔

اس سلسلے نے اکالی دل کو بوکھلا کر رکھ دیا.....!!

اس وقت کے اکالی چیف منسٹر پرکاش سنگھ بادل نے اب بھنڈرانوالہ مخالفت کی کمان سنبھال لی تھی۔

اکالی دل نے یہ پروپیگنڈا تیز کر دیا کہ سنت جرنیل سنگھ چونکہ نرنکاری سکھوں کے مخالف ہیں اس لئے انہیں ووٹ نہ دینا چاہئے..... اس ضمن میں اکالیوں نے اپنے ایک خاص رکن سابقہ ڈائریکٹر ہیاتہ پنجاب سردار موہن سنگھ کے ذریعے پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ میں اپیل بھی دائر کر دی۔

لیکن.....!

اپیل ہائی کورٹ نے یہ کہہ کر روک دی کہ اب انتخابات کا اعلان ہو چکا اور ووٹرز لسٹ فائنل ہو چکی ہے۔ اس میں رد و بدل ممکن نہیں۔

اس کے بعد اکالی دل نے جعل سازی کا آغاز کیا اور قریباً ہر نرنگاری اور راجہا سوامی کو ووٹر بنالیا۔

جھتیدار عمرالنگل نے کرناٹک جیل میں بند نرنگاری منزل کے سینئر ممبر گوہند سنگھ سے ملاقات کر کے اسے پیش کش کی کہ اگر وہ نرنگاریوں کو ختم جاری کر دے کہ وہ عمرالنگل کو ووٹ دیں گے تو ان کی رہائی کی کوشش کی جائے گی۔

گوہند سنگھ نے خفیہ ہدایت اپنے پیروکاروں کو جاری کر دی۔ جس میں کہا گیا کہ ہر نرنگاری شرمشی اکالی دل کو ہی ووٹ دالے۔

گوردوارہ انکیشن میں اکالی سرکار نے ہر ممکن بے ایمانی کی اور پولیس کی مدد سے کئی جگہ سٹ جرنل سنگھ کے حامیوں کو ووٹ ڈالنے سے روکا گیا۔ خصوصاً عمرالنگل کی جیت کو ممکن بنانے کے لئے ہر ممکن بے ایمانی کی گئی۔ کیونکہ اکالی دل جانتا تھا کہ اگر عمرالنگل کو شکست ہو گئی تو ان کی سیاست کا جنازہ اٹھ جائے گا۔

عمرالنگل انکیشن میں کامیاب تو ہو گیا۔

لیکن.....!

اکالی دل کو علم ہو گیا تھا کہ اب پنجاب میں ایک مستقل بادشاہ ان کے سر پر مسلط ہو چکا ہے۔

اس گوردوارہ انکیشن نے سنت بھنڈرانوالہ کو ایک ہیرو کی حیثیت سے ابھر کر کے میں اہم کردار ادا کیا۔

4 جنوری 1980ء

سنگھ اتھاس کا اگلا اہم موڑ ہے۔

اکالی دل نے اپنے وعدہ پورا کیا اور نرنگاریوں کی مدد سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد حق نمک اور انکرنے کے لئے ان کے خلاف سرکاری گواہوں کو تھپس سے الگ کر لیا۔ حکومتی سطح پر کوئی ایسے شواہد نہ بھوڑے گئے جن کی مدد سے نرنگاری اپنے انجام کو پہنچتے۔

اس روز کرناٹک کی سیشن کورٹ میں سیشن جج آر ایس گپتا نے نرنگاریوں کو اس مقدمے سے

بری کر دیا۔

حکومتی سطح پر پہلے ہی نرنگاریوں اور اکالی دل کے درمیان یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ فیصلے کے خلاف اپیل نہیں کی جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

اس پر نرنگاری تکبر کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے سکھوں کو طعنہ دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارا گورد 52 آدمی رہا کروا کے لایا تھا جبکہ ہمارے گورد نے 60 آدمی بری کر دائے ہیں۔“

یاد رہے کہ اس مقدمے میں 64 نرنگاری گرفتار ہوئے تھے گورد بچن سنگھ کی ضمانت ہو گئی تھی اور تین ملزم الگ دیکھے گئے تھے باقی نرنگاری گورد کے ساتھ تھے۔

جج نے اپنے فیصلے میں پولیس سرکاری دیکھل اور صوبائی حکومت کو ناقابل ثبوت اور گواہیاں فراہم کرنے کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔

اس صورتحال نے سنت جی کے غصے کو اور بڑھایا۔ اب انہوں نے مکمل آکالیوں کی مخالفت شروع کی اور 13 سکھوں کا خون نرنگاریوں کے ساتھ ساتھ ان کے گلے بھی ڈال دیا۔

وہ اپنی قہاریہ میں سکھوں کو واضح اشارے دینے لگے کہ اگر اکالیوں کی عدالت نے نرنگاریوں کو بری کر دیا ہے تو سکھ ”اکال پرکھ“ (خدا تعالیٰ) کی عدالت کے فیصلے پر عمل کریں۔

اس صورتحال کا نتیجہ تھا کہ سکھوں میں اشتعال بڑھنے لگا۔ دوسری طرف نرنگاریوں کے حوصلے بھی بڑھتے چلے گئے۔

نرنگاری گورد گورد بچن سنگھ نے سنت بھنڈرانوالہ کے خلاف ننگاریہ کا سلسلہ جاری رکھا اسے رد پردہ اکالی دل کی مکمل حمایت حاصل تھی جس کی مدد سے اس نے پنجاب کے کونے کونے میں جا کر سکھوں کو یہ باور کروانا چاہا کہ ان ہنگاموں کی ذمہ داری بھنڈرانوالہ پر عائد ہوتی ہے۔

اکالیوں نے دکھاوے کے لئے دامو کی پابندی اسی پر عائد کی لیکن مرکزی حکومت نے یہ پابندی ختم کر دی اور اسے پولیس کی خصوصی گارڈ بھی مہیا کر دی گئی۔ پولیس کی سنگینوں کے سامنے میں گواہ نے پنجاب کا دورہ کامیاب بنالیا لیکن چند ہی روز بعد 24 اپریل 80ء کو جب رات کے ساڑھے گیارہ بجے گورد بچن سنگھ اپنی بیوی کلونت کور اور نرنگاری سیوا اول کے کمانڈر انچیف پر تپ سنگھ سمیت نرنگاری بھون کے سامنے ایک ”سہاگم“ سے دایس پہنچا تو کسی نے نرنگاری بھون کے کمرے سے ہی گولی چلائی جس سے اس کا کمانڈر انچیف پر تپ سنگھ اور گورد بچن سنگھ موقع پر ہی مارے گئے۔

نرنگاری کبھی گوبند سنگھ نے اس قتل کا الزام سنت جرنیل سنگھ بھنڈراوالہ پر لگایا اور اسے پولیس کو دیئے گئے بیان میں بھنڈراوالہ کے ساتھ یہ بات کہی کہ بھنڈراوالہ نے نرنگاری گورنمنٹ کے قتل کا اپنے پیروکاروں کو نہ صرف حکم دیا بلکہ اسے ”پتہ“ کی بڑی خدمت بھی بتایا۔

بھنڈراوالہ کی اس بات کی کوئی تردید نہیں تھی کہ ان پر کیا الزام لگایا گیا اور کون لگا رہا ہے۔ نرنگاری گورو کے قتل پر انہوں نے قاتلوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے علی الاعلان کہا۔

”گورنمنٹ سنگھ کے قاتلوں نے سکھ قوم کی پاؤں تلے روندی گئی عزت مارتی ہوئی سوچھ اور اپنی ماں کے بچے دودھ کی لاج رکھی ہے اور گردن پر گھٹنا رکھ کر شہیدوں کے خون کا بدلہ لیا ہے۔“

☆☆☆

پر تپ کور نام تھا اس کا.....!!
 عمر تو اس کی چالیس کے لگ بھگ رہی تھی۔
 لیکن.....

اس عمر میں وہ سر تپا قیامت تھی۔ بہت بڑے سرکاری افسر کی بیوی ہونے کے ناطے اس نے بڑی تیزی سے کامیابی کی منازل طے کی تھیں۔

امر تسر سے لہو ہیا نے تک اس کی دھوم مچی تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ اس کے خاوند کی تیزی سے شرقی کا راز کیا ہے!

پولیس انسپکٹر سے وہ دنوں میں ایس ایس ایس بنا تھا۔ اس کے کورس فیلو حیران تھے کہ مہندر سنگھ کو کون سے ایسے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں جنہوں نے اسے یوں دیکھتے ہی دیکھتے زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔

حالانکہ.....!

وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کے لئے ہمیشہ ایک بدتمیز داغ رہا تھا.....

اس کی رشوت ستانی کے قصے زبان زد خاص و عام تھے۔ بے گناہوں کا گناہ گار اور گناہ گار کو بے گناہ ثابت کر دینا مہندر سنگھ کے بائیں ہاتھ کا کھیل رہا تھا۔ اس نے اپنی سرورس میں نبھانے کتنے قاتلوں کو بری کر دیا اور کتنے بے گناہوں کو تختہ دار پر پہنچایا تھا۔

خیرت کی بات تو یہ تھی کہ جس شہر میں بھی تعیناتی ہوتی اس کے قصے اس کی اس شہر میں آمد سے پہلے ہی یہاں پہنچ جاتے اور اخبارات اس کی آمد سے پہلے ہی آسمان سر پر اٹھا لیتے۔

لیکن.....!

جیسے ہی وہ اپنا چارج سنبھالا آہستہ آہستہ سب نارمل ہو جاتا۔

لوگ کہتے تھے اس کے پس پردہ پر تپ کور تھی..... کسی بھی اخبار کے ایڈیٹر کو اس کی کھس ایک جھٹک ہی کافی تھی.....!

اس کے پاس کسی کو بھی ”رام“ کر لینے کے لئے سب کچھ تھا۔ حسن جوانی، دولت شباب اور

سب سے بڑھ کر دھمکی.....!!

وہ دھمکی جس پر وہ عمل کر دینے کی قوت بھی نہ تھی۔ جب کبھی بھی ایماء ادا فرماتے ہر مہندر سنگھ کی حرکات کا نوٹس لیا اسے منہ کی نکالی پڑی۔

پر تپ کور ایک رات گھر سے باہر رہتی اور سارا کام ”او۔ کے“ کر دے واپس لوٹ آتی۔ اس کی رہنمائی زبان زد خاص و عام تھیں۔ بڑے بڑے اعلیٰ افسران اس کی قربت کے مشتاق رہتے تھے۔ جس شہر میں بھی وہ ہوتی وہاں کی راتیں اس کے دم سے دن کی روشنی کو شرماتے نکلتیں.....!!

کوئی غریب اس کے بغیر کھل نہیں ہوتی تھی۔ پر تپ کور کو علم تھا کہ کس افسر کی کون سی نبض پر ہاتھ رکھ کر وہ کام کر سکتی ہے۔

لیکن.....! جس روز لوٹاں نے سنا کہ اس نے دوبار صاحب میں مستقل ڈیرے ڈال دیے ہیں تو بڑے بڑوں نے اپنے قانون میں اصلاحیں لے لیں۔

نجانے اسے کیا ہوا کہ ایک روز جب وہ جانے کس تربنگ میں دوبار صاحب پہنچنے لگی تو وہاں سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کا گور بانی رہنکار ہو رہا تھا۔ خدا جانے اس کے دل میں کیا سوائی کہ واپسی کا ارادہ ترک کر کے وہ سنت جی کا لیکچر سننے لگی۔

اس کے ہمراہی حیران تھے کہ پر تپ کور چھٹ کر ٹھننے کا بیام ہی نہیں لے رہی تھی۔ پہلے تو انہوں نے اسے بھی پر تپ کور کی کوئی ادا جانا اور سوچا کہ وہ فحشوں دیر بعد اٹھ کر آجائے گی۔ لیکن.....!

ان کی حیرت پریشانی کا روپ دھار بنے لگی جب پر تپ کور نے جانے سے صاحب انکار کر دیا اور کہا کہ اب وہ باقی ساری زندگی سنت جی کے چرنوں میں ہی گزارے گی۔

اس کے خاندان اور دو جنونی عاشقوں نے اس نیک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ پر تپ کور نے اپنے تمام پرانے ناطے توڑ دیے تھے اور سب کو ملنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس کی ایک ہی خواہش تھی کہ کسی بھی طرح سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے قدموں میں اسے جگمگ جائے۔

تین روز تک وہ دوبار صاحب میں سنت جرنیل سنگھ اور ان کے جتھے کے لوگوں کی ”سیوا“

کرتی رہی۔ اس نے ننگر خانے میں ”سیوا“ کرنے کی ڈیوٹی سنبھالی تھی اور یہاں دیوانہ وار کام کر رہی تھی۔

لوگ حیران تھے کہ اتنی ماؤزن اور عیاش عورت پر سنت جرنیل سنگھ نے کیا سحر چھوٹک دیا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر صرف دھرم کی پرچارک بن گئی ہے۔

اخبارات نے پر تپ کور سے متعلق عجیب عجیب افسانے تراشے کسی نے اسے پر تپ کور کی ادا جانا اور کسی نے اس کا ”پراسچھت“ قرار دیا..... جلد ہی اخبارات کو بھی یقین ہونے لگا کہ وہ کوئی ڈرامہ نہیں رچا رہی واقعی اس نے خود کو کچھ دھرم کی ”سیوا“ کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔

دو مین رڈز پر تپ کور نے سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے ہاتھوں ”امرت سچار“ کر لیا۔ امرت سچار کرنے کے بعد کوئی بھی کھل کھل سکھ بن جاتا ہے اور اسے صبح شام نہ صرف ”گور بانی“ کا دو تین ٹھٹھے پانچ کرنا پڑتا ہے بلکہ زندگی بھر کبھی شراب نشہ آور اشیاء اور گوشت اٹھ وغیرہ کو چھو بھی نہیں سکتا۔ یہ معمولی فیصلہ نہیں تھا۔ زندگی کی ساری عیاشیوں کو اچانک ”تیاگ“ کر یہ راستہ اپنا لینا کمزوری کی دھار پر چلنے والی بات تھی۔

یہ اس دن اس نے دوبار صاحب ہی میں بسر کئے تھے۔ اس درمیان اس کی قیمتی پوشاک اتر چکی تھی اپنے جسم پر موجود تمام زیورات اس نے سنت جی کے قدموں میں رکھ کر ان کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی ”بھنڈرانوالہ جتھے“ کے سپرد کر دینے کا اعلان کیا تھا اور ”سکھی ہانا“ (ایک مخصوص لباس جو بہت سادہ ڈھیلا ڈھلا اور سوتی کپڑے کا بنا ہوتا ہے) پہن لیا تھا۔ اس نے اپنے سر پر جتھے کی سکھ عورتوں کی طرح پگڑی باندھ لی تھی جس پر دو پٹہ اوڑھا جاتا تھا۔ پر تپ کور کے گلے میں نہ صرف چھوٹی سی کرپان رہتی تھی ایک بڑی کرپان اس نے اپنے ہاتھ میں بھی تھامنا شروع کر دی تھی۔

☆☆☆

سنت جرنیل سنگھ اپنے جتھے کے ساتھ ان دنوں پنجاب کا طوفانی دورہ کر رہے تھے۔ وہ گاؤں گاؤں جاتے۔

سکھوں کو ان کی مذہبی تعلیمات سے آگاہ کرتے.....!

ان کے تباہ شدہ حال اور بھیا تک مستقبل کی تصویر انہیں دکھاتے۔

اور.....

انہیں اپیل کرتے کہ اب بھی وقت ہے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں اور ہندوؤں کے

ان کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ رہنا ناگزیر تھا.....!

اور

اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ سنت جرنل سنگھ کے نزدیکی حلقے میں انٹیلی جنس کے آدمی داخل ہوائیں۔

دوسری طرف سنت جرنل سنگھ کی حفاظت کی ذمہ داری سنگھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پردھان امریک سنگھ نے سنبھال رکھی تھی۔ سینکڑوں کی تعداد میں پنجاب کے کونے کونے سے سکھ نوجوان ان کی حفاظت کے لئے موجود رہتے تھے۔ یوں تو سنگھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ہزاروں کارکن سنت جی کا دم بھرنے لگے تھے اور بھنڈرا نوالہ کی شکل میں انہیں ایک ایسا راہنما میسر آ گیا تھا جو ان کے مفادات پر سودے بازی کئے بغیر ان کے مستقبل کو داؤ پر لگائے بغیر اور ہندو کی سازش کو سمجھتے ہوئے ان کی راہنمائی صحیح منزل کی طرف کر رہا تھا لیکن سینکڑوں نوجوان وہ تھے جو اپنا گھریا چھوڑ کر امرتسر میں ان کے گرد جمع ہونے لگے تھے.....!

ان نوجوانوں کی کمانڈ امریک سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔

امریک سنگھ لکسال کے سابقہ جمہیدار اور سنت جرنل سنگھ بھنڈرا نوالہ کے پیٹرو کا بیٹا تھا۔ اس طرح اسے سنت جی سے ایک روحانی نسبت بھی تھی جو روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

اس مرتبہ جب سنت جرنل سنگھ اپنے جتھے کے ساتھ پنجاب کے دورے پر نکلے تو جہاں امریک سنگھ اور اس کے درجنوں ساتھی سنت جی کے باڈی گارڈز اور ”سیوا داروں“ کے روپے میں ان کے ہمراہ چل رہے تھے وہاں پر تاب کور بھی ان کے ساتھ تھی۔

اس نے روایتی سکھ عورتوں کی طرح خود کو سکھی اصولوں کے مطابق ہتھیاروں سے سجا رکھا تھا۔ دن رات گودہ گور بانی پڑھتی اور سنت جی کی بڑھ چڑھ کر سیوا کرتی تھی۔

اتنی مشہور اور موسائٹی کی جانی پیمانی عورت کو سنت جرنل سنگھ کے ہمراہ دیکھ کر لوگ بہت متاثر ہوتے تھے اور بہت سے نوجوان پر تاب کور کے ”درشن“ کرنے کے لئے بھی سنت جی کی محفل میں آ جایا کرتے تھے۔

اس مرتبہ جب سنت جی اپنے دورے سے واپس لوٹے تو ان کے پیروکاروں نے اس بات کو بطور خاص محسوس کیا کہ اس مرتبہ ان کا دورہ اُمید سے بڑھ کر کامیاب رہا ہے اور بہت زیادہ

ہاتھوں بندروں کی طرح ناپنے کی بجائے اپنے قومی شخص کی فکر کریں جسے چاہ کرنے کے لئے بھارتی حکومت ایزی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔

سنت جرنل سنگھ جس گاؤں یا شہر میں تبلیغ کے لئے جاتے وہاں کے سکھوں کو خاص طور پر اس بات کی نصیحت کرتے کہ وہ مسلح رہا کریں۔

ان کی یہ خصوصی ہدایت تھی کہ پنجاب کے ہر دیہات میں دو موٹر سائیکل اور چار رائفلیں ہونا ضروری ہیں۔

وہ سکھوں سے کہا کرتے تھے کہ ان پر ایک خوفناک رات مسلط ہونے والی ہے اور قہر کی ایسی آندھی ان پر ٹوٹے گی جس کے سامنے انہیں اپنے جسموں کے بند باندھنے ہوں گے۔

وہ اپنے پیروکاروں کو بتایا کرتے تھے کہ جس طرح ان کے گورد صاحبان نے ہر سکھ کو ”شستر دھاری“ (سلاح) پہننے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد کسی بھی سکھ کا غیر مسلح رہنا ٹھیک نہیں۔

اس کے ساتھ ہی وہ اپنے پیروکاروں کو جدید اسلحہ اپنے پاس رکھنے اور اس کی تربیت حاصل کرنے کا درس دیا کرتے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ زمانے کے حالات کے مطابق ان لوگوں کو ہتھیار اٹھانے چاہئیں۔ کرپان سکھ کی شان ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کچھ صرف کرپان پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہے بلکہ اسے جدید اسلحہ بھی اپنے پاس رکھنا چاہئے.....!

سنت جی کے ان بیانات کو حکومت بے حد تشویش کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ گودہ کوئی پڑھے لکھے آدمی نہیں تھے اور انہوں نے سکول میں صرف پرائمری تک ہی تربیت حاصل کی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے پہلے پہل ان کے بیانات کا بارہوش نہیں لیا۔

لیکن.....!

اب بھارتی حکومت محسوس کرنے لگی تھی کہ سنت جرنل سنگھ آتش فشاں ہے جو کسی بھی لمحے پھٹ جائے گا۔

انہیں دن رات یہی فکر دامگیر رہتی تھی کہ سنت جی کے اٹھائے ہوئے طوفان سے کیسے عہدہ برا ہوا جائے۔

اس کے لئے ضروری تھا کہ کسی بھی طرح ان کے جتھے میں اپنے ”مداخلت کا“ داخل کئے جائیں۔ بھارتی انٹیلی جنس کو اب سنت جی کی نظر میں ایسا طوفان دکھائی دینے لگا تھا جو کسی بھی لمحے ان کو راکھ کی طرح اڑا لے جاتا۔ انہیں سنت جی کے پل پل کی خبر چاہئے تھی۔

تعداد میں سکھوں نے ”اسرے سچا“ کیا ہے.....!!

دورے سے واپسی پر امریکہ سنگھ نے پرتاب کور سے خصوصی ملاقات کی وہ اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں پرتاب کور کی شکل میں بھارتی انٹیلی جنس نے اپنی ایجنٹ تو ان میں داخل نہیں کر دی۔

امریکہ سنگھ اندازہ نہ کر سکا کیونکہ اسی کی تنظیم کا دوسرا سرکردہ رہنما ہر مندر سنگھ سندھو جو قیصریشن کا جنرل سیکرٹری تھا۔ پرتاب کور کی شخصیت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا رہا۔

جب بھی امریکہ سنگھ کو اس پر شک گذرتا ہر مندر سنگھ سندھو فوراً گفتگو کا رخ بدل دیتا اور کبھی اس کا خیال بھی اس طرف نہ جانے دیتا (یہ وہی ہر مندر سنگھ سندھو ہے جسے بعد میں سکھ حریت پسندوں نے 1990ء میں انداری کے الزام میں مار ڈالا تھا۔)

پرتاب کور کی سرگرمیاں پہلے پہل تو بھنڈرانوالہ جتھے کے کچھ جانوروں کے نزدیک مشکوک تھیں پھر انہیں اس بات کا یقین کرنے لگا کہ واقعی پرتاب کور اب وہ نہیں رہی اور اس کی آمد بھی کسی سازش کی کڑی نہیں.....!!

پرتاب کور کو اب بھنڈرانوالہ جتھہ کا خاصا اعتماد حاصل ہو گیا تھا اور اس کی سرگرمیاں بھی روز بروز بڑھنے لگی تھیں۔ وہ نہ صرف سنت جی کے قصبے سے ساتھ جاتی بلکہ اب اس نے باقاعدہ ”کیرٹن“ (سکھوں کا مذہبی گانا) بھی شروع کر دیا تھا.....!!

کچھ عرصہ بعد پرتاب کور نے اسرے شہر کے ماڈرن علاقے میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ لیکن.....!

پرتاب کور نے اپنے پولیس آفیسر خاوند کی شکل دیکھنے سے بھی انکار کیا تھا۔ اس کی وجہ سے اس نے یہ بتائی کہ اس کا خاوند اس پولیس کا کارندہ تھا جس نے سنت جی کے سرائیوں پر قلم ڈھلایا تھا۔

پرتاب کور نے اپنے خاوند سے کہا تھا کہ وہ استعفیٰ دے کر اس کی طرح سنت جی کے جتھے میں شامل ہو جائے اور ”سکھ پنٹھ کی چڑھ دی کلا“ کے لئے کوشاں ہو.....! اس طرح پرتاب کور راتوں رات سکھوں کے دھارمک حلقوں میں مقبولیت حاصل کرنے لگی۔

اس کے اس اقدام کو بہت سراہا گیا۔

وہ اخبارات جو پرتاب کور کو فاحشہ اور ریاکار عورت لکھا کرتے تھے اب اسے سکھ دھرم کی عظیم ہیروکار تھیں لکھتے تھے۔

اسرے کے بجلی گھر انٹر ویکشن سنٹر پر موت کا سناٹا طاری تھا۔

صرف پہرے والوں کے قدموں کی چات تھی جو کبھی کبھی اندھیرے کے اس سناٹے میں چیخ بن کر گونجنے لگتی تھی۔

بجلی گھر کا انٹر ویکشن سنٹر مقامی آبادی کے لئے دہشت اور خوف کی علامت بنا ہوا تھا۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک مرتبہ اس میں داخل ہونے والا اول تو زندہ باہر آ ہی نہیں سکتا اگر خوش قسمتی سے آ بھی جائے تو اس کا جسم کبھی مکمل نہیں ہوتا۔

جس وحشیانہ طریقے سے یہاں مشتبہ دہشت گردوں کی تفتیش کی جاتی تھی اس کی کہانیاں ایک طرح سارے پنجاب اور بھارت میں پھیلنے لگی تھیں۔

کبھی کبھی جب اسرے کے کسی نوائی قصبے یا دیہات میں کسی ”پولیس جعلی مقابلے“ میں مارے جانے والے نوجوان کی سخی شدہ لاش ملتی تو علاقے میں کھرام مچ جاتا۔

عموماً یہ لاشیں ناقابل شناخت ہوتی تھیں۔ جسم پر اتنا تھکد کیا جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کا کایہ منہ کواٹھانے لگتا تھا۔ بجلی کے شاک سے جسم جلانا تو معمول کی بات تھی یہاں متعدد ایسی لاشیں ملتی تھیں جن کے جسموں میں سوراخ کئے ہوئے ہوتے تھے۔

یہ وحشت اور بے بنیت کی انتہا تھی۔

ان لوگوں کا تعلق سنت جرنل سنگھ بھنڈرانوالہ کے جتھے سے تھا جیسے ہی انٹیلی جنس کو خبر ملتی کہ سنت جی کے جتھے میں فلاں نوجوان حریت پسندانہ کاروائیوں میں ملوث ہے اسے بڑے پراسرار طریقے سے اغوا کر لیا جاتا۔ ان دنوں نوجوانوں کو دربار صاحب یا ان کے گھروں سے اغوا نہیں کیا جاتا تھا بلکہ گھر اور دربار صاحب کے راستے ہی سے وہ غائب ہو جاتے تھے۔

کہیں بھی راہ چلتے ایک ”چھپی“ جب ان کے نزدیک آ کر رکتی جس میں سے پانچ چھ مسلح سفید پوش برآمد ہوتے اور اس نوجوان کو اٹھا کر جیپ میں پھینک دیتے۔ کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ ایسی پراسرار جیپوں کی طرف نظر اٹھ کر دیکھنے کی ہمت بھی کرے لوگ چپ چاپ کان لپیٹ کر نکل جایا کرتے تھے۔

اسرے میں ایسے اغوا ہونے والے نوجوانوں کی منزل بجلی گھر کا یہ تفتیشی مرکز تھا جہاں قصائی نما

درد نے انگلی جس افسران کے روپ میں کسی بھی ایسے شکار کے منتظر رہتے تھے۔ کسی بھی ایسے نو جوان کو دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں خون اتر آتا۔

وہ دردوں کی طرح اس پر پل پڑتے اور تب تک اسے درد کی کا نشانہ بناتے رہتے جب تک کہ وہ بے ہوش نہ ہو جاتا۔

ہوش میں آنے پر اس نو جوان کو پانچ منٹ کی مہلت دی جاتی جس کے بعد تشدد کا عمل دوبارہ شروع ہو جاتا اور اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا جب تک کہ اس کے جسم اور روح میں تعلق قائم ہے۔ اس کے بعد اس کی لاش پولیس ٹرک میں ڈال کر کسی نامعلوم مقام کی طرف روانہ کر دی جاتی جہاں پولیس نے جیلے لاش پھینک کر ہوائی فائرنگ کر کے مقابلے کا تاثر دیتے اور پھر اس کی لاش پولیس کارروائی کے بعد درج کے حوالے کر دی جاتی۔

اخبارات کو ان لاشوں کی تصاویر شائع کرنے کی اجازت نہیں تھی نہ ہی ان کے "اسٹیم سنکار (آخری رسوائی) کی ادائیگی کی اجازت دی جاتی تھی۔ پولیس اپنے چہرے میں لاش کو "شہنشاہ گھاٹ" تک لے جاتی اسے نہ آتش زد کیا جاتا۔

اکثر یہ بھی ہوتا کہ لاش کے ساتھ وہی اپنے پیارے کے آخری درشن نصیب نہیں ہوتے تھے۔

ایس پی بھلہ کی اس وقت آدمیوں تو اپنے ہی بات نہیں تھی کیونکہ وہ رات کے کسی پہر بھی اچانک کسی خفیہ مشن پر یہاں آ جایا کرتا تھا۔

لیکن.....

چونکا دینے والی بات تو اس کے ساتھ کسی کی موجودگی تھی۔ اندھیرے میں ایس پی کی جیب کے اندر موجود دوسرے آدمی کا چہرہ صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے سم کو چار میں اس طرح پٹیٹ رکھا تھا کہ سر پر بندھی بگڑی اور آنکھوں کے علاوہ قریباً سارا جسم ہی چھپا ہوا ہے۔

ایس پی بھلہ کی جیب پر نظر پڑتے ہی پہرے والوں نے دروازے کھول دیئے تھے۔ اس کی جیب قطعاً عمارت کے دروازے سے گزرتی سیدھی اپنے آفس کے سامنے جا کر رک جاتی تھی۔ جس کے باہر مستعد گارڈز اس کے احترام کے لئے موجود تھے۔ ایس پی بھلہ کے گارڈز جانتے تھے کہ ایک لمحے کی بیندانی کی جان کا عذاب بن جائے گا۔

یہاں معمولی غفلت کی کم از کم سزا لازماً تھی۔ اس لئے ایس پی یہاں موجود ہو یا نہ ہو یہ لوگ ہر وقت چوک رہتے تھے۔ معمولی آہٹ پر ان کے ہاتھ بے اختیار انکلوں کے ٹریگرز کو

چھوٹے لگتے۔

جیسے ہی ایس پی بھلہ کی جیب آئی۔ ایک مستعد محافظ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ آج بھی معمول کے مطابق ایس پی صاحب جیب خود چلا رہے تھے۔ وہ رات کے کسی بھی پہر میں عموماً اکیلے ہی اس طرف آیا کرتے تھے یا کبھی کبھی کوئی "مخبر" ان کے ساتھ ہوتا لیکن آج آنے والے نے جس طرح اپنی شناخت چھپانے کی کوشش کی تھی اس سے پہرے داروں کا چونکنا ضروری تھا۔

دوسری سمت کا دروازہ جس گارڈ نے کھولا اس نے یہ بات خاص طور سے نوٹ کی کہ ایس پی صاحب کے ہمراہ آنے والے نے زمانہ جوتے پہن رکھے ہیں جس کا مطلب تھا کہ وہ کوئی عورت ہے.....!!

اس سے زیادہ اندازہ وہ نہ لگا سکا۔

اسے اس بات کا بھی علم تھا کہ اگر یہ اطلاع اس نے آگے نکل گئی تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ وہ بے چارہ یہ بات کسی سے کہ نہیں سکتا تھا۔

کون تھا؟.....

معمول کے مطابق اس کے دوسرے ساتھی نے دونوں کے دفتر پہنچنے کے فوراً بعد اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"معلوم نہیں میں نے غور نہیں کیا۔"..... اس نے جواب دیا۔

"یار مجھے تو کچھ گڑبڑ دکھائی دیر ہی ہے۔ دال میں کچھ کالا ہے" پہلے نے اپنی رائے ظاہر کی۔

"پرکاش ایسے خوف نہ ہو۔ تم جانتے ہو اگر اس گھٹو کی ہینک بھی ایس پی صاحب کے کانوں میں پڑھے گی تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔"

پہلے نے اپنے ساتھی پرکاش سے کہا۔

"ہاں یار ہمیں کیا رزک (جہنم) میں جائے جو کوئی بھی ہے۔ ہمیں تو اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔ گدھے کا ماس کتنا کھائے۔"

پرکاش نے بھی صورت حال کی سنگینی کا احساس کر لیا تھا۔

دونوں خاموشی سے اپنی جگہ جم کر کھڑے ہو گئے۔

☆☆☆

ایس پی بھلہ نے اپنے کمرے کی واحد کھڑکی کے سامنے پردہ تان لیا تھا اور اپنے پہرے داروں کو سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ کسی کو اس ایریا میں بھی آنے کی اجازت نہ دیں۔

آج خلاف معمول اس نے اپنے کسی ماتحت کو چائے یا کافی کے لئے بھی نہیں کہا تھا اور نہ اس کی عادت تھی کہ دو کم از کم چائے یا کافی ضرور منگوا کر پیتا تھا۔

اپنے کمرے کو ڈبیل لاک لگانے کے بعد جب ایس پی صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے اور ان کے بھرائی کو اطمینان ہو گیا کہ اب وہ یہاں مکمل محفوظ ہے تو اس نے اپنے جسم پر لپٹی چادر اتار کر کرسی پر رکھ دی۔

یہ پر تپ کور تھی.....!!

بھارتی انٹیلی جنس ”را“ کا سب سے کامیاب کردار۔

انہوں کی طاقت کو اندر سے توڑنے کے لئے سب سے موثر ہتھیار.....

اور.....

منٹ جرنیل سید جیٹا رائوالہ کے قریبی ساتھیوں میں ہر ہندو سنگھ سندھو کے بعد ”را“ کی سب سے مضبوط ایجنٹ۔

ایس پی بھلہ جو اپنی شرابی نوشی اور زنا کاری کی وجہ سے سارے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں بدنام تھا۔ پر تپ کور کے سامنے بھی ان کی طرح بیٹھا تھا..... اور اس نے اپنے لاکر کا تالا کھولا اور تصویر کا ایک البم نکال کر پر تپ کور کے سامنے رکھ دیا۔

”کوئی سیوا ہو تو حکم کیجئے“..... کہتے ہوئے وہ اس کے سامنے میز پر بیٹھ گیا۔

مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، موائے اس کے کہ میری سہاں آمد کی کسی کو کانوں کانوں خبر نہیں ہوئی چاہئے..... پر تپ کور نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

البم میں لگی تصاویر کو وہ بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ایس پی بھلہ گردن لیس کر کے اسی کی طرف متوجہ تھا کیونکہ دونوں کے درمیان میز حائل تھی۔

بالا آخر پر تپ کور کی نظریں ایک تصویر پر جم کر رہ گئیں.....!

تصویر کے خدو خال پر غور کرنے کے بعد اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنا سر کرسی کی پشت سے نکالیا۔

یوں دکھائی رہا تھا جیسے وہ چشم تصور میں کسی کا چہرہ لا رہی تھی.....!!

چند سیکنڈ تک تصویر پر نظریں جمانے کے بعد اس نے دوبارہ وہی انداز اختیار کیا پھر بڑے اعتماد سے اس نے اپنے ہاتھ کی انگلی تصویر بجا دی.....

”یہی ہے“..... اس نے کہا.....

”ہوں..... ایس پی بھلہ کے منہ سے بھی ہوں نکلی اور اس نے فوراً ہی ٹیلی فون پر کوئی نمبر ملانا شروع کر دیا۔

شاید دوسری طرف اسے کسی کے فون اٹھانے کا انتظار تھا.....

دو تین منٹ تک گھنٹی بجتی رہی پھر کسی نے فون اٹھا لیا تھا.....!

”سر! زہمت کی معافی چاہتا ہوں لیکن مجھے اس وقت کشمیر، سنگھ سے متعلق رپورٹ چاہئے“.....

شاید دوسری طرف کوئی سینئر آفیسر تھا۔

لیکن.....!

خصوصی اختیارات رکھنے کے سبب ایس پی بھلہ کو ان آفیسروں کو بھی پرواہ نہیں رہی تھی اور بڑے بڑے آفیسر بھی جانتے تھے کہ اگر کسی نے اس کے حکم کے سر تابلی کی..... یا اس پر اپنی آفسری کا رعب جتانے کی کوشش کی تو اس کا انجام بھی اچھا نہیں ہوگا۔

دوسری طرف فون اٹھ کر نے والے نے شاید اسے کچھ دیر انتظار کرنے کے لئے کہا تھا اس درمیان وہ اپنے کسی اپنی ہی طرح خواب خرگوش کے مزے لینے والے ماتحت سے کشمیر، سنگھ کی رپورٹ مانگ رہا تھا کہ ایس پی بھلہ کے حکم کی فوری تعمیل کی جائے۔

پر تپ کور اور بھلہ باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران پر تپ کور نے اسے دربار صاحب میں تازہ دسلے کی آمد کی خبر سے مطلع کیا تھا۔

جنس پر ایس پی بھلہ صرف مسکرا کر رہ گیا۔

پر تپ کور کو اس بات کی سمجھ ہی نہ آ سکی کہ ”را“ کی مدد سے بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے جو خفیہ ایجنسی ”تھرڈ ایجنسی“ کے نام سے بے تحاشہ اختیارات سونپ کر قائم کر دی تھی۔

یہ اسی ”تھرڈ ایجنسی“ کا کارنامہ تھا.....!

تھرڈ ایجنسی نے مسز اندرا گاندھی کے حکم پر اپنا خونی جال دربار صاحب پر پھیلا نا شروع کر دیا تھا۔ یہ لوگ الگ سے گھناؤنا کھیل کھیل رہے تھے.....!

بھارتی سیاست کی کالی دیوی اپنے لبو کی بیاس بجھانے جا رہی تھی.....

☆☆☆

مسز اندرا گاندھی نے بہر صورت ایکشن جیتنا تھا.....

اور.....

واپسی کی کوئی اطلاع نہیں مل سکی..... اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ یا تو پولیس کے خوف سے فرار ہو گیا ہے یا پھر سرحد پار ٹریڈنگ لینے گیا ہے۔
دوسری طرف سے اسے مطلع کیا گیا۔

”سرا دوسری بات زیادہ صحیح دکھائی دیتی ہے۔ آپ کے حکم سے کارروائی کی اجازت ہو تو.....“

”کیسی باتیں کر رہے ہیں بھلے صاحب ”موسٹ ویل کم۔“ آپ جس طرح مناسب سمجھتے ہیں کریں ہمیں تو مطلوبہ نتائج سے غرض ہے اور پھر آپ سے زیادہ ہمارے لئے قابل اعتماد اور قابل عزت کون ہو سکتا ہے؟“

دوسری طرف سے بات کرنے والے اعلیٰ آفیسر کا لہجہ چیچہ گیری کی چغلی کھا رہا تھا۔ شاید اس بے چارے کو بھی اس بات کا علم تھا کہ بھلے اس کے بھی اعلیٰ افسروں کا چھوڑا ہوا کتا ہے..... جس سے انہیں بہر صورت تعاون کرنا ہے اور اس کی طرف سے اعلیٰ افسر کی تعریف میں کہا جانے والا کوئی بھی فقرہ بالکل وہی اثر دکھاسکتا ہے جو کہ اس کے خلاف کہے جانے والا فقرہ۔

”شکریہ جناب میں آپ کا خادم ہوں۔“.....

ایس پی بھلے نے بہر حال پروٹوکول کو ملحوظ خاطر رکھا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ خواہ تو وہ اعلیٰ افسران کو اپنا دشمن بنا لے۔

”میں اپنے آدمیوں کو ہدایات جاری کر رہا ہوں کہ وہ اس معاملے سے الگ ہو جائیں۔“ اسی اعلیٰ آفیسر نے کہا.....

”وہ تو ادا! ہم کل صبح ہی ایکشن کریں گے۔ مجھے اس کے ٹھکانے کا علم ہو گیا ہے۔“ ایس پی بھلے نے احترام کے ساتھ فون بند کر دیا۔

”کل نہیں..... ابھی دو دن ٹھہر جاؤ۔ کل ہی اس شخص کی ملاقات مجھ سے ہوئی ہے اس لئے دو تین دن مہلت ملنا ضروری ہے۔ اس درمیان آپ اس پر کڑی نظر ضرور رکھیں۔ ویسے آپ کو مطمئن رہنا چاہئے۔ جو ایک سرحد پر تاب کور کے قلعے میں چھنس گیا..... پھنس گیا۔ بچ کر نہیں جاسکتا.....“

ایس پی بھلے کے فون رکھتے ہی پر تاب کور نے کہا۔

اس کی بات کرنے کا انداز بھی حکم دینے جیسا تھا لیکن کیا مجال جو بھلے نے ایک لمحے کے لئے بھی اس کی بات کا برا متایا ہو۔

اس ایکشن میں کامیابی تب ہی ممکن تھی جب وہ ہندو وٹرز کو اشتعال دلا سکے۔
اس کے لئے سکھوں کا قتل عام ناگزیر تھا.....!

اس نے دربار صاحب پر حملہ کر کے دہرے مقاصد حاصل کرنے کا گھناؤنا منصوبہ اپنے قریب ترین اور ذہین ترین ساتھی ”را“ کے سابق ڈائریکٹر ”راؤ“ کی مدد سے تیار کر لیا تھا اور اب اس پر عمل کرنے جا رہی تھی۔

پر تاب کور نے بھی نیکی گولیاں نہیں پھیلی تھیں۔

ایس پی بھلے کی مسکراہٹ نے اسے باور کروادیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ وہ جان گئی کہ یہ بھی اسی طرح کی کوئی سازش ہوگی جس کا ایک ممبر وہ خود بھی ہے۔

اسے سمجھ آ گئی کہ یہ اسلحہ بھی بھارتی انٹیلی جنس ہی دربار صاحب کے اندر پہنچا رہی ہے تاکہ یہاں موجود سکھوں کو پانڈیاں کے ایجنٹ قرار دے کر ان کے خلاف مسلح کارروائی کا جواز تلاش کیا جاسکے۔

اسے اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی ”حدود“ کا بھی علم تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے جائز اور ناجائز احکامات کی تعمیل پنجاب کے ہر جگہ کے افسران صرف اس لئے کر رہے تھے کہ وہ اس وقت بے شمار اختیارات کی مالک ہے۔

لیکن.....!

اس کے اختیارات کی بھی ایک حد تھی.....!

اسے بتایا گیا تھا کہ انٹیلی جنس کے دیگر معاملات میں اسے وہیں لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

اور یہ بھی کوئی ایسا ہی معاملہ تھا.....!

اپنی تجسس پسند طبیعت کے باوجود اس نے اگلے بات بھی پوچھنی مناسب نہ سمجھی اور خاموشی سے ابیم میں لگی تصویروں کا جائزہ لیتی رہی۔

☆ ☆ ☆

ایس پی بھلے کے فون کی گھنٹی قریباً پندرہ بیس منٹ کے انتظار کے بعد بجی تھی۔

دوسری طرف لائن پر وہی اعلیٰ آفیسر تھا جسے اس نے کچھ دیر پہلے غیند سے اٹھا کر اس سے معلومات طلب کی تھیں۔

”کشمیر اسٹگھ قریباً ایک مہینے سے اپنے گھر سے غائب ہے۔ ابھی تک اس کی

بھلے جانتا کہ اس کی موجودہ شان و شوکت کا انحصار بھی پرتاب کور پر ہی تھا۔ یہ پرتاب کور قسطنطنیہ کی فراہم کردہ اطلاعات پر اس نے طوفان اٹھا رکھا تھا اور خالعتان نواز حریت پسندوں کے لئے دہشت کا نشان بن چکا تھا۔

”جیسا آپ کا حکم بی بی بی! بھلے نے سر تسلیم خم کیا۔۔۔ کوئی خرید خدمت ہو تو بندہ حاضر ہے۔“

”بی بی بی! آج کے بعد تمہارا کوئی آدمی مجھ سے رابطہ نہیں کرے گا۔ میں ضرورت پڑنے پر رابطہ کیا کروں گی۔۔۔ یہ امریکہ سنگھ۔ بہت چالاک لڑکا ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ اس کے دماغ میں میرے متعلق کوئی بھی غلط خیال جگہ پائے۔ عین ممکن ہے وہ بھی میری نگرانی کر رہا ہو۔۔۔ یہ لوگ سرحد پار سے تربیت حاصل کر کے آتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ وہ انہیں خاصا ہوشیار کر کے بھیجتے ہوں گے۔“

”آپ کے حکم کے مطابق کام ہو گا بی بی بی۔ مطمئن رہنے گا۔“ ایس بی بھلے نے پھر سر تسلیم خم کیا۔

دونوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر جس طرح پرتاب کور اندرائی تھی اس طرح اس طرح اس نے دوبارہ اپنے جسم کو چادر میں لپیٹا اور ایس بی کے عاقب میں بڑے اعتماد سے قدم اٹھائی چل دی۔

جس طرح ایس بی بھلے اسے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اسی طرح اپنے ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔

پچھلی گھر تفتیشی مرکز سے کچھ فاصلے پر وہ رک گیا۔ یہاں مرکز کے ایک کونے میں پہلے سے چھپی سیاہ رنگ کے شیشوں والی گاڑی جیسے ہی ایس بی بھلے کی جیب کو اس طرف آتے دیکھا وہ جیب کے بالکل ساتھ کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔ پرتاب کور نے ایس بی بھلے سے گرجوٹی سے مصافحہ کیا اور چپ چاپ اسی کار میں اتر کر سوار ہو گئی۔

سڑکوں پر سوائے پولیس کی وحشی یادنیوں کے اور کوئی ذی نقصان کم ہی دکھائی دیتا تھا۔ یوں بھی شام ڈھلتے ہی یہاں ایک طرح سے کرفیو کا سماں بندھ جاتا تھا اور لوگ پولیس یا پھر خالعتان نواز عناصر کے خوف سے کم ہی باہر نکلتے تھے۔

پرتاب کور کو اپنی کوششی سے کچھ فاصلے پر ہی کار سے اتر گئی۔۔۔ درختوں کے چھنڈے سے ایک سایہ

کلکرتیزی سے اس کی طرف بڑھا یہ اٹھلی جنس کے بہت سے اینٹنوں میں سے ایک تھا۔ ان لوگوں کو بطور خاص یہاں صرف اس لئے متعین کیا گیا تھا کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہیں امریکہ سنگھ کے ساتھی پرتاب کور کی نگرانی تو نہیں کر رہے؟

اس سائے کی طرف سے ”سب اچھا“ کی اطلاع ملنے پر پرتاب کور نے سنگھ کا لمبا سانس لیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی اپنی کوششی کے بغلی دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔

اس کی آمد اور واپسی کا سوائے اس کے اور بھارتی اٹھلی جنس کے اور کسی کو علم نہیں ہو سکتا تھا۔

☆☆☆

کوختی سے لالہ جی کی حفاظت کی ہدایت کی گئی تھی..... ایس پی بھلہ چونکہ یہاں پولیس کا انچارج تھا اور اسے آج خاص طور سے آئی جی نے ہدایت کی تھی کہ وہ لالہ جی کو پیغام بھجوادے کہ وہ اپنا بیٹا لالے کا پردگراں منسوخ کر دیں۔

لالہ جگت نرائن نے اگلے ہی روز بیٹا لالہ جانے کا پروگرام بنایا تھا.....!!

☆☆☆

وہ بیٹا لالہ کا دورہ ایک خاص مقصد کے تحت کر رہا تھا۔ یہاں کے کانگریس نواز سکھ حلقے جو اسے بہت بڑا لیڈر سمجھتے تھے۔ دراصل وہ سکھ تھے جو اپنا ملک سنت جرنیل سکھ بھنڈرانوالہ کی مقبولیت سے گھبرائے تھے.....!!

ان لوگوں کا تعلق کانگریس کے یوتھ ونگ سے تھا اور وہ ایک کمپ لٹا رہے تھے۔ جس کا افتتاح لالہ جگت نرائن نے کرنا تھا۔

ایس پی بھلہ کافی دیر تک لالہ جگت نرائن سے مغز ماری کرتا رہا۔
لیکن.....

لالہ جی ضرورت سے زیادہ پراعتماد تھے۔

وہ کسی خطرے کو خاطر میں لانے کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہے تھے۔

وہ سمجھے تھے کہ جرنیل سکھ بھنڈرانوالہ ایک دہشت گرد ہے جس کے ساتھ اس کے منشی بھر مسلح ساتھی ہیں جو تعداد میں آنے میں ملک کے برابر بھی نہیں صرف اپنی غنڈہ گردی کے بل پر وہ لوگوں کو خوفزدہ کر کے اپنا الوسیدھا کر رہے ہیں۔

دوسرے کاری حلقوں اور اپنے اخبارات میں بھی سنت جرنیل سکھ بھنڈرانوالہ کا ہلکا روپ دکھایا کرتے تھے۔

نرنگاری بابا ان کا ذاتی دوست تھا اور اس کی موت کا ذمہ دار لالہ جی کے نزدیک سوائے بھنڈرانوالہ کے اور کوئی نہیں تھا۔

لالہ جی کو آج کل لیڈری کا یوں بھی کچھ زیادہ ہی شوق چرایا تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ اگر سردار دوبارہ سکھ پنجاب کا چیف منسٹر بن سکتا ہے تو وہ کیوں نہیں بن سکتا.....!

ان دنوں پنجاب اور مرکز دونوں کے لئے ایک ہی خطرہ تھا۔

سنت جرنیل سکھ بھنڈرانوالہ.....!!

اور لالہ جی اپنی دانست میں سنت جرنیل سکھ کی طاقت کو پارہ پارہ کرنے چلے تھے۔ انہوں نے

لالہ جگت نرائن نے حسب عادت ایس پی کی بات سنی اور قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

”اگر آپ کا مقصد مجھے ہوشیار کرنا ہے تو شکریہ..... لیکن مجھے لگتا ہے کہ آپ مجھے ہوشیار کرنے نہیں بلکہ خوفزدہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔“.....

”لالہ جی! مجھے امید ہے آپ میری بات کو سیریس لیں گے۔ یہ اطلاع ہمارے بہت خاص ذرائع نے دی ہے اور غلط نہیں ہو سکتی۔“

ایس پی لالہ نے ایس پی کے قہقہے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”ایس پی صاحب! آپ بالکل بے فکر ہو جائیں یہ سر پھرے سکھ جن کے ہر وقت 12 بجے رہے ہیں مجھے کیا ماریں گے ان کی تو عقل ہی ماری گئی ہے..... جو کچھ میں ان کے گورو گھنٹال کے خلاف لکھ رہا ہوں اسے پڑھنے کے بعد ان کی عقل ٹھکانے پر رہ نہیں سکتی“.....

لالہ جگت نرائن کے لہجے میں نفرت بھی طنز کے ساتھ سمیٹ آئی تھی۔

لالہ جی تین اخبارات کے مالک تھے۔ کانگریس کے پرانے جاثرا اور حکومت کے ملک خوار لالہ جگت نرائن نے سنت بھنڈرانوالہ کی کردار کشی کو اپنی صحافت کا مشن قرار دے رکھا تھا۔

آئے روز وہ بھنڈرانوالہ کے خلاف کوئی نہ کوئی اشتعال انگیز تقریر لگا دیتا تھا۔ اس نام پر جہاں اسے سنت جی کے مخالفین کی آشیروار ملتی تھی وہاں سرکاری دربار میں بھی اس کی عزت و چار چاند لگ رہے تھے.....!

اخبار کی آمدن میں بڑی تیزی سے اضافہ ہونے لگا تھا.....

اس کا سبب اخبار کی اشاعت میں زیادتی نہیں بلکہ سرکاری طرف سے اشتہارات میں اضافہ تھا۔ خصوصاً مرکزی حکومت کی مکمل حمایت اسے حاصل تھی۔

بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ لالہ جگت نرائن کو انٹیلی جنس اور پولیس کے اعلیٰ افسران کی آشیروار بھی حاصل تھی اور مرکزی حکومت کی جتنی بھی ایجنسیاں یہاں پنجاب میں موجود تھیں ان سب

نرنگا دی گورد کے قتل پر جس طرح سنت بنی کے خلاف طوفان اٹھایا تھا اس کے بعد ہی حکومت نے سنت جرنل سنگھ پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت کی تھی۔

☆☆☆

9 ستمبر 1981ء کی سہ پہر۔۔۔۔۔

لالہ جگت نرائن نے آج پشاور میں کانگریس آئی کے ہاتھ ونگ کی طرف سے لگائے گئے آئی کے میں بڑی دھواں دھار تقریر کی تھی۔ اس تقریر میں لالہ جگت نرائن نے نکل کر پہلی مرتبہ بھنڈرانوالہ کو پشت گرد غیر ملکی طاقتوں کا آلہ کار پاکستان کا ایجنٹ خونی اور لیسرا قرار دیا اور کہا بھنڈرانوالہ پاکستان کے اشارے پر پنجاب کا امن تہہ بالا کرنے پر تیار ہوا ہے۔۔۔۔۔

اس جلسے میں لالہ جگت نرائن نے پنجابی اخبارات خصوصاً "اجیت" اور "اکالی پتریکا" کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر انہوں نے بھنڈرانوالہ کی حمایت نہ چھوڑی تو پنجاب کے غیور عوام ان اخبارات کے دفاتر کو جہاز کر دیں گے۔

یہ دھواں دھار اور جذباتی تقریریں لالہ جی کو خاصی داد ملی۔ وہ اپنے باڈی گارڈ اور ڈرائیور کے ساتھ ایک پولیس جیپ کے ہمراہ پشاور سے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔

ابھی وہ لدھیانوالے کے نزدیک ہی پہنچے۔ یہاں سے پولیس گارڈ تبدیل ہوئی تھی اور اس جیپ کی جگہ دوسری جیپ نے لینی تھی۔

شام کا اندھیرا لدھیانوالہ کی اس فوجی بستی کو آہستہ آہستہ اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ لالہ جی اپنی ترنگ میں ڈرائیور کو جلد از جلد جالندھر پہنچنے کی تلقین کر رہے تھے۔

ان کی خواہش تھی کہ وہ اخبار کی فائل کا پل میں اپنے سامنے اپنی تقریر کی خبر لگوائیں اور وہ تصاویر بھی شائع کریں جو ان مقامی نوٹو گرافرز نے ہاتھوں ہاتھ تیار کر لے انہیں تھما دیں۔

لالہ جی سمجھتے تھے کہ صبح ان کی اسی تقریر کی ان کے اخبارات میں اشاعت کے بعد بھنڈرانوالہ لدھیانوالہ کے ساتھ منہ پہنچاتے پھریں گے۔

لالہ جی کو مرنے کی اتنی جلدی تھی کہ انہوں نے چند منٹ وہاں رک کر مقامی پولیس کی آمد کا انتظار کرنا بھی مناسب نہ جانا جس نے انہیں اپنی حفاظت میں لے کر لدھیانوالہ سے جالندھر تک پہنچانا تھا۔ وہ اپنے ڈرائیور کو کار چلاتے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے وہاں سے چل دیے۔

یہ راستہ جس کے دونوں اطراف کھیتوں کا وسیع سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ لالہ جگت نرائن کے لئے

کوئی نیاراستہ نہیں تھا۔ وہ یہاں سے سینکڑوں مرتبہ گزر چکے تھے اور گزشتہ تین چار ماہ میں تو درجوں مرتبہ انہوں نے اس راستے پر سفر کیا تھا۔ اس لئے بڑے اطمینان سے کار کی انجینیئریت پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے اپنی فتح کے نشے میں سرشار جھومتے ہوئے جالندھر کی طرف گامزن تھے۔

اس راستے پر چلتے ہوئے لالہ جی کو ابھی بمشکل دس پندرہ منٹ ہی گزرے تھے جب اچانک گولیوں کی آواز سنائی دی اور کار کے دونوں اگلے بازو برست ہو گئے۔

لالہ جی کے ہاتھوں کے ٹوٹے اڑ گئے۔

ڈرائیور نے کمال ہوشیاری سے گاڑی کو بریک لگا کر قابو کیا۔ جیسے ہی کاررکی۔ اچانک ہی تین مسلح سکھ جنہوں نے کار میں اور رانفل تھام رکھی تھیں ان کے سر پر آن پہنچے۔۔۔۔۔!!

حواس باختہ لالہ جگت نرائن کو انہوں نے دروازہ کھول کر نیچے کھینچ لیا اور ان کے سر میں یکے بعد دیگرے پانچ چھ گولیاں اتار دیں۔ اس بات کا اطمینان کرنے کے لئے کہ لالہ جگت نرائن مر چکا ہے یا نہیں۔ انہوں نے قریب دو منٹ تک وہاں رک کر لالہ جی کے ہٹے جلنے کا انتظار کیا جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب لالہ جی کو کسی "فرسٹ ایڈ" کی بھی ضرورت نہیں تو کھیتوں کے وسیع سلسلے میں غائب ہو گئے۔

لالہ جی کا باڈی گارڈ بھی ان کی ضد کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔۔۔۔۔!!

مملہ آدھ جاتے ہوئے اس کی رانفل بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ زخمی اور خوفزدہ ڈرائیور کو شاید وہ نوٹے والی قیامت کی تفصیل پولیس کو سنانے کے لئے زندہ چھوڑ گئے تھے۔

لالہ جی کی موت کے قریب پانچ منٹ بعد پولیس کی گشتی پارٹی وہاں پہنچ گئی تھی۔ پولیس کے شیر دل جوانوں نے تینوں قاتلوں کو کھیتوں کے اس سلسلے میں تلاش کرنے پر لالہ جی کی لاش کی حفاظت پر ترجیح دی۔۔۔۔۔!!

جب ان کے دادیلا کرنے پر لدھیانوالہ سے ہی آرپی اور بارڈر سیکورٹی فورس کے دستے بھی ان کی مدد کو پہنچ گئے تو ان سینکڑوں پیرامیٹری فورسز کے جوانوں نے مل کر انہیں تلاش کرنا شروع کیا۔ لیکن۔۔۔۔۔!

اب اس داروالت کو آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور وہاں کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔ قریب دو تین گھنٹے نزدیک دور کے دیہاتوں اور فوجی بستیوں میں خوف و ہراس پھیلانے کے بعد وہ لوگ ناکام و نامراد

واپس لوٹ آئے۔

☆☆☆

لالہ جگت نرائن کے قتل کی خبر جھگل کی آگ کی طرح چاروں اطراف میں پھیل گئی تھی فوری طور پر سب ہندوؤں کے دستے حرکت میں آ گئے۔

ان کا تعلق ہندوؤں کی انتہا پسند مسلح اور حکومتی پشت پناہی کی حامل تنظیموں سے تھا اور لالہ جگت نرائن کے قتل کی خبر نے ان میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی تھی۔

تقریباً سو اچھ بچے شام لالہ جگت نرائن کو قتل کیا گیا تھا۔

آٹھ بجے رات تک ہندو بلوائیوں کا مسلح جلوس جالندھر میں روزنامہ "اکالی پتریکا" کے دفتر کے سامنے پہنچ گیا جس نے اخبار کے دفتر کے باہر توڑ پھوڑ شروع کر دی۔

اخبار کے کارکنوں کی خوش قسمتی کہ کس طرح انہوں نے سکھ سٹوڈنٹس فیڈریشن کے مقامی دفتر کو ہندوؤں کے اس مسلح حملے کی خبر پہنچا دی۔

یہ اطلاع سن کر ان کی زندگی کی ناست بن گئی کیونکہ نزدیک دور انہیں کوئی پولیس والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ایک سرازش کے تحت پولیس کو یہاں سے ہٹا دیا گیا تھا۔ حالانکہ لالہ جی کے قتل کی خبر جیسے ہی مقامی نامہ نگار نے اخبار کے دفتر میں پہنچائی۔ اکالی پتریکا کے ایڈیٹر نے فوراً پولیس کو فون کر کے دفتر کی حفاظت کے لئے پولیس گارڈ بھیجنے کی درخواست کی تھی۔

پولیس تو ان کی مدد کو کیا آتی انہیں کسی نے بھوٹی تسلی دینے کی ہمت بھی نہیں دی۔ فیڈریشن کے جس دفتر میں یہ اطلاع پہنچی تھی انہوں نے فوراً نزدیکی دفاتر پر دھڑک دیا شہر کے مختلف حصوں سے سکھ نوجوان "اکالی پتریکا" اور "اجیت" کے دفاتر کی طرف بھاگے۔

دونوں اخبارات کی خوش قسمتی تھی کہ یہ لوگ بروقت ان کی مدد کو آ گئے۔ ان میں سے کچھ نوجوانوں کے پاس معمولی اسلحہ بھی موجود تھا۔

اس درمیان "اکالی پتریکا" پر آرائس ایس کی طرف سے پٹرول کا چھڑکاؤ شروع ہو چکا تھا اور اب وہ لوگ اسے آگ دکھانے کی تیاری کر رہے تھے۔

لیکن.....!

بروقت سکھ نوجوانوں نے موقعہ دار دست پر پہنچ کر ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ مدد کو آنے والے تعداد میں حملہ آوروں سے ایک چوتھائی کے برابر بھی نہیں تھے یہ سب بھنڈرائوالہ کے پیروکار تھے جس نے انہیں موت سے محبت کا سبق سکھایا تھا اور انہوں نے بھی خوب خوب پھر حق ادا کیا۔

ہا کیوں لاشیوں کر پانوں اور پندرہ پستولوں کے ساتھ انہوں نے جدید اسلحہ سے ایس آرائس کے تربیت یافتہ گوریلوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پندرہ جیس منٹ میں ہی انہیں دم دبا کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

بڑا خطرہ ٹل گیا تھا۔

ہتجائی اخبارات کے دفاتر جلنے سے بچ گئے تھے۔

لیکن.....

ایک نیا طوفان..... کروٹ لے رہا تھا۔

☆☆☆

نے لالہ جگت نرائن کو دھمکی دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر وہ سکھوں کے خلاف ہرزہ سرائی سے باز نہ آیا تو اسے "گازری چڑھا" دیا جائے گا۔

(گازری چڑھانا "سنت جی کی مخصوص اصطلاح تھی جو وہ استعمال کیا کرتے تھے۔) پولیس نے الزام لگاتے ہوئے کہا تھا کہ اس سے پہلے سنت جرنیل سنگھ نے طیر کوئلہ اور لدھیانہ میں بھی لالہ جگت نرائن کو قتل کرانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن.....

لالہ جگت نرائن کی خوش قسمتی تھی کہ وقت کے معمولی سے فرق نے دونوں مرتبہ اس کی جان بچا لی۔

پولیس کی طرف سے اس طرح کھل کر کسی بھی معاملے میں پہلی مرتبہ سنت جرنیل سنگھ کو الزام لگایا گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ حکومت نے اب اس مصیبت سے مکمل چھٹکارہ حاصل کرنے کا حکم ارادہ کر لیا ہے۔

☆☆☆

10 ستمبر 1981ء کی رات.....!!

سنت جرنیل سنگھ اپنے معمول کی عبادات سے فارغ ہو کر گوردوارے میں اپنے لئے مخصوص کمرے میں پہنچے ہی تھے کہ ان کے حفاظتی دستے کے خاص رکن نے دس سنگھ کی آمد کی خبر دی۔ دس سنگھ پولیس ملازم تھا.....!!

اس کی دائر پولیس ڈیوٹی تھی اور پولیس ہیڈ کوارٹر لدھیانہ میں تعینات تھا دس سنگھ کا شمار سنت جرنیل سنگھ جھنڈرانوالے کے ان جاٹ ساتھیوں میں ہوتا تھا جو گوکہ پولیس ملازم تھے لیکن پولیس کی ملازمت میں رہ کر سنت جی کی زندگی کی حفاظت کر رہے تھے۔

دس سنگھ شام کو چلنے والی تیز رفتار ٹرین کے ذریعے یہاں پہنچا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کی روگنی خفیہ ہے اور اسے بہر صورت صبح اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا ہے اس لئے فوراً اس کی منت جی سے ملاقات کا بندوبست کر دیا جائے۔

سنت جی کے ساتھ ان کے تین انتہائی قریبی ساتھی موجود تھے.....!! دس سنگھ نے "فتح" بلانے کے بعد انہیں بتایا کہ لدھیانہ کے پولیس ہیڈ کوارٹر میں دائر پولیس پر پیغام پہنچا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو آج صبح ہونے تک سنت جی کے اس قافلے پر حملہ کر کے انہیں اور ان کے دس قریبی ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے۔

9 ستمبر کی صبح معمول کے مطابق سنت جرنیل سنگھ جھنڈرانوالہ نے دربار صاحبہ میں اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق رسوم کی ادائیگی کی اور پہلے طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنے بھتے کے ساتھ دھرم کے پرچار کے لئے ہریانہ کی طرف چل دیے۔

ان کے ساتھ بھتے کے ڈیڑھ دو سو سکھ تھے جو دو بڑی بسوں میں سوار ہو کر جا رہے تھے۔ ان لوگوں کی منزل ہریانہ کا سرحدی علاقہ "چندوکلاں" نامی دیہات تھا جہاں کی قریب ساری آبادی سکھ تھی اور یہ لوگ سنت جی کو ایک عرصے سے پرچار کے لئے اپنے ہاں آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ سنت جرنیل سنگھ نے اس مرتبہ ایک سال تک مسلسل تبلیغ کا پروگرام بنایا اور تیاری بھی اسی حساب سے کی تھی۔

9 ستمبر کی صبح یہ جتھہ "سنت جی" کے "کال" کے چے کا رہے بلند کرنار ہا اور اس کے بعد اپنی منزل کی طرف چل دیا۔

10 ستمبر کی صبح بھجاب کے چیف منسٹر اور سنگھ نے انتظامی صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے ہنگامی اجلاس طلب کر لیا کیونکہ لالہ جگت نرائن کی موت سے بھجاب کی نفسا خاصی مسموم ہو گئی تھی اور 9 ستمبر کی رات کو جانے دھرم میں سکھوں اور ہندوؤں کے درمیان "ادھی" ہو چکا تھا۔

اس میٹنگ میں تمام ذمہ دار لوگ موجود تھے.....!! میٹنگ صبح سے شام تک جاری رہی۔ دوران میٹنگ سردار ویر پار سنگھ بار بار مرکزی حکومت کو اپنے ہاں ہونے والی کارروائی سے آگاہ کر کے مزید ہدایات لیتا رہا۔

سہ پہر جب میٹنگ اختتام پر پہنچی تو یہاں ایک منصوبہ طے پا گیا تھا.....!! اس منصوبے کے مطابق پولیس نے ہریانہ کے سرحدی علاقے "چندوکلاں" میں جہاں سنت جرنیل سنگھ اپنے بھتے کے ساتھ موجود تھا حملہ کر کے انہیں جان سے مار دینے کا منصوبہ بنالیا تھا.....!!

10 ستمبر کی شام کو پولیس کی طرف سے اخبارات کو جو بیان جاری کیا گیا اس میں لالہ جگت نرائن کے قتل کی ذمہ داری براہ راست سنت جرنیل سنگھ پر ڈال دی گئی اور کہا گیا کہ ان کے حکم پر تین سکھ نوجوانوں نے جن میں دو ان کے قریبی رشتہ دار ہیں لالہ جگت نرائن کو قتل کیا ہے.....!! پولیس ذرائع نے بتایا کہ 27 جولائی کو دربار صاحبہ میں تقریر کرتے ہوئے جھنڈرانوالے

پولیس کو علم تھا کہ سنت جرنیل سنگھ کے ساتھیوں کے پاس اسلحہ موجود ہے لیکن اتنا زیادہ نہیں کہ وہ جم کر پولیس کا مقابلہ کر سکیں اور ہریانہ حکومت کو بھی ان کی زندگی یا موت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی.....!

سن سنگھ نے بتایا کہ پولیس کا پلان یہ ہے کہ وہ لوگ گھاٹ لگا کر شب خون ماریں گے جس کا مطلب یہی ہے کہ مجبوراً سنت جرنیل سنگھ کے ساتھیوں کو مقابلہ کرنا پڑے گا اور اس مقابلے کو بہانہ بنا کر پولیس اپنا کام کر گزرے گی.....!

سنت جی نے فوری طور پر اس کا شکریہ ادا کر کے اس واپس لدھیانے پہنچنے کی تلقین کی اور اپنے جتنے والوں سے خفیہ صلح مشورہ کرنے لگے۔

☆☆☆

سنت جرنیل سنگھ کے ساتھی جانتے تھے کہ یہ شخص زندگی یا موت کا کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

لیکن.....!

اس طرح بے بس سے پولیس کے ہاتھوں مارے جانا بھی کوئی ٹھیک نہیں سمجھتا تھا۔ بحث مباحثہ جاری رہا.....! ایک ایک پل قیمتی تھا.....!

لدھیانہ سے پولیس کے دستے اس طرف بڑھے تھے.....!

بالآخر تھکے اردوں نے متفقہ فیصلہ دے دیا کہ سنت جرنیل سنگھ کا جتھہ یہاں قیام کرے گا وہ خود پانچ جاٹوں کو اپنے ہمراہ لے کر پنجاب کی طرف کوچ کر جائیں اور جس طرح بھی ممکن ہو اسے سر چوک مہم پہنچنے کی کوشش کریں۔

”چندو دکھاں“ سے سنت جرنیل سنگھ کی منزل گوردوارہ گوردروشن پر مائل ہو کر مہم کا فاصلہ 350 کلومیٹر تھا.....!!

اس بات کا علم انٹیلی جنس کو تھا کہ پولیس میں سنت جی کے جاسوسی اپنا پل کی خبریں پہنچاتے ہیں۔

پنجاب کی پولیس زیادہ تر سکھوں پر مشتمل تھی اور مسز امرا کا مدھی زبانی تو بہت کچھ کہتی تھیں لیکن سب جانتے تھے کہ وہ سکھوں پر کسی بھی طرح اعتبار کرنے کو تیار نہیں تھیں۔

سنت جرنیل سنگھ کے فرار کے مفروضے کو پولیس نے نظر انداز نہیں کیا تھا.....

”چندو دکھاں“ سے پنجاب کی طرف جانے والے راستوں پر پولیس نے سفید پوش ملازمین کا

جاں بچھا دیا تھا.....

تمام سڑکوں پر راتوں رات پولیس اور پیرامٹری فورس کے دستوں نے گشت شروع کر دیا تھا.....

نزدیک دور سے تمام کچے کچے راستوں پر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ہزاروں کارندے رو بہ عمل تھے۔

☆☆☆

رات کے تین بجے تھے جب چند دکھاں کے دیہاتی اچانک ہونے والی فائرنگ کی آواز سن کر بڑبڑا کر اٹھ بیٹھے.....!

گولیاں ہوائ میں دہشت پھیلانے کے لئے چلائی جا رہی تھیں انہیں کچھ نہیں آ رہی تھی کہ مسئلہ کیا ہے۔

اس بات کا احساس سب کو ہو گیا تھا کہ چند دکھاں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ پولیس کی جیپوں اور ٹرکوں پر نصب سرچ لائٹوں کی تیز روشنیوں نے رات کو دن میں تبدیل کر دیا تھا۔ یہ شب خون اتنا منظم تھا کہ ہوا کو بھی چند دکھاں سے باہر نکلنے کا موقعہ نصیب نہ ہوتا.....! پولیس اور پیرامٹری فورس کے جوان حالات جنگ میں کہیاں زمین پر ٹکا کر کندھوں سے رائفلس جمائے اور ٹرکوں پر اٹھ لیاں رکھنا اگلے حکم کے منتظر تھے۔

پولیس نے اپنی رائفٹ میں بہت مستعدی دکھائی تھی اور اس وقت چھاپہ مارا تھا جب کسی کے یہاں سے جانے کا گمان بھی نہیں گزر سکتا تھا۔ لیکن.....!

یہ پنجاب پولیس کی بد قسمتی تھی کہ اس کیپٹن اے ایف ایچ کا ”بڑا شکار“ موجود نہیں تھا۔ وہ ان کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔

آدھ گھنٹہ تک پولیس نے دہشت پھیلانے کے لئے ہوائی فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس دوران بھندے رائفٹ جتھے کے لوگ جنہیں اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے پہلے سے ہدایات جاری ہو چکی تھیں خود کو گوردوارے میں محصور کر چکے تھے۔

انہوں نے پولیس کی ہوائی فائرنگ سے مشتعل ہونے کے بجائے صبر سے ”دیکھو اور انتظار کرو“ کی پالیسی اپنائی تھی اور اس وقت گوردوارے میں بیٹھے ”پاٹھ“ کر رہے ہیں۔

پولیس کو امید تھی کہ جس طرح وہ اشتعال دلانے والی کارروائیاں کر رہی ہیں اس کا ضرر کوئی

رد عمل ہو گا۔

لیکن.....!

جب آ رہا گھنٹہ بنگ اندر سے گولی کا جواب نہ آیا تو پولیس والوں کو فکر دامن گیر ہوئی کہ ان کا منصوبہ تو خاک میں ملتا دکھائی دینے لگا تھا۔

ڈی آئی جی مانگٹ جو اس حملے کی کمان کر رہا تھا۔ اس صورتحال سے گڑبڑا کر رہ گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گور دوارے پر حملے کی صورت میں جب تک وہ لوگ گور دوارہ تباہ نہ کر دیتے اندر موجود منت بھنڈرا نوالہ جتنے کے کسی بھی سکھ کو باہر نکلے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا.....

یہ بڑے منظم اور تربیت یافتہ لوگ تھے اور نفیاتی جنگ کے زبردست ماہر وہ کم از کم پولیس کو اس مرضی کا میدان جنگ برپا کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

ڈی آئی جی مانگٹ نے فوراً ہی ہوم منسٹر ہونا سنگھ سے رابطہ قائم کیا جو خاص طور پر اس مشن کی کمان کرنے کے لیے چند ہی گز پہنچ چکا تھا.....!

مانگٹ وزیر داخلہ سے اجازت لئے بغیر گور دوارے پر حملے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر بات بگائی تو اس کی ساری "کارکردگی" صفر ہو کر رہ جائے گی اگلے لعنت ملاحت کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔

دوسری طرف اسے اپنے ملازمین پر بھی اعتماد نہیں تھا.....!! پولیس فورس میں تب تک زیادہ تعداد سکھوں کی تھی اس بات کی کیا گارنٹی تھی کہ یہ لوگ اس کے حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کریں گے اور گور دوارے پر حملہ نہ کریں گے۔ ہوم منسٹر ہونا سنگھ اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا.....

وہ کسی بھی حالت میں اس "سنہری موقع" کو گنانا نہیں چاہتا تھا۔ جانتا تھا کہ اگر آج پولیس نے بھنڈرا نوالہ کو ٹھکانے نہ لگایا تو پھر مستقبل میں کبھی بھی کم از کم پولیس بھنڈرا نوالہ کے گائیجھ نہیں بگاڑ سکے گی.....!!

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے بندر کی بلا ٹولے کے سرمنڈھنے کا فیصلہ کر لیا۔ "مانگٹ تم اپنی سوا بید پر جو بھی چاہو کر سکتے ہو..... میں تمہارے ہر اقدام کی حمایت کروں گا۔ بس مجھے ہر صورت بھنڈرا نوالہ کی لاش چاہئے۔ خبردار اسے زندہ گرفتار نہ کرنا....."

اس نے اپنی دانست میں مانگٹ پر بڑا کامیاب جال پھینکا تھا..... مانگٹ نے کچھ گولیاں نہیں کھیلی تھیں.....!

پنجاب پولیس کا ڈی آئی جی اس طرح "سیاسی بہلاوے" میں آ کر اتنا خطرناک قدم اٹھانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

ہونا سنگھ کا جوان ایک سیاست دان کا جواب تھا.....

اور.....

سر دار مانگٹ کم از کم اس کی چال میں پھنسے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس نے ہونا سنگھ کو تسلی دیتے ہوئے سلسلہ منقطع کیا اور چند منٹ بعد وہ جیپ کے مائیک پر گاؤں کے لوگوں سے مخاطب تھا۔

"اگر تم لوگ اپنی جان مال اور عزت کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً بھنڈرا نوالہ

کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ یاد رکھنا پانچ منٹ بعد میں پولیس کو حملہ کرنے

کا حکم دے دوں گا اور تم سب کتے کی موت مارے جاؤ گے....."

اس نے اس دھمکی کا دو تین مرتبہ اعادہ کیا اور اب خاموشی سے جواب کا منتظر تھا۔ مانگٹ کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ منت جرنیل سنگھ یہاں موجود ہی نہیں۔

اس لائن پر تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ منت جی یہاں سے دفو چکر ہو چکے ہیں۔

یہ آپریشن تو اتنا اچانک اور خفیہ تھا کہ ان لوگوں نے ہر بات کی پولیس کو بھی اعتماد میں نہیں لیا تھا اور گاؤں کو گھیرے میں لینے کے بعد ہی مقامی حاکم کو اس بات سے باخبر کیا تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں جس طرح آدھی رات کو ان لوگوں نے اچانک قاتلنگ کر کے گاؤں والوں کو بدبخت زندہ کیا تھا.....

اور جس طرح انہوں نے سرچ اسٹوں کی روشنیاں جلا کر پولیس کی بے تحاشا ٹڈی دل اور اسلحے کی نمائش کی تھی اس کے بعد گاؤں کے لوگوں کا ڈنگا جانا ضروری تھا۔

تین چار منٹ بعد ہی گور دوارے کے پیکروں سے گاؤں کے سرخی کی آواز سنائی دی۔

وہ کہہ رہا تھا کہ منت جرنیل سنگھ گور دوارے یا اس گاؤں کے کسی بھی گھر میں موجود نہیں ہیں اگر پولیس چاہے تو اپنی تسلی کے لئے سارے گاؤں کی تلاشی لے سکتی ہے۔

اس جواب نے ایک لمحے کے لئے تو ڈی آئی جی مانگٹ کے قدموں تلے سے زمین سر کا دی تھی۔

لیکن.....!

اس کا دل یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھا کہ منت بھنڈرا نوالہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اس نے تب بھی بھی سمجھا کہ شاید سرخی زیادہ خون خرابہ نہیں چاہتا اور انہیں اس بات کا سنگل دے رہا تھا کہ وہ

سنت جی کو خود ہی گرفتار کر لیں۔

”ٹھیک ہے میں پولیس کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ تمہارے گھروں کی تلاشی لے۔ اگر کسی نے مزاحمت کی یا قرار ہونے کی کوشش کی تو اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔“

ڈی آئی جی ہائٹ نے جواب دیا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے سواروں کو حکم دے دیا کہ وہ بھنڈرانوالہ لے کر اس کے محل سے نکال کر باہر لائیں اور گولی سے اڑا دیں۔

پولیس اور پیرالمٹری پولیس فورس کے جوان دروڑوں کی طرح ”چند کلاں“ پر حملہ آور ہوئے اور اندھ تاتے ہوئے گوردوارے اور مکانات میں جا گئے۔

تلاش کے نام پر انہوں نے ہر غیر انسانی حرکت کی۔

اپنی ہی بیوی بچوں کو بے عزت کیا۔

گاوؤں کے آبک ایک بچے جان اور بوڑھے کو مارا پیٹا۔

ان کے گھروں میں سواروں کا ذکر کر کے لوٹ کر لے گئے۔

وہ گاوؤں کے لوگوں سے ایک ہی بات پوچھ رہے تھے کہ بھنڈرانوالہ کو انہوں نے کہاں چھپایا ہے۔

ابھی تک ان گدھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ بھنڈرانوالہ فرار ہو چکے تھے۔ تین گھنٹے تک چند کلاں پر قیامت ڈھانے کے بعد پولیس کے جوان سنت بھنڈرانوالہ کے پولیس کے اندھے تشدد کے ہاتھوں بھولہاں میں پچیس ساتھیوں کو لے کر وہاں سے چل دیے۔

جاتے جاتے انہوں نے اپنا غصہ جتنے کی دونوں بسوں پر نکال لیا اور ان میں آتش کر دیا۔

بسوں میں موجود سکھ اتھان کی بہت سی قیمتی اشیاء بھی بسوں کے ساتھ ہی مل کر خاک ہو گئیں۔

سنت جرنیل سکھ بھنڈرانوالہ۔ پولیس کا شکار اس کے ہاتھوں سے ایک مرتد بھرتی ہو گیا تھا۔

☆☆☆

رات کے دوسرے پہر وہ اپنے خفیہ ٹھکانے سے باہر نکلا تھا۔

اس کی منزل اس کی بہن کا گھر تھا جہاں آج اس نے پیغام بھیج کر اپنی ماں کو بھی بلا لیا تھا۔ گزشتہ تین ماہ سے وہ گھر سے غائب تھا۔ اس کی وجہ وہی پولیس کا خوف تھا جس نے قریباً تمام ایسے سکھ نوجوانوں کے اذہان کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا جو سنت بھنڈرانوالہ کے مرید تھے۔

اسے بھی متعلقہ تھانے میں اس کے ایک حوالدار دوست نے پہلے ہی باخیر کر دیا تھا کہ سی آئی ڈی والے کسی بھی روز اسے اغوا کر کے لے جائیں گے کیونکہ مقامی ہندو ایس ایچ او نے اس کے خلاف بڑی غلط رپورٹ دی ہے۔

کشمیر اسکھ نے جس روز سے پیغام وصول کیا اس روز رات کے اندھیرے میں گھر سے نکل گیا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ پولیس نے جب اگلے روز رات کے اندھیرے میں اس کے گھر پر چھاپ مارا تو وہ گھر میں موجود نہیں تھا۔

پولیس والے حسب ہدایت اس کی بوڑھی ماں اور باپ کو پکڑ کر لے گئے تھے۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ گھر میں اس کی کوئی بہن نہیں تھی۔

دو ہفتے تھیں دونوں شادی شدہ اور دوسرے شہروں میں رہتی تھیں۔

پندرہ بیس روز تک پولیس بوڑھے والدین کو پریشان کرتی رہی۔ اس دوران کشمیر اسکھ کے گھر کی ہر قابل ذکر شے پر پولیس کا قبضہ ہو چکا تھا اور وہ سوائے کڑھنے یا خون کے آئسو بھانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

آج بھی اس کے ساتھیوں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی تھی۔

وہ جانتے تھے کہ ”را“ کا جال بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔

انہیں اس بات کا علم تھا کہ خالصتاً حریت پسند بھی خفیہ منصوبہ بناتے تھے وہ بھارتی انٹیلی جنس تک پہنچ جاتے تھے۔

اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کام ہونے کے بعد یا اس سے پہلے۔

یہ بات بھنڈرانوالہ کے ساتھیوں کو بہت دیر بعد سمجھ میں آئی تھی کہ لالہ لاجپت رائے کے قاتلوں کے ناموں کی فہرست انٹیلی جنس تک کیے پہنچ گئی۔

کشمیر اسٹگہ کا شمار بھنڈرا نوالہ کے خصوصی جاٹاروں میں ہوتا تھا اور تب تک بھارت کے کسی خفیہ مقام پر قائم ہونے والے سکھوں کے تربیتی کیمپ میں بھی وہ شرکت کر چکا تھا۔
دراصل یہی وہ اہم اطلاع تھی جو "را" کو ملی اور اب وہ لوگ اس کے گرد اپنا گھیرائنگ کر رہے تھے۔

جانے کس تربتک میں آکر اس نے پر تاب کو روک دیا کہ جنرل شو بیگ اسٹگہ کی کمان میں چلے والے اس خفیہ تربیتی سنٹر میں وہ بھی شامل رہا۔

☆ ☆ ☆

کشمیر اسٹگہ نے بازار کا آخری سوڑ مڑا اور ابھی وہ بمشکل لاری اڈے کی طرف جانے والے راستے پر پہنچا تھا کہ اس کی گز ہی چلا ہو گا جب اچانک ہی ایک قیامت اس پر ٹوٹی۔
حملہ آوروں کی تعداد اس اور چندرہ کے درمیان تھی خدا جانے وہ کب سے اس جگہ چھپے اس کی آمد کے متحیر تھے۔

جیسے ہی کشمیر اسٹگہ ان کے سامنے آئے گھات لگائے بھیڑیوں کی طرح وہ اس پر پل پڑے۔

انہوں نے کشمیر اسٹگہ پر ڈنڈوں سے حملہ کیا تھا اور مار مار کر اس کا بھر کس نکال دیا تھا۔ پہلے دو تین منٹ تک تو کشمیر اسٹگہ کو اس ناگہانی آفت کا علم ہی نہ ہوا جو اس پر ٹوٹی تھی۔

اور.....

جب چندرہ میں ضربات جسم پر لگنے کے بعد اسے سمجھ آئی اور اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

اچانک ہی ایک تربت یا فٹ کمانڈر نے جوان سفید پوش بھیڑیوں کی کمانڈ لیا تھا اس کی کمر میں اس طرح اچھل کر لات جاتی تھی کہ کشمیر اسٹگہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی تڑختی محسوس ہونے لگی تھی۔
وہ منہ کے بل زمین پر گر گیا۔

اس کے ساتھ ہی کئی مضبوط ہاتھوں نے اسے کاٹھ کباڑ کی طرح جکڑنا شروع کر دیا۔
کسی کے ہاتھ میں اس کا پاؤں تھا۔ کسی کے ہاتھ میں بازو۔ سات آٹھ افراد نے اسے ڈنڈا ڈولی کر لے ہوئے اس بڑی سی دین میں پھینک دیا جواب ان کے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

کشمیر اسٹگہ کو اپنی رگیں درد سے ٹوٹی محسوس ہو رہی تھیں۔
جیسے اس کے جسم کی ساری ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوں۔ اپنی انتہائی کوشش کے باوجود وہ اپنے

وجود سے اٹھتی درد کی لہروں کے سامنے ضبط کا بندنہ باندھ سکا اور "ہائے ہائے" چلانے لگا۔
یہ سلسلہ چند منٹ ہی چلا پھر اس کی آواز بند ہو گئی۔ کیونکہ دین میں پہلے سے موجود سفید پوشوں نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکریں مار مار کر اسے ادھ سوا اور پھر بے ہوش کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

کشمیر اسٹگہ کی آنکھ کھلی تو وہ ایک کوٹھڑی کے نیچے فرش پر خالتو سامان کی گٹھڑی کی طرح ڈھیر ہوا پڑا تھا۔

کوٹھڑی کا دروازہ جس میں صرف چار سلاخیں لگی تھیں اور ایک محدود حد تک ہی باہر کچھ دکھائی دے رہا تھا۔

اس کی نظروں نے پہلا منظر یہی دیکھا کہ سلاخوں کے پار ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جس میں تین نو جوان سکھوں کو تنگ کر کے ان کے ہاتھ دیواروں سے منسلک کر کے کڑوں میں باندھے گئے ہیں اور تین بے گناہ سفید پوش ان کی پنڈلی کی ہڈیوں پر وحشیانہ انداز میں ڈنڈے مار رہے ہوئے ان کی چیخ و پکار سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں دردوں کا راج ہو اور انسانوں کے روپ میں "راکشش" آئے ہوں۔

جب کوئی مستروب چیخا وہ اس سے زیادہ زوردار آواز میں اس کی لٹل اتارتے ہوئے زور زور سے چیخے اور پھر دردوں کی طرح قہقہے لگانے لگتے۔

کشمیر اسٹگہ کے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی آواز بند ہو گئی۔ شاید اب ان میں چیخنے چلانے کی سکت ہی باقی نہیں رہی تھی۔

اس کے بدن کا ردال رواں درد کو بردہا تھا۔
لیکن.....!

یہ منظر دیکھ کر اسے اپنے خون کا خمیر بدلتا محسوس ہونے لگا تھا۔ اس کے بدن میں انگارے تڑپنے لگے تھے۔ غصے اور نفرت سے اس کو اپنا خون الٹا محسوس ہو رہا تھا۔

اس کی آنکھوں نے مٹیوں میں سے رو کو پہچان لیا تھا۔ یہ اس کے قریبی ساتھی تھے اور وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ مرجائیں گے لیکن دشمن کو کچھ نہیں بتائیں گے۔

جب وہ لوگ اپنی تربت کا آغاز کرتے تھے تو اس "ارداس" (دعا) اور عہد کے ساتھ کہ اب ان کا جینا اور مرنا صرف پنڈہ (قوم) کے لئے ہوگا۔

ابن ان کا جسم ان کا تھا نہ ہی ان کی روح ان کی تھی
جو بھی تھا وہ ”خالصہ پختہ“ کا تھا۔۔۔۔۔

اور.....

اس عہد کو اگر مر کر بھی مچا پاؤں تا تو وہ بھی اس کی لاج ضرور مچھاتے.....!
کشمیر اسٹک کے دیکھتے دیکھتے خینوں بے ہوش ہو گئے تھے.....

یہ اصل میں ان لوگوں کے آرام کا مقصد ہوتا تھا.....
یہ ہوش منکروں کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر وحشی درندے انہیں چند منٹ کے لئے ہوش

اپنی مشق ستم کو دوبارہ شروع کیا۔
لیکن.....

اس مرتبہ یہ اہل قریہ نہ ہوسکا۔ دو تین منٹ بعد ہی وہ دوبارہ بے ہوش ہو گئے انہوں نے
 تینوں کے بندھے بازو اٹھیلے کئے تو وہ زمین پر گئے ہوئے درخت کے تنوں کی طرح ڈھیر ہو گئے۔
 اس منظر سے کشمیر اسٹیک کا خون کھل اٹھا۔
 اس نے اپنی کونٹری کی سلاخوں کو منبھوٹی سے بکڑا اور انہیں دیوانہ وار زور سے ہلاتے ہوئے
 انہیں تنگی کالیاں دینے لگا۔

☆☆☆

اس کی گالیوں اور سلاخوں کے زور زور سے ہلنے کی آواز پر وہاں موجود بھینچوں نے اس طرح اس کو دیکھا تھا جیسے یہ سب کو ان کی توقع اور امید کے خلاف ہو۔
شاید وہ اس کے اتنی جلدی ہوش میں آنے کی امید نہیں کر رہے تھے۔
غصے سے کھولتے اور بچکاڑتے ہوئے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

کشمیر اسٹگھ نے چند لمحوں کے بعد وہاں پندرہ بیس سفید پوشوں کا اجتماع دیکھا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا تھا اور سب سے پہلے ہی اس کی کونٹھری کی طرف بڑھا باقی لوگ اس کی کمان میں ڈنڈے تھامے جلوس کی شکل میں کشمیر اسٹگھ کو گالیاں دیتے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے.....

گالیاں پکیتے ہوئے اس نے کشمیر اسٹوکی کو کونھڑی کا دروازہ کھولا۔ اس کے ساتھ ہی ایک طوفان

بدتمیزی دہا یا اور جتنے لوگ آسانی سے اس کو ٹھنڈی میں سما سکتے تھے انہوں نے کشمیر اسٹیک کو اپنی لالھیوں سے بیٹنا شروع کر دیا۔

شاید سب کو اس "سعادت" کا موقع نصیب نہیں ہوا تھا اور باہر موجود درندے اس صورت حال پر تملکار رہے تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو گالیاں بکتے ہوئے کہا کہ: کٹھنیر اسٹکھ کو باہر لے آئیں اور اب وہ لوگ اس کو دونوں ہانگوں سے گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔

اس کے ساتھ ہی سارا جلوس اس پر پل پڑا۔۔۔

شہسوار سنگھ کی زبان کو جیسے کرتھ لگ گیا تھا.....

جب تک وہ ہوش میں رہا انہیں گالیاں دیتا رہا پھر بے ہوش ہو گیا۔۔۔۔۔ تین مرتبہ وہ اسے ہوش میں لا کر مارتے رہے پھر اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں وہ مر ہی نہ جائے اسے دو بار کونٹھری میں پھینک کر تالا لگا دیا۔

☆☆☆

اس مرتبہ کشمیر اسٹیکھ کو ہوش آیا تو اس کے جسم نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا۔
 پیاس سے اس کے حلق میں کانٹے اور ہوتنوں پر صحرائی مسافروں کی طرح پڑیاں جم رہی تھیں۔
 لیکن.....

اس نے یانی مانگنا اپنی توہین خیال کیا !!

اپنی ساری توانائیاں بمشکل جمع کر کے اس نے کروٹ بدلی تو کشمیرہ سنگھ کو یوں لگا جیسے اس کی ساری پسلیاں ٹوٹ چکی ہوں۔

اس کی آنکھوں میں البتہ باہر کا منظر دیکھنے کی سبکت ابھی باقی تھی۔ اس مرتبہ جو منظر اس نے دیکھا اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس نے یہی سوچا کہ وہ بے ہوش ہی رہتا تو بہتر تھا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے قریبی ساتھی منوہر سنگھ کا اودھ مودا جسم لٹک رہا تھا اور ایک عقید پوش جس نے ہاتھ میں دھکی سلاخ تھامی ہوئی تھی۔ اس کے پیٹ پر دھکتے لوہے سے نشان لگا رہا تھا۔

جب بھی وہ منور سنگھ کے جسم پر ضرب لگا تا۔ ذبح ہوئے بکرے کی طرح اس کے حلق سے سچ نکلتی اور پھر خاموش چھپا جاتی.....!

کشمیر اسٹیک نے بے ہوش ہونے سے پہلے آخری منظر بھی دیکھا کہ ان لوگوں نے دھکتی سلاخ

کا آدھا حصہ منو ہر سنگھ کے بے جان جسم میں اتار دیا تھا۔ کیونکہ اس کی چیخ بلند نہیں ہوتی تھی۔ اس بات سے کشمیر سنگھ بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس کی روح اب بدن کی قید سے آزاد ہو چکی ہے۔۔۔۔۔

بے ہوش ہوتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے ان ساتھیوں کی سخی شدہ اور جگہ جگہ سے جلی ہوئی لاشیں لہراتی رہی ہیں جنہیں پولیس والے جعلی سٹا بلے میں مار کر پھینک جایا کرتے تھے۔۔۔۔۔

وہ جانتا تھا کہ گولیاں ان کے مردہ جسموں پر چلائی جاتی ہیں اسے علم تھا کہ جس عقوبت خانے میں سے لایا گیا ہے۔ یہ خانہستانی حریت پسندوں کے لئے مخصوص تھا اور یہاں ان کے جسموں سے بوٹی بوٹی لگ کر کے انہیں ادیت ناک موت مرنے پر مجبور کر دیا جاتا تھا۔۔۔۔۔ اسے اس بات کا بھی علم تھا کہ وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔ لیکن۔۔۔۔۔

وہ مطمئن تھا۔! سنت جرنیل سنگھ ہنڈرا نوالہ کے ہاتھوں "امرت" میں مارا کرنے کے بعد اب موت سے اسے والہانہ لگاؤ سا ہونے لگا تھا۔ وہ "پتھہ کی چڑھ دی" کے لئے مریا نا اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا۔۔۔۔۔! درد کی لہروں نے جانے سے اسے کب تک اٹھا اٹھا کر پٹنا اور موٹا و حواس سے ریگانہ کر دیا۔

☆☆☆

اس مرتبہ اس کی آنکھ خود نہیں کھلی تھی۔۔۔۔۔!

اسے ہوش میں لایا گیا تھا۔!

کشمیر سنگھ کو احساس نہ ہو سکا کہ اس کے جسم میں توانائی کو برقرار رکھنے والے "انکشن" لگائے گئے تھے۔ شاید یہ لوگ ابھی اسے کچھ دن مزید زندہ رکھنا چاہتے تھے۔

شاید انہیں اس بات کی امید تھی کہ وہ کشمیر سنگھ کے مزے سے اپنے مطلب کی بات اگلوائیں گے۔ اس نے دیکھا۔ اس مرتبہ وہ ایک قدرے بہتر کمرے میں موجود ہے۔ جہاں ایک طرف کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں قالین نما چٹائی بچھائی گئی تھی اس کے سامنے تین چار سفید پوش کھڑے تھے جن میں ایک ڈاکٹر اور اس کا دوا گار بھی شامل تھے۔

ہوش میں آتے دیکھ کر ڈاکٹر کے ساتھی نے کونے میں بھری میز پر موجود دودھ کا گلاس اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

کشمیر سنگھ نے چند ٹائے کے لئے آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لیا۔ شاید اس کا جسم تھوڑی دیر کے لئے کسی نشے کے تحت ہے جس کو دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ خود کو قدرے بہتر محسوس کر رہا تھا۔۔۔۔۔! "پی لو۔۔۔۔۔ ہم ڈاکٹر ہیں ہمارا تعلق پولیس سے ضرور ہے لیکن بہر حال اس وقت اس نے ڈاکٹر کی طرف زخمی نظروں سے دیکھا پھر کچھ سوچتے ہوئے دودھ کا گلاس اٹھا کر اس طرح ظاہر کیا جیسے وہ دودھ پینے لگا ہو۔ لیکن۔۔۔۔۔!

وہاں موجود دُشٹیوں کی توقعات کے بالکل برعکس اس نے گلاس اپنے جسم میں موجود ساری قوت کو اپنے ہاتھ میں مجتمع کر کے سامنے کھڑے ڈاکٹر کی طرف پھینکا جو کسی غیر ارادی اور برقی عمل کے تحت اچانک ہی ایک طرف مڑا اور گلاس اس کے پیچھے کھڑے ایک اور سفید پوش کے منہ پر لگا۔۔۔۔۔!

جس کے منہ سے خون بہنے لگا تھا۔۔۔۔۔!

دودھ زمین پر گر کر چٹائی میں جذب ہو رہا تھا اور اس کے چھینٹنے قریباً سب ہی لوگوں کے کپڑوں پر پڑے تھے۔

جس کے منہ پر گلاس لگا تھا وہ غصے سے کھول اس کی طرف لپکا لیکن اچانک ہی ڈاکٹر نے ہاتھ اٹھایا اور وہ اپنی جگہ کسی "معمول" کی طرح جم کر رہ گیا۔

کشمیر سنگھ اندازہ کر سکتا تھا کہ اس شخص کو خود پر قابو پانے میں کتنی مشکل پیش آرہی تھی۔ اپنی قمیض کی آستین سے اس نے منہ پر بہتا خون پونچھا اور غصے سے کھول کمرے سے باہر نکل گیا۔

"میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے کہ تمہاری تنقیش گرفتاری یا کسی اور معاملے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم سرکاری اور اخلاقی طور پر صرف تمہارے علاج کے ذمہ دار ہیں تمہیں بہت چومیں لگی ہیں اور تمہارا معدہ بھی خالی ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تمہاری جسمانی حالت قدرے نارمل ہو جائے اور ہم واپس لوٹ سکیں۔۔۔۔۔ مجھے امید ہے تم ہمارے ساتھ تعاون کر دو گے۔ یوں بھی کسی سکھ کا کسی ڈاکٹر پر حملہ کرنا ذریعہ نہیں دیتا وہ بھی اس صورت میں جب ہم یہاں تمہاری جان بچانے کے لئے آئے ہیں۔"

ڈاکٹر کی بات نامکمل ہی تھی جب اچانک ہی کشمیر سنگھ نے اسے ٹوک دیا۔

"تم کہتے ہو۔۔۔۔۔ کہ اس کرتے ہو۔ میں جانتا ہوں اس عقوبت خانے میں کسی کو زندہ ہی دینے

کے لئے نہیں بلکہ اذیت ناک موت سے دوچار کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اور میں بھی یہاں مرنے کے لئے ہی آیا ہوں..... تم لوگ چاہتے ہو کہ میرے جسم کو تھوڑی طاقت پہنچا کر زیادہ دیر تک مشق ستم جاری رکھ سکو..... لیکن میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا.....! میں نے مرنا ہے لیکن تمہاری خواہش کے مطابق نہیں مروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی خوش ہونے کا موقعہ دوں..... تم جو کوئی بھی ہو ایک بات یاد رکھنا کہ تمہارا کوئی بھی حریف مجھ سے ایک لفظ نہیں اگلا سکتا..... تم لوگ اپنے دل میں یہ حسرت لے کر میں مر جاؤ گے کہ کشمیر اسٹگھ نے تمہارے سامنے ہتھیار نہیں اٹائے تھے..... میں گورو گو بند سنگھ کا سکھ ہوں..... مجھے آن اور شان سے جینا ہی نہیں مرنا بھی آتا ہے..... میں تمہارے ہاتھ سے زہر بھی نہیں لوں گا۔ تم سانپ کے بچے ہو..... اڑ رہے ہو..... تم مجھے دودھ اٹاؤ گے۔ تم تو خود ہمارے خون پر پلے بڑھے اور اس قابل ہوئے ہو کہ آج ہم پر ہی ستم ڈھا سکو..... میں تمہارے روتی پر لعنت بھیجتا ہوں۔ وقع ہو جاؤ اور ان کتوں سے کہہ دو جنہوں نے تمہیں یہ ڈیوٹی سونپی ہے کہ شہر ہر دم مرنے کے لئے تیار ہوں.....

اپنی بات ختم کر کے اس نے زور سے ”جے کارے“ بلند کرنے شروع کر دیئے۔

☆☆☆

اچانک ہی سامنے کا دروازہ کھلا اور اس نے ایس پی بھلہ کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ اس کے تعاقب میں آنے والوں نے فوراً ہی اس کے دونوں ہاتھوں کو الٹا کر کے ہتھکڑی لگا دی تھی اور اسے دیوار کے ساتھ لگا کر بیٹھا دیا تھا۔

کشمیر اسٹگھ نے ایس پی بھلہ کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔

اس کی شکل تو سکھوں والی تھی۔

لیکن !

ایک عرصے سے جانے کتنے کچھ دل میں یہ تمنا لئے پھرتے تھے کہ کب موقعہ ملے اور اسے کتنے کی موت مار ڈالیں۔ دوسرے وہ جان لیوا حملوں سے بچ نکلا تھا..... ایک حملے میں تو اس کے پیٹ اور بازو میں گولیاں بھی لگی تھیں اور دس روز تک موت و حیات کی کشمکش میں جتلا رہے تھے بعد وہ بچ چکا تھا!!

اس حملے کے بعد سے اس کی آتش انتقام زیادہ شدت سے بھڑکنے لگی تھی اور اس نے خاص طور سے اپنی ڈیوٹی اس عقوبت خانے میں لگوائی تھی۔

یہ بات سکھوں میں عام طور پر کہی جاتی تھی کہ ایک مرتبہ ایس پی بھلہ کی گرفت میں آنے کے

بعد کسی خالصستانی کا زندہ بچ نکلتا مجھ سے کم نہیں۔

ایس پی اس کے سامنے کچھ قاصلے پر بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھام رکھا تھا۔

اس کے اشارے پر اس کے ہاتھوں سے کشمیر اسٹگھ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور دیوار سے لگی مضبوط کرسی پر بٹھا کر اس نے منسلک بیٹوں کے ساتھ اسے اس طرح باندھ دیا کہ پھر کشمیر اسٹگھ کے لئے سوائے زبان ہلانے کے اور جسم کے کسی حصے کو جنبش دینا ممکن نہیں رہا۔

اپنا کام مکمل ہونے پر وہ لوگ ایس پی بھلہ اشارے پر کمرے سے باہر نکل گئے اب اس کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

”کشمیر اسٹگھ! میں تمہاری زندگی کی ضمانت تو دے نہیں سکتا لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں کہ بات اگلاوے کے ہمارے پاس اور بھی بہت سے طریقے ہیں..... تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں آج ہی گولی مار کر تمہاری جان خلاصی کر دوں گا لیکن ایسی بات نہیں..... ابھی تمہاری ماں زندہ ہے۔ تمہاری دو بہنیں ہیں۔ تمہاری منگیتر ہے۔ ہم سب کو ایک ایک کر کے تمہارے سامنے لائیں گے اور ان کا جو بشر یہاں ہو گا اس کا تم اندازہ لگا سکتے ہو..... کشمیر اسٹگھ یہاں انسان نہیں درندے بستے ہیں۔ یہاں انسان کا نہیں جنگل کا قانون چلا ہے۔ ہم خود اپنے قانون بناتے اور ان پر عمل کرتے ہیں.....“

جیسے جیسے ایس پی بھلہ کے منہ سے باتیں نکل رہی تھیں کشمیر اسٹگھ کو اپنا وجود پتھلا محسوس ہو رہا تھا۔

”پولیس کے درندے ان کی ماؤں بہنوں کا جو خشر کرتے تھے وہ اس سے بخوبی آگاہ تھا۔ وہ جانتا تھا اگر اس نے کچھ نہ بتایا تو یہ لوگ اس کی بہنوں کو اس کی ماں کو اور اس کی منگیتر کو اس کی آنکھوں کے سامنے بے آبرو کریں گے اسے گھڑ اسٹگھ کی بہن کا انجام یاد آ گیا۔ جسے اس درندگی کے ساتھ بے آبرو کیا گیا تھا مسلسل جیسی تشدد کا نشانہ بننے کے بعد اس نے جان دے دی تھی۔

”واہجورو! سچے بادشاہ مجھے اس امتحان میں بھی سرخرو کرنا.....“ اس نے دل ہی دل میں اور اس کی۔

”تم چاہتے کیا ہو؟“ کشمیر اسٹگھ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

ایس پی بھلہ نے اچانک ہی اپنی دانست میں بڑا نفسیاتی حربہ آزمایا تھا۔
 کشمیر اسٹگمٹھا موش رہا.....!!
 ”تم غلط کہہ رہے ہو..... پولیس کی عادت ہے جھوٹ بولنا اور تم اس کے
 باہر ہو“.....

بالا آخر اس کے منہ سے نکلا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہاری یہ خواہش بھی پوری کئے دیتے ہیں۔“.....

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر بکھڑا ہو گیا۔

میز کے دوسرے کونے پر رکھے انٹرکام کے ذریعے اس نے کسی سے انگریزی میں ”وامیٹ
 فلاور“ کو لانے کے لئے کہا تھا.....!!

کشمیر اسٹگمٹھا سمجھ گیا کہ ”وامیٹ فلاور“..... اس ٹاؤٹ کا کوڈ نام ہوگا جس نے یہ اطلاع پہنچائی
 ہے۔

دوسری طرف سے کہا گیا؟

اس کی سمجھا سے آسکی کیونکہ کشمیر اسٹگمٹھا نے ایس پی بھلہ کو صرف ”ہوں ہاں“ کرتے ہی سنا
 تھا۔

”کشمیر اسٹگمٹھا اتم نو جوان بہنوں کے بھائی اور اپنے بوڑھے والدین کی آخری امید ہو۔ بے
 وقوف نہ بنو..... تم جاٹ ہو جانتے ہو کوئی کسی کو اپنی زمین کا ایک انچ نہیں دیتا..... تمہیں بھارت سرکار
 خالصتان کہاں سے دے گی۔ تمہارے لئے زندہ رہنے کا صرف ایک ہی پاس ہے کہ اپنے
 ساتھیوں میں رہ کر جہاد کے لئے کام کرتے رہو..... تمہاری بہنیں بلور خانات جمہوری نظروں میں
 رہیں گی..... اس میں تمہارا بھلا ہے۔“.....

بالا آخر اس نے فون پر رکھ دیا اور اب کشمیر اسٹگمٹھا سے مخاطب تھا.....!!

کشمیر اسٹگمٹھا کا جی تو یہی چاہتا تھا کہ اس شخص کو جو بار بار اسے اس کی بہنوں کی آبروریزی کی
 دھمکی دے کر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے جان سے مار ڈالے۔

لیکن.....!

وہ مجبور تھا.....

بندھا ہوا تھا.....

تیر کو بھی تو لوگ باعدہ کر بنجرے میں رکھ دیتے ہیں لیکن اس سے وہ گیند تو نہیں بن جاتا۔

”کشمیر اسٹگمٹھا سرحد پار گئے تھے۔ وہاں سے تربیت لے کر آئے ہو۔ تمہیں
 اس جگہ کا بھی علم ہے جہاں شو بیک سٹگمٹھا جو انوں کو تربیت دے رہا ہے۔ پہلے
 سب کو کچھ بتا دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون کیا تو ہم
 بھی تمہارے ساتھ تعاون کریں گے۔“

ایس پی بھلہ نے اس کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھا۔

اس نے کشمیر اسٹگمٹھا کی بات سے یہی اندازہ لگایا تھا جیسے وہ رام ہو گیا ہو اور
 اپنی سنوں اور شگیتری کی آبروریزی کے خوف سے جھک گیا ہے۔

لیکن.....!

کشمیر اسٹگمٹھا اور سوچ رہا تھا۔

شاید وہ ذرا اس عقوبت خانے سے نکل سکتا۔ عین ممکن ہے کہ اسے اپنے
 ساتھیوں تک کوئی بار۔ پہنچانے کا موقع مل جائے۔

وہ جانتا چاہتا تھا کہ وہ..... ان ہے جس نے یہ ساری باتیں اٹیلی جنس تک
 پہنچائی ہیں۔

وہ آستین کے اس سانپ کی اصلاحات جان کر کسی نہ کسی طرح اپنے
 ساتھیوں تک اس کا نام پہنچانا چاہتا تھا تا کہ وہ لوگ اس کے سر سے آئندہ
 کے لئے محفوظ ہو جائیں۔

”دیکھو ایس پی صاحب! کہیں اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ میں ذبحیروں سے
 بندھا ہوا ہوں اور تم مجھے ذرا دھمکا کر ہر بات منالو گے۔ تم جھوٹ بول رہے
 ہو۔ تمہاری دونوں اطلاعات غلط ہیں۔ میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارے کسی
 ”ٹاؤٹ“ نے دونوں اطلاعات صرف اپنے نمبر بنانے کے لئے تم تک
 پہنچائی ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ یہ لوگ تمہیں بے وقوف بنا کر دراصل اپنا الو
 سیدھا کر رہے ہیں.....“

کشمیر اسٹگمٹھا بولا۔

اس کی اس بات پر ایک لمحے کے لئے ایس پی بھلہ سوچ میں پڑ گیا۔

”اگر ہم اس شخص کو تمہارے سامنے لے آئیں جس کے سامنے تم نے ساری
 باتوں کا اقرار کیا ہے۔ تب تم کیا کہو گے؟“

اس نے سوچا۔

فی الوقت اس نے صرف وقت گزارنے کی حکمت عملی اپنائی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جیسے ہی اس کے ساتھیوں کو اس کے غائب ہونے کا علم ہوا۔ وہ لوگ بہر صورت اس کی بہنوں کو کسی محفوظ مقام پر منتقل کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ پولیس کی دست برد سے محفوظ رہ سکیں اور اگر اس نے ابھی سے ضد یا عمدہ لی تو یقین ممکن ہے کہ اس سے پہلے پولیس ان تک پہنچ جائے۔ اسے موت سے ذرا برابر خوف نہیں تھا۔

لیکن.....!

یہ سوچ ہی اسے مار دینے کے لئے کافی تھی کہ اس کی بہنوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے وحشی ہندوؤں سے بے عزت کر دیا جائے گا۔

بے بسی سے وہ کھانے کی شکل دیکھتا رہا.....

اور.....

ایس پی بھلہ نے بھی سمجھا کہ اس کے دام میں پھنس رہا ہے اس نے گھٹی بجائی اور سفید پوش دندنا تے اندر داخل ہو گئے۔

”سر دار صاحب کو لنگر پانی دو۔ تھوڑی دیر بعد ہم دوبارہ ملیں گے۔“

اس نے آنے والوں کو آنکھ کا مخصوص اشارہ کیا.....!

”جو حکم جناب“..... ان کے کانڈر نے جواب دیا۔

انہوں نے کشمیر اسٹگ کو کرسی کی قید سے آزاد کر دیا تھا اور اس نے ہاتھوں کو سپید سا کر کے اچھٹکڑی لگا دی تھی۔ ابھی تک انہوں نے اس قید خانے میں بھی اس کی اچھٹکڑی اور زکات کا خطرہ نہیں لیا تھا.....!!

جس بیل سے وہ اسے لائے تھے اس کے نزدیک لے جا کر انہوں نے کشمیر اسٹگ کی اچھٹکڑی کھولی اور اسے بیل کے اندر داخل کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔

چند منٹ بعد ہی اس کے لئے کھانا آ گیا.....

نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے کھانا زبردستی کیا۔ کیونکہ اس مرحلے پر وہ کھیل لگانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

شام کا گھبراہٹ جیسا محفل رہا تھا جب اس نے دل ہی دل میں پانچھ شروع کیا اور آخر میں اور اس (دعا) کی کہ وہ انکو ردا سے اس کے فیصلے پر قائم رکھے۔

شام کو پھر اسے دودھ کا گلاس بھر کر پینے کے لئے دیا گیا۔!!

☆☆☆

رات کے پہلے پہر وہ ابھی جاگ ہی رہا تھا جب اسے پھرے دار اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔

کشمیر اسٹگ نے اندازہ لگا لیا کہ اب وہ زندگی کے آخری سفر پر روانہ ہونے والا ہے۔ ایک مرتبہ پھر دل ہی دل میں اس نے دعا کی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

آنے والوں نے اس کی کوٹھڑی کا دروازہ کھولا.....!

ان میں سے ایک نے اس کے ہاتھوں میں اچھٹکڑی پہنائی اور اسے اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا۔

کشمیر اسٹگ نے کوٹھڑی سے باہر آ کر آخری مرتبہ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا جہاں چاروں طرف سیاہ بڑیاں منڈلا رہی تھیں.....!

رات نے ابھی سے ماتی لیا وہ اڑھ لیا تھا۔

وہ لوگ اسے اس عمارت کے اندر ہی دوسرے بلاک کی طرف لے جا رہے تھے..... اپنے چاروں طرف اسے مستعد سپرے دار اور سرچ لائٹس دکھائی دے رہی تھیں۔

اپنے اردوں کی طرح مضبوط قدم دھرتا وہ موت کے سفر کی طرف گامزن تھا۔ اس مرتبہ اس کے سفر کا اختتام جس کمرے پر ہوا تھا وہ ایس پی بھلہ کا دفتر تھا۔ کمرے کے باہر ہی بھلہ اس کا منتظر تھا.....

اس کے ساتھ آنے والے وہیں تک گئے اور کشمیر اسٹگ بھلہ کے اشارے پر اندر داخل ہو گیا۔ بھلہ نے اندر داخل ہونے پر سامنے آرام دہ کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔

”کشمیر اسٹگ! میں صرف تمہاری تسلی اور اس بات کی یقین دہانی کے لئے کہ

اگر تم بھی ہمارا ساتھ نہ دو تو بھی تمہارے ساتھیوں میں موجود ہمارے لوگ

ہمارا کام کرنے میں آگے نہیں آسکیں گے۔ حالانکہ اس سلسلے

میں اعلیٰ حکام کو میں نے ناراض کیا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم

میرے شہر کے رہنے والے ہو۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہاری بہنوں کی بے

حسستی بھی ہو اور تم کسے کی موت بھی مارے جاؤ۔ کشمیر اسٹگ اپنی بہنوں کی

غیرت کا سودا کچھ نہیں کیا کرتے..... تمہاری اس بہادری کا کیا فائدہ۔ اس

طرح تو مرتے ہوئے بھی تمہارے دل میں چھتا رہے گا۔
ایس پی بھلہ بار بار اسے اس کی بہنوں کی آبروریزی کی دھمکی دے کر شاید نفسیاتی طور پر اسے
نامرد بنانا چاہتا تھا۔
حالانکہ.....

اس کی توقعات کے برعکس کشمیر اسٹگھ نے بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پا رکھا تھا۔ اسے
دکھانے کے لئے بھلہ نے میز پر رکھا ریوالور کھول کر گھمایا تھا شاید اسے بتانا چاہتا تھا کہ یہ بھرا ہوا
ہے۔
”اور ہاں اس شخص کو دیکھ کر حیران نہ ہونا بلکہ میں تمہارا اور اس کا جوڑ کروا کر مستقبل میں
تمہارے لئے ترقی کے بے شمار دروازے کھول رہا ہوں۔ کشمیر اسٹگھ موج کرو گے موج..... لعنت بھیجو
کیا رکھا ہے اس“ امرت، ہماری زندگی میں.....
اتنا کہہ کر اس نے ایک ہاتھ میں ریوالور تھاما اور دوسرے ہاتھ سے ملحقہ کمرے کا دروازہ کھول
دیا.....

☆☆☆

دروازہ کھلے پر جو شخصیت اندر داخل ہوئی تھی اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی
کشمیر اسٹگھ چند لمحوں کے لئے بوکھلا کر ہی رہ گیا
یہ پر تاب کور تھی.....!
پراسرار پر تاب کور.....!!

جس نے چند دنوں کے اندر بھنڈا نوالہ کے ساتھیوں کا اتنا اثر حاصل کر
لیا تھا کہ اس کا شمار بلاشبہ ”خواص“ میں ہونے لگا تھا.....!
وہ تو سنت جی کے ساتھیوں کے ساتھ بڑے بڑے فیصلوں میں شامل
ہونے لگی تھی اور بلاشبہ غور توں کے جتنے میں اسے انتہائی اہم اور ممتاز مقام
حاصل تھا.....!

”تو اس ناگن کو ایک سازش کے تحت ان میں داخل کیا گیا تھا“ کشمیر
اسٹگھ نے اپنے آپ سے سرگوشی کی۔
وہ کڑکڑا رہا تھا.....!

اگر یہ عورت زعمہ رہی تو ایک ایک کر کے سب کو بکتے کی موت مراد دے گی۔ اب اسے اس

بات کا پتہ بھی چل گیا تھا کہ انٹیلی جنس کو ان کے بہت سے منصوبوں کی پہلے سے اور کبھی کبھی بعد میں
خبر کیسے ہو جاتی ہے؟

واقعی اس نے ایک روز پر تاب کور کے سامنے ٹریڈنگ حاصل کرنے کا اقرار اس طرح کیا تھا
جب پر تاب کور نے شدت سے تربیت حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور کہا تھا کہ وہ نود ہندوق
اٹھا کر میدان جنگ میں اترنا چاہتی ہے.....!!

کشمیر اسٹگھ کے منہ سے یہ راز اگلوانے کے لئے پر تاب کور نے کیا کیا جتن نہیں کئے تھے.....!
اس کے سامنے بار بار اپنے اسلاف کی عورتوں کی بہادری کے قصے دہرا کر خود بھی ان کے نقش
قدم پر چلنے کا عہد کیا تھا اور اس سے درخواست کی تھی کہ اسے بھی کم از کم ہندوق چلانے کی تربیت تو دلا
دے۔

اچانک ہی اس کا مغز گھوم گیا.....!
اس نے اپنی تمام سوچ پر لعنت بھیج کر جس طرح بھی ممکن ہو اس ناگن کو مار دیے کا فیصلہ کر
لیا تھا.....

کشمیر اسٹگھ اسے مار ڈال..... اسے مار ڈال..... ورنہ یہ ناگن ایک ایک کر کے تیرے سارے
ساتھیوں کو ڈس لے گی۔“

کسی نادیدہ طاقت نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی
پر تاب کور نے اس وقت بھی اپنا ”سکھی مریادہ“ والا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ اپنی دانست میں
”فتح“ بلاتی مسکراتی ہوئی اس ارادے سے اس کی طرف آ رہی تھی کہ اس کے نزدیک موجود کرسی پر
اطمینان سے بیٹھ جائے۔

کشمیر اسٹگھ بھی ”فتح“ بلاتا اٹھ کر کھڑا ہو گیا.....
ایس پی بھلہ نے بھی سمجھا تھا کہ پر تاب کور کی شخصیت سے متاثر ہو کر وہ احتراماً اٹھ کر کھڑا ہوا
ہے.....

یہ تو کشمیر اسٹگھ تھا جب وہ اس کے بڑے بڑے افسروں کے سامنے آتی تھی تو وہ لوگ بھی غیر
ارادی طور پر اس کے رعب حسن کو نڈر گزارنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

بھلہ بھی مسکراتا ہوا مطمئن انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھنے لگا تھا.....!
اپنی کرسی پر بیٹھنے کے لئے اسے سامنے بھی بڑی میز کا چکر کاٹنا پڑا جس پر اس کا ریوالور رکھا
تھا.....!!

چند لمحوں کے لئے اس کی پشت کشمیر اسگھ کی طرف ہوئی.....

بہکی وہ لمحات تھے جو بھارتی انٹیلی جنس کی تاریخ کے منحوس ترین لمحات بن گئے!

کئی قیامتیں ایک ساتھ ٹوٹی تھیں.....!!

خدا جانے کشمیر اسگھ کے جسم میں کون سی بجلیاں بھر گئی تھیں کہ اس نے برق رفتاری سے آگے

بڑھ کر ریوالور اٹھا لیا۔

بندھے ہاتھوں سے ایس پی کے سیدھا ہونے سے پہلے پہلے نہ صرف ریوالور کو فائرنگ کے

نئے تیار کردہ بلکہ دو گولیاں پر تائب کور کے سینے میں اتار دیں۔

بھلے کسی دماغی جھٹکے کے تحت اس کی طرف جھکا اور تیسری گولی اس کے ماتھے کے عین ذریعہ

موت میں.....!

اس کی موت تو اس ایک گولی سے ہو گئی تھی۔

لیکن.....!

احتیاطاً کشمیر اسگھ نے ایک نو گولی اس کے دل میں اتار دی.....!!

اچانک فائرنگ کی آواز پر ابھر موجود سفید پوشوں میں کھلبلی مچا دی۔ جب وہ لوگ اندر داخل

ہوئے تو یہاں تین لاشیں ان کی منتظر تھیں۔

کشمیر اسگھ کا آخری شکار اس کی اپنی ذات تھی.....!!

اس نے گولی اپنی کینٹی مین اتار لی تھی اور کمرے کے بل پر گر ا تھا!

وحشیوں کی طرح پیچھے چلاتے جب یہ خونی دروازے اندر پہنچے تو اس کی کینٹی سے خون کا فوارہ

اُبل رہا تھا اور ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی.....

پر تائب کور اور ایس پی بھلے کے جسموں سے بھی خون ابھی تک بہ رہا تھا۔

لیکن.....!

دونوں کی آنکھیں دہشت زدہ انداز میں پھٹی دکھائی دے رہی تھیں۔

یاد دی النظر میں یہی اندازہ ہوتا تھا کہ مرنے سے پہلے دونوں کے ذہن کے کسی کونے میں بھی

یہ بات نہیں رہی تھی کہ کشمیر اسگھ ان کے ساتھ یہ کچھ کر کر رہے گا.....!

یہ سب کچھ ان کے لئے اچانک اور بوکھلا دینے والا تھا.....!

ان ہی کے لئے نہیں بلکہ باہر موجود پہرے داروں کے لئے بھی.....

ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں رہی ہوگی کہ ایس پی بھلے بھی کبھی کسی کے متعلق غلط

اندازہ لگا سکتا ہے.....!

جتنے قریب سے اور جس خطرناک جسامتی جسے پر انہیں گولیاں لگی تھیں اس کے بعد ان کے

زندہ رہنے کا کوئی امکان تو نہیں تھا۔

لیکن.....!

پھر بھی انہوں نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایس پی بھلے اور پر تائب کور کی لاشیں

ہسپتال تک پہنچا دیں جہاں چند منٹ بعد ہی ڈاکٹروں کے ایک ہورڈ نے دونوں کی ”مرتبہ“

(موت) کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔

☆☆☆

350 کلومیٹر تک پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سنت جرنیل سنگھ بھنڈرا نوالے امرتسر کے نزدیک اپنے ڈیرے چوک مہتہ میں پہنچ گئے تھے۔

20 ستمبر کو انہوں نے چوک مہتہ امرتسر سے گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس فیصلے کا اعلان کانسٹیبل فیڈریشن کے صدر بھائی امریک سنگھ نے ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں کیا۔

اس اعلان کے ساتھ ہی دہلی سے پیرا ملٹری فورسز نے پنجاب پر یلغار شروع کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ٹرینوں، ٹرکوں، بسوں، ہوائی جہازوں کے ذریعے ہزاروں کی تعداد میں سی آر پی آر نے پولیس ریز اور فورس اور بی ایف کی ٹینس پنجاب میں اترنے لگیں۔

سیکورٹی فورسز کا زیادہ دباؤ امرتسر، لہنا اور جالندھر پر تھا۔

اٹلی جنس کو علم تھا کہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرا نوالہ کی گرفتاری کو سکھ یوں ٹھنڈے پیوں برداشت نہیں کریں گے۔ بھارت اور دنیا کے کونے کونے سے سکھ امرتسر میں جمع ہونے لگے تھے۔

19 ستمبر 81ء کی شام تک پولیس کی پابندیوں سے بارہو 30 کے لگ بھگ سکھ جن میں ”نہنگ سنگھ“ بھی خاص تعداد میں تھے۔ چوک مہتہ میں جہاں سی آر پی آر نے گرفتاری دینی تھی جمع ہو چکے تھے۔

ان میں سینکڑوں کی تعداد میں اٹلی جنس کے اعلیٰ کار بھی موجود تھے جو اس ہجوم میں ”تربیت یافتہ وحشت گردوں“ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

”سٹے شبدہ پروگرام کے مطابق 20 ستمبر کی دوپہر کو سنت جرنیل سنگھ بھنڈرا نوالے دہلی ٹکسال کے بنگلے دروازے سے برآمد ہوئے اور پیدل ہی چوک مہتہ کی طرف چلتا شروع کر دیا۔

ان کے تعاقب میں گوردوارے میں موجود پچاس ہزار سکھ مرد عورتیں بوڑھے اور بچے بھی ابھر اُکل آئے۔

چاروں طرف سکھوں کا ٹھاٹھیں بارتا سندھ دکھائی پڑتا تھا۔

ان لوگوں نے بھاگتے ہوئے سنت جرنیل سنگھ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ لیکن انتظامیہ کی خواہش پر ان کے سامنے سے ہٹ گئے۔

سیکورٹی کے جوان کسی بھی ہنگامی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ جب اچانک انہوں نے دو آرٹھ کاریں اس طرف آتے دیکھیں۔

دونوں کے درمیان عام پولیس کار تھی جس میں پولیس والوں نے بڑی پھرتی سے سنت جرنیل سنگھ کو بٹھالیا اور دونوں آرٹھ کاروں نے اس کار کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

پولیس کے اسی قافلے نے لہنا کے لیے کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔

اس سفر کے آغاز سے تھوڑی دیر بعد ہی ہجوم مشتعل ہو گیا۔

نہنگ سنگھ کی کرپانوں کے ساتھ پولیس پر حملہ آور ہو گئے ہیں جس کے جواب میں پولیس نے فائرنگ شروع کر دی۔

اس درمیان کسی نے پولیس کے اس ٹرک کو بندر آتش کر دیا جس میں اسلحہ لدا تھا۔ پھر کیا تھا۔

اسلحہ پھٹنے سے ہر طرف دھماکے ہونے لگے۔ قیامت کا سماں تھا جس کا جدمرزا الٹا۔ اس نے ادھر ہی بھاگنا شروع کر دیا۔

ایک طوفان بدتمیزی در آیا۔

انسان گا جرمولی کی طرف کٹ کر گرنے لگے۔

زخمیوں اور مقتولین کی لاشیں سکھ فوراً اٹھا لیتے تھے کیونکہ انہیں علم تھا کہ پولیس کسی مرنے والے کی لاش ان کے حوالے نہیں کرتی۔

اس بھاگ دوڑ اور افراتفری میں درجنوں پولیس اہل کار بھی زخمی ہوئے جب مطلع صاف ہوا تو وہاں درجنوں لاشیں اور زخمی موجود تھے۔

پولیس کا دعویٰ تھا کہ مرنے والوں کی گنتی بارہ ہے۔

جب کہ سکھ اس تعداد کو کئی گنا زیادہ بتاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ پولیس نے بیشتر لاشیں ایک جگہ اکٹھی کر کے انہیں خود جلا کر اپنے جرم کا نشان منادیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس واقعے نے پنجاب بھر میں آگ لگا دی تھی۔

مہتہ چوک میں سکھوں کے قتل عام کی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پنجاب کے گھر گھر میں پھیل گئی تھیں۔

اس مرحلے پر خاموش رہنا خالصتان نواز سکھوں کے لئے ممکن ہی نہیں رہا تھا۔ بارہ اندازہ کر

رہے تھے کہ براہمن ان کی غیرت کو آزمایا رہا ہے اور اگر وہ خاموش رہتے ہیں تو یمن ممکن ہے کہ باقی سکھوں کی طرح حکومت برٹنل سنگھ بھنڈرا نوال کو بھی کسی بھولے مقابلے میں مار ڈالے۔
کیونکہ.....!

اس طرح کے من گھڑت واقعات اخبارات کا معمول بن چکے تھے اور روزانہ کسی نہ کسی سکھ کے "فرار" ہونے یا "مقالے کے دوران" مارے جانے کی خبریں شائع ہوتی رہتی تھیں۔
یہی وقت تھا جب خالصتان نواز سکھ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے اس ظاہرے سے وہ جہاں ایک طرف حکومت کو یہ باور کروانے جا رہے تھے کہ انہوں نے ہاتھوں میں چوڑاں نہیں رکھیں اور وہ کسی بھی صورت اپنے محبوب راہنما کو کسی من گھڑت مقابلے میں مرنے نہیں دیں گے۔ وہاں دوسری طرف وہ اپنی قوم کا مورال بھی بلند کرنا چاہتے تھے.....!!
ابھی تک سنت برٹنل سنگھ بھنڈرا نوال نے گوکہ کبھی کھل کر خالصتان کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔
لیکن.....!

کوئی عقل کا اندھا بھی یہ نہ کہتا کہ وہ دراصل اندری اندر اپنی قوم کو کس انقلاب کے لئے تیار کر رہے ہیں۔
ان کے ہر دکار جو سنت جی کے ساتھ شامل رہتے تھے جانتے تھے کہ وہ خالصتان کی فوج کا حصہ ہیں۔

اور ان کا "گورد" انہیں آئے روز کسی "روزہ" کے لئے تیار رہے کے اشارے دیتا رہتا تھا۔
سنت برٹنل سنگھ نے ہر سکھ کو مسلح ہونے کا حکم دیا تھا۔ ان کی تربیت حاصل کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔

وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں خالصتان کے لئے نہ "ہاں" کرتا ہوں اور نہ "نہیں" کرتا ہوں۔
اگر سرکار نے ہمیں خالصتان دینے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو ہم انکار کرنے والے کون ہوتے ہیں۔
ان کے ایسے ہی بیانات نے بھارت کے سرکاری حلقوں میں کھلبلی مچا دی تھی اور پنجاب کے ہندو ابھی سے پنجاب میں اپنا مستقبل غیر محفوظ سمجھنے لگے تھے۔

☆☆☆

20 ستمبر کی دوپہر کو پولیس نے سکھوں کا جو قتل عام کیا تھا۔
اس کا جواب اس رات کو جاندھر سے اسے مل گیا.....!
تین مسلح موٹر سائیکل سوار جنہوں نے اپنے چہرے نقابوں سے ڈھانپ رکھے تھے.....!

جاندھر کے "جھکو چوک" میں آئے اور "خالصتان زعدہ باڈ" کے نعرے مارنے اور ہوائی فائرنگ کرنے لگے۔

انہوں نے "جھکو چوک" سے اچھا سفر شروع کیا اور لال بازار گڑ منڈی فٹ بال چوک سے گزر رہے شہر میں گولیاں برساتے رہے۔ اس درمیان وہ خالصتان اور سنت برٹنل سنگھ زعدہ باو کے نعرے لگاتے رہے۔

گڑ منڈی کے نزدیک ان کا مقابلہ پولیس کی مسلح پارٹی سے ہوا۔ دونوں طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ پولیس والے تعداد میں ان سے بیس گنا زیادہ تربیت یافتہ اور مسلح تھے۔
لیکن.....!

حیرت کی بات تھی کہ چار پولیس اہلکار ان کی گولیوں کا نشان بنے جب کہ دس بارہ زخمی بھی ہوئے۔

تینوں موٹر سائیکل سوار جس طرح دھماتے آئے تھے۔ اسی طرح دھماتے ہوئے واپس چلے گئے۔

اس درمیان جاندھر میں ایک بھی سکھ ایسا دکھائی نہیں دے رہا تھا جس کی ہمدردیاں حکومت کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ چوک موہ سے لاشیں اب جاندھر اور لدھیانہ پہنچی شروع ہو گئی تھیں۔
یہ وہ بد قسمت سکھ تھے جن کی لاشیں ان کے عزیز و اقارب پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر کسی نہ کسی طرح ٹریکٹروں، ٹرالیوں اور ٹرکوں میں چھپا کر ان کے گھروں تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے.....!!

اگلے رات مسلح سکھوں کی طرف سے ترن تارن میں سی آر پی کی ایک پارٹی پر حملہ ہوا ایک آفیسر مارا گیا جبکہ اس کے تین جوان شدید زخمی ہوئے۔

اس کے ساتھ ہی تخریب کاری کے واقعات کا آغاز ہو گیا۔
خالصتان نواز سکھوں نے اپنی کارروائیوں کا آغاز ریل کی پٹریاں اکھاڑنے سے کیا۔ کئی جگہ ریل اور بسوں پر مسلح حملے ہوئے اور ان حملوں میں ہندوؤں کو جن جن کر نشانہ بنایا گیا۔

اس ضمن میں ایک بڑی تخریب کاری امرتسر سے جاندھر جانے والی ٹین لائن پر ہوئی جہاں سکھوں نے ریل کی پٹری اکھڑ دی تھی اور مال گاڑی کے کئی ڈبے الٹ گئے۔

یہ لائن دوروز تک ریلوے ٹریک کے لئے بند رہی۔
سیکوریٹی فورسز کے ساتھ سکھ حریت پسندوں کے مقابلے جاری رہے اور ہر روز پنجاب کے کسی

نہ کسی شہر میں پولیس کے ساتھ خالصتان نواز سکھوں کے سیدھے مقابلے کی خبریں آنے لگیں۔!!
اس درمیان حکومت کے اس اعلان نے کہ بھارتی پولیس نے وادی بکمال سے بم بنانے کی
ایک فیکٹری بھی پکڑی ہے۔!!

(اس فیکٹری میں دیہی بم تیار کئے جاتے تھے) پنجاب بھر میں سنسنی کی تازہ لہر دوڑا دی۔
اس سے پہلے جو لوگ اسے ”ذاتی مسئلہ“ قرار دے رہے تھے وہ بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ
املاات ان کی توقعات سے کہیں زیادہ آگے بڑھ چکے ہیں۔

ہذا ہذا

سنت بھندرا نوالہ کی گرفتاری سے پنجاب کے خالصتان نواز سکھوں کو بہت تقویت ملی۔!!
اس درمیان پنجاب میں دو سکھ جتنے بندیاں واضح طور پر خالصتان کا نعرہ بلند کر چکی تھیں۔
ان میں ”دل خالص“ اور ”نیشنل کونسل آف خالصتان“ شامل ہے۔
دل خالص کا نام 1978ء میں چوک بہت میں نرنگاریوں اور سکھوں کے درمیان ہونے والے
فساد کے بعد عمل میں آیا تھا۔

6 اگست 1978ء کو چنایا لڑھ کے سیکٹر نمبر 3 میں اکال گڑھ گوندوار نے میں ”دل
خالص“ قائم کی گئی۔ اس کی سپریم کمان میں ”سپر شار“ کئے گئے۔ سردار ہر سرن سنگھ کو اس کا
”کچھ بچ“ بنایا گیا۔

پانچ مہری سپریم کونسل کا سب سے زیادہ سرگرم رہ گنبد سنگھ تھا جو بعد میں جہاز اغوا کر کے
پاکستان لایا اور ازاں بعد لاہور کی جیل میں عمر قید کی سزا بھگت کر رہا ہو چکا ہے۔
اس جتنے بندی نے اپنا کام اندری اندر جاری رکھا۔

ان کے خفیہ اجلاس ہوتے۔!!

ان کی طرف سے لٹریچر تقسیم کیا جاتا۔

اور مختلف مذہبی مقامات پر اجتماعات میں سکھوں کو اپنے الگ اور آزاد دشمن کے حصول کے
لئے تیار کیا جاتا۔ مختلف سکھ حلقوں کی طرف سے الزام عائد کیا جاتا ہے کہ دراصل یہ جتنے بندی مرکز
کے اشاء سے پرست جرنیل سنگھ کا ”نصر“ توڑنے کے لئے قائم کئے گئے تھے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان ہی حلقوں کی طرف سے یہ پراپیگنڈہ بھی کیا جا رہا تھا کہ سنت
جرنیل سنگھ کانگریس کا آدمی ہے جسے حکومت نے ”اکالی دل“ کے سرپرستی کی صورت چھوڑ رکھا
ہے تاکہ جب بھی اکالی دل سر اٹھائے یا کوئی اناسیدہ مطالبہ کرے تو اسے سنت جرنیل سنگھ۔

ذریعے کچل کر رکھ دیا جائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ دونوں مفرد جسے جھوٹ ثابت ہوئے۔
سنت کی نے جان سے گزر کر اپنی صداقت منوالی اور ”دل خالص“ پر بھارت میں پابندی کا عائد
ہو چکی ہے۔

20 مارچ 1981ء کو دل خالص نے سکھوں کے مذہبی مقام آند پور صاحب میں ایک خصوصی
کنونشن بلایا۔ جس میں سکھوں کے آزاد وطن کا مطالبہ کیا گیا۔ یہاں خالصتان کا جھنڈا لہرایا گیا۔
جسے ہزاروں سکھوں نے سلائی دی اور خالصتان کا باقاعدہ نقشہ بھی جاری کر دیا گیا۔ ہر سرن سنگھ
آخری اطلاعات تک دہلی کی تہا زینیل میں نظر بند ہیں۔

ہذا ہذا

نیشنل کونسل آف خالصتان بھی 1978ء میں ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان اور پنجاب کے سابقہ
وزیر مین الاقوامی شہرت یافتہ سکھ مصنف شاعر اور فلاسفر بلیر سنگھ سندھ نے مل کر قائم کی۔
ڈاکٹر جگجیت سنگھ چوہان تو بعد میں انگلستان چلے گئے اور آج کل وہیں بیٹھ کر اس کونسل کو چلا
رہے ہیں جب کہ ان کے دست دراست بلیر سنگھ سندھ نے ”دلکش مارکیٹ جالندھر“ میں کافی عرصے
تک اس کا دفتر قائم رکھا۔!!

سردار سندھو نیشنل کونسل آف خالصتان کے جرنیل سیکرٹری ہیں۔ وہ بلاشبہ سکالر ہیں۔ بھارت
میں اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز رہے اور ایک پرعیش زندگی کو تیاگ کر راہ فرار اختیار کرنے کی بجائے
میدان عمل میں ڈٹے رہے۔

ان کی کتابیں ”موت دی چھاں بیٹھ“ ”دھول اڑی ہے“ ”جسے بان لاگے“ پنجابی ادب میں
سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سردار بلیر سنگھ کی کئی کتابیں انگریزی اور گودکھی زبانوں میں غیر ممالک سے شائع ہو چکی ہیں۔
1982ء میں جب حکومت نے ”دل خالص“ پر پابندی لگائی تو انھوں نے روزیہ پابندی نیشنل
کونسل آف خالصتان پر بھی لگا دی گئی۔ جس کے بعد سے سردار بلیر سنگھ سندھ وزیر زمین چلے گئے
جہاں سے وہ آج تک تحریک خالصتان کے سرگرم لیڈر کی حیثیت سے منسلک ہیں۔

ان کی کوئی نہ کوئی نئی کتاب امریکہ لندن کنینڈا سے شائع ہوتی رہتی ہے۔ بھارتی حکومت کو
اس بات کا شوت تو ملتا رہتا ہے کہ سردار بلیر سنگھ سندھ زندہ ہے۔

لیکن۔

وہ کہاں ہے؟

یہ بات کوئی نہیں جانتا۔

29 ستمبر 1981ء
انڈین ایئر لائن کا بونگ جہاز دہلی کے پالم پور ہوئی الے پر روانگی کے لئے تیار کھڑا تھا۔
17 مسافر جہاز میں سوار ہو چکے تھے دونوں پائلٹوں سمیت 6 افراد پر مشتمل جہاز کے عملے کے لئے
یہ کوئی نیا رٹ نہیں تھا وہ لوگ گزشتہ کئی سالوں سے اس راستے پر سفر کرتے آ رہے تھے۔

آج خلاف معمول ملائیت ان ٹائم تھی۔
ان کو پتہ چلے اس بات کا ذکر بڑے تسخر سے اس وقت اپنے معاون سے کیا جب انہیں
اسے ٹی سی (ایئر کنٹرول ٹاور) نے اڑنے کے لئے منسلک دے دیا۔
”خیرت ہے۔ آج ہم بروقت پرواز کر رہے ہیں۔“ اس نے اپنے ساتھی کی طرف
مسکراتے ہوئے دیکھا۔

”سرا کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔“ معاون نے ہنستے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔
”کاش ایسا حسین اتفاق اکثر ہوا کرتے“ کبھی نے جہاز کے مختلف ڈائلوں پر نظر میں جماتے
ہوئے کہا۔

اس نے باری باری تمام ٹرن دبا کر او۔ کے رپورٹ دی۔ روانگی کا منسلک دے کر جہاز کو گھسیٹنے
کا گیزر لگا دیا۔

انڈین ایئر لائن کا بونگ 727 آہستہ آہستہ اٹھنے لگا۔
موسم خلاف توقع بے حد خوشگوار تھا اور سری نگر کے ٹاور نے راستہ کھینچنے کی اطلاع دی
تھی۔

راستے میں آنے والے مختلف موسمیاتی مراکز سے بڑی اچھی اچھی خبریں مل رہی تھیں۔
جہاز نے اب رفتار پکڑ لی تھی۔ کوئی کو بونگ پر مکمل کمانڈ تھی اور آرام دہ اور محفوظ پرواز کے لئے
وہ اپنے ساتھیوں میں بڑے احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ جلد ہی جہاز نے زمین سے بلند
ہونا شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھے آسمان کی بلندیوں کو چھو نے لگا۔

”یار جیسی اچھی خبریں مل رہی ہیں۔ مجھے تو ڈر ہے کہیں جہاز کو نظر ہی نہ لگ جائے۔“
لدھیانے پر سے گزرتے ہوئے جب راستے میں اچھے موسم کی اطلاع ملی تو کیپٹن کو بلی نے

اپنے معاون سے کہا۔

اس دو میان جہاز کی ”پرسر“ (چیف ایئر ہوسٹس) نے دہقوں کے لئے کافی یکے۔ یکے بنا کر پیش
کر دیئے تھے اور ان سے ملتی بذاق کے بعد واپس آ گئی تھی۔

ابھی ایئر ہوسٹس کو ”اکائیوی“ کا اس میں پہنچے مشکل چار منٹ ہی گزرے تھے جب اچانک
وہاں ایک طوفان بدتمیزی در آیا۔

اچانک ایک نو عمر سکھ اپنی بیٹ سے اٹھ کر باہر آ گیا۔ اس نے کرپان لٹا میں لہرائی
اور خالصتان زعمہ باد کا نعرہ بلند کر دیا۔۔۔۔۔!!

اس سے پہلے کہ ایئر ہوسٹس کو معاملات کی سمجھ آئے۔ اس کی تھلید میں جہاز کے مختلف کونوں
میں موجود چار اور سکھ بھی کھڑے ہو کر نعرے بلند کرنے لگے جہاز کے مسافر خوف سے سہم کر رہ
گئے۔۔۔۔۔!!

گزشتہ چند دنوں سے اخبارات میں جس طرح خالصتان نواز سکھوں کی سرگرمیوں کی خبریں آ
رہی تھیں اس کے بعد سے بھارتی عوام ان کی دہشت گردی سے خوفزدہ رہنے لگے تھے۔

”خبردار اگر کسی نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی۔ یہ جہاز ہائی جیک ہو
چکا ہے اگر کوئی مسافر اپنی جگہ سے ہلا تو ہم اس کا سرتن سے جدا کر دیں
گے۔۔۔۔۔ میرے ساتھیوں نے جہاز میں ڈائنامیٹ فٹ کر دیا ہے۔ اگر ذرا
سی بھی ہوشیاری دکھائی گئی تو ہم جہاز کو اڑا دیں گے۔“

ابھی اس کی بات مکمل ہی ہوئی تھی جب نو عمر سکھ نے اپنا بازو دنگا کر کے لہرایا اور خالصتان زعمہ
باد کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اپنی کرپان بازو پر غار دی۔۔۔۔۔

اس کے بازو سے خون کی دھار نکلی اور زمین پر گرنے لگی۔
اس مجنونانہ حرکت نے جہاز کے مسافروں کو اپنی جگہ پر ساکت کر دیا تھا۔ کئی عورتوں اور بچوں
کی خوف کے مارے جنہیں نکل نکلیں۔

”ہمیں اپنی جانوں کی بالکل پرواہ نہیں ہے۔ ہم تو مرنے کے لئے ہی
گھروں سے نکلے ہیں۔ ہمارا آپ لوگوں سے کوئی ہیر نہیں۔ کوئی دشمنی نہیں۔
ساری جنگ بھارت کی برائمن سرکار سے ہے۔ آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا
لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔“

اس اثنا میں ان گادہ ساتھی جس نے سب سے پہلے اپنی جگہ کھڑے کھڑے مسافروں کو جہاز

کے انخواہ ہونے کی خبر دی تھی تیزی سے کاک پٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے اپنے ہاتھ میں نگلی کر پان تھام رکھی تھی.....!

کاک پٹ کا دروازہ کھول کر اس نے کیپٹن کوہلی کی گردن پر کرپان کی نوک رکھ دی۔

”جہاز انخواہ چکا ہے..... میرے ساتھیوں نے اس میں ڈاکٹا مامیٹ لگا دیا

ہے۔ فوراً جہاز کا رخ لاہور کی طرف موڑ لو.....“

کوہلی نے تھوڑی سی گردن تھما کر اس سکے کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں سے خون برس رہا تھا

اور پان اس کی گردن پر لگائے اسے جہاز کا رخ سوڑنے کا حکم دے رہا تھا۔

”تھیں اس بات کا علم ہے کہ ہم لاہور نہیں جا سکتے“..... کوہلی نے کمال حیرت سے اپنے

آپ پر قابو پالیا تھا۔

”مجھے کچھ بتانے یا سمجھانے کی کوشش نہ کرو۔ اس جہاز میں کتنا پٹرول

ہے..... کئی دو پرواز کر سکتا ہے اور لاہور یہاں سے کتنی دور ہے مجھے اس کا علم

ہے اگر اپنا اور جہاز کے مسافروں کا بھلا چاہتے ہو تو صرف احکامات پر عمل

کرو“

ہائی جیکر سکھ نے چھاڑ کھانے والے بیچ میں کوا۔

کوہلی نے اس کی ایک بات سے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ بہت مذہبی لوگ چین اور جذبات

کی رو میں بہہ کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

بھارتی ایئر لائن کے انخواہ کا یہ پہلا واقعہ تھا.....!!

اس سے پہلے فلسطینی اور ریڈ آرمی والوں نے جہاز انخواہ تو کئے تھے۔

لیکن.....!

بھارت میں کبھی کسی نے یہ سوچا بھی نہیں ہوگا کہ یہاں سکھ جہاز بھی انخواہ کر سکتے ہیں.....!

انخواہ کنندگان نے کوہلی کو بھارتی اتھارٹیز سے صرف چند منٹ بات کرنے کی اجازت دی تھی۔

اس درمیان کیپٹن کوہلی بمشکل اپنے افسران کو یہ سمجھایا تھا کہ اس کا جہاز خالصتان نواز

تنظیم ”دل خالصہ“ کے خیریت پسندوں نے انخواہ کر لیا ہے اور اسے لاہور کی طرف جانے پر مجبور

کیا جا رہا ہے۔

اس نے نوہیانہ کے کنٹرول ٹاور سے بات کی تھی جہاں سے اسے کسی بھی صورت جہاز کو لاہور

لے جانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔

”کوہلی! جس طرح بھی ممکن ہو جہاز بھارت میں اتار لو“..... اسے ٹی وی سے پیغام لو۔

”میں بے گناہ مسافروں کی جان کا خطرہ مول نہیں لے سکتا“..... اس نے فیصلہ کن لہجے میں

کہا۔

”ٹھیک ہے تم کسی طرح جہاز امرتسر کے ”راجا ساسی“ ہوئی اڑے پرا تار لو، ہم یہاں پاکستانی

ماحول پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“..... کوہلی کو خفیہ زبان میں پیغام ملا۔

کوہلی جانتا تھا ایسا ممکن نہیں.....!

لیکن.....!

وہ ان احکامات کی پابندی پر مجبور تھا۔ کسی نہ کسی طرح اس نے ہائی جیکروں کو مطمئن کیا اور جہاز

کو امرتسر کے ہوئی اڑے پر لے آیا۔

”ہم لاہور پہنچ گئے ہیں“..... اس نے بالا آ کر کہا۔

”میں کنٹرول ٹاور سے خود بات کروں گا“..... ہائی جیکروں کے لیڈر مجھدر سنگھ نے جو اس کے

سر پر کھڑا تھا کہا۔

”ٹھیک ہے“..... کہتے ہوئے کوہلی نے مائیک اسے تھما دیا۔

ابھی مجھدر سنگھ نے بمشکل دو تین سوال ہی کئے تھے جب کوہلی کو اپنی گردن پر کرپان کا دباؤ

محسوس ہوا۔

”اگر آئندہ ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کی تو تمہاری گردن تن سے جدا کر دوں گا“..... اسے

دارنگ دی گئی۔

کوہلی سمجھ گیا تھا کہ یہ لوگ کسی جال میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اپنے ملک کے

اخبارات کے مطالعے سے اس نے بھی عام بھارتی شہریوں کی طرح یہ رائے ضرور قائم کر لی تھی کہ

سکھ دہشت گردوں کو پاکستان کی پشت پناہی حاصل ہے۔

وہ پیشہ ور آدمی تھا۔

فلاننگ اس کا عشق تھا۔

اسے سیاست سے کبھی دور کا بھی تعلق نہیں رہا تھا اس لئے وہ اخبارات میں چھپنے والی خبروں

کو ہی دیکھ جانے لگا تھا۔ اسے اس بات کا علم تھا کہ سنت جھنڈرا نوالہ کی کمان میں سکھ خالصستان کے

حصول کے لئے اپنی مسلح جدوجہد کا آغاز کر چکے ہیں۔

رہائی کے لئے مندرجہ ذیل شرائط پیش کی تھیں۔

- 1۔ مفت جرنل سنگھ بھٹو رانوالہ کو 30 ستمبر 1981ء کی صبح 8 بجے تک غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے۔
- 2۔ ہٹک سہڑ میں مارے گئے سکھوں کے خاندانوں کو ایک لاکھ روپیہ فی خاندان کے حساب سے فوری طور پر حکومت ادا کرے۔
- 3۔ خالصتان کے مسئلے پر بھارتی حکومت پاکستانی صدر جنرل ضیاء الحق کے ذریعے دل خالہ سے مذاکرات کرے۔ پاکستانی صدر دل خالہ کے بات چیت کرنے والے وفد کی جان کی سلامتی کی ضمانت دیں۔

☆☆☆

لیکن.....!

اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ایک روز اس کے جہاز کو یہ لوگ اغوا کر لیں گے۔
کوہلی نے چپ چاپ ان لوگوں کے اذکامات پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ جہاز کا کپتان تھا اور اس میں موجود سینکڑوں بے گناہوں کی جان کی حفاظت کا ذمہ دار بھی۔
کوہلی نے چپ چاپ جہاز کا رخ لاہور کی طرف موڑ لیا تھا۔!!
29 ستمبر 1981ء کی شام کو جہاز کا رانہ لاہور سے قائم ہو چکا تھا۔!!
کوہلی نے لاہور کی فضا پر چکر لگانے شروع کر دیے تھے۔ اسے جہاز یہاں لینڈ کرنے کی اجازت نہیں مل رہی تھی کیونکہ پاکستان سکھوں اور ہندو سرکار کی اس جنگ کا فریق بننے کے لئے تیار نہیں تھا۔

جہاز میں پٹرول آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا تھا اور دوسری طرف پاکستان کو مسلسل چکر لگاتے رہنے کا حکم ملا تھا۔

اب جہاز ایک ٹھن پرانہ رہا تھا۔

جب لاہور کنٹرول ٹاور کو یقین ہو گیا کہ جہاز کے مسافروں کی جان صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے جب اسے یہاں اترنے کی اجازت مل جائے تو انہوں نے بادل ٹھوستہ جہاز کو اترنے کی اجازت دے دی۔

30 ستمبر 1981ء کی صبح پاکستانی کمانڈرز نے جہاز پر حملہ کر کے ہائی جیکروں کو گرفتار کر لیا اور جہاز کے مسافروں کو رہائی لے لی۔

یہ دنیا کی ”ہائی جیکنگ“ تاریخ کا سب سے زیادہ شریکانہ اغوا تھا جس میں ہائی جیکروں نے کسی مسافر کو گزند پہنچانے کے بجائے اپنے جسم سے خون بہا کر جہاز کو اغوا کیا تھا۔

☆☆☆

29 ستمبر 1981ء کی شام ہی کو اغوا کنندگان نے اپنی شرائط پاکستانی حکام کو جہاز کی رہائی کے لئے پیش کر دی تھیں۔

اسی روز شام گئے امرتسر کے دیار صاحب کپلیکس میں دل خالہ کے مکھنچ سردار ہر سرن سنگھ نے ایک ہنگامی پریس کانفرنس بلائی اور اخبار نویسوں کے سامنے پہلے سے تیار شدہ بیان پڑھ کر سنا دیا۔

اس بیان کی رو سے ”دل خالہ“ نے جہاز کے اغوا کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے جہاز کی

سنت جرنیل سنگھ جھنڈرا تو الہ کی رہائی کے لئے جہاز کے انگو کا واٹھ اور وہ بھی خالصتان کی محرک تنظیم کی طرف سے یہ واضح کرنے کے لئے کافی تھا کہ سنت جی کہاں کھڑے ہیں؟.....
اگر وہ خالصتان نواز نہ ہوتے تو 1981ء میں ان کے ہیرو کار جہاز انگو کرنے کی اس کارروائی کی مذمت کر دیتے۔

لیکن.....!

انہوں نے ایسا نہ کر کے ثابت کر دیا کہ اصل میں ان کا منشاء کیا ہے۔ بھارتی انٹیلی جنس کا منصوبہ کامیابی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

مسز اندرا گاندھی کے زیرِ کمانڈ وجود میں آنے والی ”تھرڈ انجنسی“ کے کارکن پنجاب میں خصوصاً حالات میں بگاڑ پیدا کر رہے تھے۔ ان کا مقصد تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو حالات اتنے خراب کر دیئے جائیں کہ سنت جرنیل سنگھ اپنے سوراؤں کے ساتھ دربار صاحب میں مورچہ بند ہو کر ہتھیار سنبھال لے اور بھارتی جج سے ٹکرا جائے.....!

بھارتی حکومت پر دباؤ مسلّم یہ ہر ہاتھ.....!

5 اکتوبر 1981ء کو حکومت ہند آخر فیروز جرنیل سے سنت جی کو رہا کرنے پر مجبور ہو گئی لالہ جگت نرائن اور نرنگاری گورو کے نقل کے الزام میں سنت جرنیل سنگھ کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اسی ضمن میں ان کی تفتیش ہوتی رہی۔ دور ان تفتیش سنت جی سے جو حالات کئے جاتے رہے وہ کچھ ایسی نوعیت کے تھے۔

سوال: جھنڈرا تو الہ جتھہ کی تعداد کتنی ہے؟ جو اس میں شامل ہو اس سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟
جواب: گنتی کا علم تو خدا کی ذات کو ہوگا مجھے نہیں۔ کوئی خاص شرط عائد نہیں کی جاتی۔ سوائے اس کے کہ شامل ہونے والے کو سکھ مذہب کا مکمل ہیرو کار بننا پڑتا ہے۔

سوال: بڑے بڑے ہیرو کار کون ہیں؟

جواب: ہمارے ہاں سب برابر ہیں کوئی بڑا چھوٹا نہیں۔

سوال: آپ کی جماعت کی مالی پوزیشن کیا ہے؟ بنگلہ اکاؤنٹ وغیرہ؟

جواب: کسی بنگلہ میں کوئی اکاؤنٹ نہیں۔ جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہو ہم آپس میں چندہ جمع کر لیتے ہیں۔

سوال: آمدن کے ذرائع اس کے علاوہ کیا ہیں؟

جواب: سکھ سنگت..... اور کوئی نہیں۔

سوال: خاص لوگ جو آپ کے ارد گرد جمع رہتے ہیں ان کے نام؟

جواب: نسب خاص لوگ ہیں۔ کوئی عام آدمی نہیں۔

سوال: اچھا اپنے ”سیوار اردوں“ کے نام پتے بتا دیجئے؟

جواب: کوئی سیوار نہیں۔ ہم خود ”سیوار ارد“ ہیں۔

سوال: آپ کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں؟

جواب: تین تھیں جو پولیس نے جلادیں۔ ایک میرے پاس ہے۔

سوال: یہ گاڑیاں کہاں سے آئیں؟

جواب: بسکھوں نے خرید کر دیں۔ مجھے ان کے نام نہیں معلوم۔

سوال: آپ کو یہ تو علم ہوگا کہ خریدنے کے لئے روپیہ کہاں سے آیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پردہ غیب سے مدد فرمائی اور اپنے خزانے سے دیا۔

سوال: آپ کے پاؤں گاڑیوں کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: میرا کوئی مستقل پاؤں گاڑی نہیں۔

سوال: ان کے پاس کیا کیا اسلحہ ہے؟

جواب: میرے پاس ذاتی اسلحہ کوئی نہیں۔ کسی سکھ کے پاس ہوا و بدہ آجائے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

سوال: اسلحہ کب اور کہاں سے خریدا؟

جواب: میرے نام پر کوئی اسلحہ نہیں۔ ہیرو کاروں نے اگر جماعت کے دفتر کا ایڈریس دے دیا ہو تو میں نہیں کہہ سکتا۔

سوال: آپ کے خاندان کے لوگوں کے پاس اسلحہ اور لائسنس موجود ہیں؟

جواب: مجھے علم نہیں۔ یہ سوال آپ ان سے ہی کریں تو بہتر ہوگا۔

سوال: خاندان کے کتنے ممبر جتھے میں شامل ہیں؟

جواب: میرا کوئی رشتہ دار مستقل میرے ساتھ شامل نہیں۔

سوال: آپ کا مشن کیا ہے؟

جواب: میرا ذاتی مشن کوئی نہیں۔ میں تو گورو گوبند سنگھ کے مشن کا پرچار کر رہا ہوں جس کے مطابق سکھوں کو ”امریت پلائے“ گورو گوبند سنگھ کے لڑگنا تمام نشا ذرا شیاہ حتیٰ کہ چائے تک سے منع

کرنے میرا کام ہے۔

سوال: کیا پرچار کرتے ہیں؟

جواب: گوردہانی (گوردہ کا کلام) پڑھنا اور پڑھانا۔ اس کی تشریح کر کے لوگوں کو سمجھانا اور لکھنا کرنی (یعنی عبادت کرنی گا بجا کر)

سوال: پرچار کرنے کے لئے پنجاب میں کہاں کہاں جاتے ہیں؟

جواب: جہاں لوگ بلا لیں چلا جاتا ہوں۔

سوال: خرچہ آنے جانے کا کون اٹھاتا ہے؟

جواب: خیرا کو۔ نئے والے لوگ۔

سوال: اکالی دل سے کیا تعلق ہے؟

جواب: جو گوردہ گرتھ صاحب (سکھوں کی مقدس کتاب) مانتے والے کسی بھی فرد کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

سوال: دیگر سیاسی جماعتوں سے تعلقات کی نوعیت۔

جواب: مذہب سے ہی تعلق کی بنیاد بنتی ہے۔ کسی پارٹی کے حوالے سے تعلقات قائم نہیں ہوتے۔

سوال: "نرنکاری" فرقے سے کیا اختلاف ہے؟

جواب: وہ گوردہ گرتھ صاحب کی توہین کرتے ہیں جس کا جوہن ان کی طرف سے شائع کردہ کتابوں "یوگ پرش" اور "اوتار بانی" میں موجود ہے۔

سوال: اس اختلاف کی وجہ سے آپس میں ٹکراؤ کب سے شروع ہوا؟

جواب: جب سے نرنکاری فرقے نے یہ گھناؤنا کام شروع کیا ہے۔ اس کا آغاز بہت پہلے ہو چکا ہے۔

سوال: کہاں کہاں کیا کیا واقعات اس سلسلے میں پیش آئے؟

جواب: میرے دور میں 1978ء کا واقعہ ہی سب سے زیادہ اہم ہے۔

سوال: امرتسر والے حادثے کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ لوگ ہماری مقدس کتاب کی توہین کرتے ہیں جو ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔

سوال: نرنکاریوں کے مقدمے سے بری ہونے کی وجوہات کیا سمجھتے ہیں؟ بدلہ لینے کے لئے کیا

پروردگرا م بنایا ہے؟

جواب: بری ہونے کی وجہ تو عدالت جانے۔ بدلہ لینے کا صحیح طریقہ یہی سوچا ہے کہ سکھ دھرم کا پرچار تیز کر دیا جائے۔

سوال: ان واقعات میں اخبارات کا کیا رول ہے؟

جواب: اخبار والے ہی بتائیں گے۔

سوال: آپ پر اخبارات میں جو الزامات لگائے جاتے ان کے جوابات آپ کس طرح دیتے تھے؟

جواب: میں صرف گوردہانی زبان پڑھ سکتا ہوں اور کبھی کبھی کوئی پنجابی اخبار ہی پڑھا کرتا ہوں۔ میں نے کبھی لکھ کر الزامات کا جواب نہیں دیا۔ اگر کسی نے سوال کیا تو اسے جواب دے دیا کرتا ہوں۔

سوال: جو اخبارات آپ کے خلاف لکھتے تھے انہیں کس طرح منع کرتے ہیں؟

جواب: میں نے کبھی اس سلسلے کو اہمیت نہیں دی نہ ہی اسے ذاتی مسئلہ بنایا ہے مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ بعض اخبارات کے لوگ مجھ سے ناراض کیوں ہیں۔

سوال: آپ کے بیانات اخبارات میں کس طرح چھپتے ہیں؟

جواب: میری تقریروں کے اخبار نویس نوٹس لے کر شائع کر دیتے ہیں؟

سوال: آپ کی طرف سے اخبارات کو بیان کون جاری کرتا ہے؟ یعنی آپ کا پریس سیکرٹری کون ہے؟

جواب: ہر پڑھا لکھا حلقہ میرا پریس سیکرٹری ہے۔

سوال: پنجاب حکومت نے جب اسلحے پر پابندی لگائی تو آپ نے کتنے ناجائز ہتھیار داخل کروائے تھے؟

جواب: میرے پاس اسلحہ ہی نہیں۔ داخل کیا کر داتا۔

سوال: اس وقت؟ آپ کے کتنے ساتھیوں پر مقدمات چل رہے ہیں؟

جواب: مجھے علم نہیں۔ کبھی حساب کتاب نہیں رکھا۔

سوال: کس کس ممبر کے پاس کون کون سا اسلحہ ہے؟ گولیاں کتنی ہیں؟ جتھے کے نام پر کون کون سا اسلحہ ہے؟

جواب: مجھے علم نہیں۔

سوال: اسلحہ خریدنے کے لئے رقم کہاں سے آتی؟

جواب: میرے پاس اسلحہ ہی نہیں۔ رقم کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔

سوال: آپ کا بھائی جاگیر سنگھ اور اس کا بیٹا سورن سنگھ کہاں چھپے ہیں؟ جاگیر سنگھ کی کار بائیں کہاں ہے؟

جواب: مجھے کسی بات کا علم نہیں۔

سوال: نرنکاری سہیل پر آپ کے کن ساتھیوں کے ورائٹ جاری ہوئے؟

جواب: اس کا زیادہ بہتر علم تو آپ کو یا ورائٹ جاری کرنے والوں کو ہوگا۔

سوال: آپ انہیں عدالت میں پیش کیوں نہیں کرتے؟

جواب: میرے پاس ہوں گے تو میں پیش کروں گا۔

سوال: آپ کے نزدیک ان مفرد ملزموں کی حیثیت کیا ہے؟

جواب: میری رائے مختصراً ہے۔

سوال: 2 اگست 1981ء کو آپ نے حکومت کو لکھا کہ ایک مفرد ”گورو کھ سنگھ“ میرے پاس بیٹھا ہے حکومت اسے گرفتار کر کے دکھائے۔

جواب: یہ جھوٹ ہے۔

سوال: آپ نے سکھ دہشت گردوں کی ماؤں اور بہنوں کو ”نروپے“ (اعزاز) دیے۔ اس کی وجہ؟

جواب: میرے نزدیک وہ دہشت گرد نہیں سکھوں کی آن بان ہیں۔

سوال: آپ نے یہ بھی کہا کہ وقت آنے پر ایسے دہشت گردوں کو چاندی سے تولیں گے یہ ان کی کس خدمت کا انعام تھا؟

جواب: مجھے علم ہوا کہ برنجیت سنگھ نامی مفرد نو جوان کو صرف سکھ ہونے کی وجہ سے پولیس نے ظلم کا نشانہ بنایا اور اخبار نویسوں نے مجھے کہا کہ پولیس کو شک ہے وہ میرے پاس چھپا ہے جس پر

میں نے کہا کہ اگر وہ میرے پاس آیا تو میں اسے سونے چاندی سے تولوں گا۔

سوال: نرنکاری بابا گورنچن سنگھ کو کس نے قتل کیا؟

جواب: میں کیا جانوں؟

سوال: آپ کے ساتھیوں کا نام کیوں آیا؟

جواب: 1978ء کے سانحے کی وجہ سے۔

سوال: اگر آپ سچے ہیں تو انہیں پیش کیوں نہیں کرتے؟

جواب: وہ میرے پاس نہیں ہیں۔

سوال: آپ کے گاؤں کے کتنے لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ پرسا سنگھ (مفرد) کہاں ہے؟

جواب: دونوں باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ مجھے تعداد کا علم نہیں نہ ہی پرسا سنگھ کے متعلق کچھ جانتا ہوں۔

سوال: پختہ سنگھ آپ کے ساتھ کب شامل ہوا؟

جواب: وہ کون ہے؟

سوال: سورن سنگھ مستقل آپ کے ساتھ رہتا ہے؟

جواب: اس کی خوشی..... باقی لوگوں کے ساتھ آ جاتا ہے۔

سوال: گزشتہ چار ماہ کی سرگرمیاں کیا ہیں؟

جواب: مجھے یاد نہیں جہاں سکھوں نے بلایا ہم چلے گئے۔

سوال: آپ جہاں جہاں گئے کن کن لوگوں نے آپ کی خدمت کی؟

جواب: تمام سکھوں نے۔ کوئی خاص نام یاد نہیں با۔

سوال: آپ کے ساتھی کون تھے؟

جواب: سب کے نام یاد نہیں (سنت جی نے کچھ نام بتا دیے)۔

سوال: جگاڑیاں اور اسلحہ کون ساتھ؟

جواب: دو بسیں ایک ٹرک اسلحے کے متعلق اسلحے والے ہی بتا سکتے ہیں۔ میرے پاس تو نہ ہی کتا ہیں ہی ہوتی ہیں۔

سوال: لالہ جگت نرائن کے قتل کی خبر کب ملی؟

جواب: تاریخ یاد نہیں۔ لوگوں نے بتایا تھا۔

سوال: قاترنگ کس خوشی میں کی؟

جواب: میں نے نہیں کی۔

سوال: سورن اور دلیر سنگھ (لالہ جگت نرائن کے قاتل) کب آپ سے ملے؟

جواب: مجھے نہیں ملے۔

سوال: کیا کیا باتیں ہوئیں؟

جواب: جب ملے ہی نہیں تو باتیں کیا ہوں گی۔

سوال: آپ اگلی رات فرار ہو کر پنجاب کیوں چلے گئے؟

جواب: فرار کیا؟ میں اپنے گورو استھان پر امرتسر آ گیا تھا۔

سوال: وراثت کی خبر کب ملی؟

جواب: 16 ستمبر 1981ء کو جب وارنٹ دکھائے گئے تب علم ہوا۔

سوال: امرتسر کیوں گئے؟

جواب: ایشان کرنے گیا تھا۔

سوال: کن راستوں سے فرار ہو کر امرتسر پہنچے؟

جواب: جس راہ سے میرا گورو مجھے لے کر گیا۔

سوال: گرفتاری پیش کرنے میں دیر کیوں لگائی؟

جواب: کچھ انتظامات کر لے تھے۔

سوال: کس کس لیڈر سے کیا کیا صلاح مشورہ ہوا؟

جواب: ذاتی معاملہ ہے میں بتا نہیں سکتا۔

سوال: اس وقت گورو دارے میں کون کون تھے؟

جواب: کوئی مفرد نہیں۔ اگر ہے تو آپ بکھولیں۔

سوال: ان کے پاس اسلحہ کون کون سا ہے؟

جواب: جب وہ ہی نہیں تو اسلحہ کیا؟

سوال: اسلحے کی کتنی کس طرح کرتے ہیں؟

جواب: کوئی خاص طریقہ نہیں۔ جس کا اسلحہ ہوا اپنے پاس رکھتا ہے۔

سوال: اسلحہ کس طرح تقسیم کرتے ہیں؟

جواب: اپنا تو ہے نہیں تقسیم کیا کریں گے!

سوال: آپ کی غیر حاضری میں اسلحے کا انچارج کون ہوتا ہے؟

جواب: کوئی نہیں۔

سوال: لالہ جی کا قتل آپ کے حکم سے آپ کے پیروکاروں نے کیا ہے؟

جواب: میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال: نرنکاری گورو کا قتل بھی آپ کے حکم سے آپ کے پیروکاروں نے کیا۔

جواب: غلط ہے۔ میں اس الزام کو تسلیم نہیں کرتا۔

☆☆☆

ان سوالات اور جوابات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سنت جی کا رویہ بھارتی حکومت کے ساتھ کیسا تھا؟

یہ بائیں ریکارڈ پر ہے کہ وہ مفرد سکھوں کو نہ صرف پناہ دیتے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کر رہے تھے۔

سنت جرنیل سنگھ کی رہائی کے ساتھ ہی خالصتان تحریک نے زور پکڑا اور بھائی فوج سنگھ کے بعد اکھنڈ کیرتی جتھے کے زیر زمین حریت پسند جنھیں بیر خالصہ کا نام دیا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ تب سامنے آئے جب 16 نومبر 1981ء کو نرنکاری پر کچھ پہلاؤ چند کو تین انجان حملہ آوروں نے گولیاں مار کر ہلاک اور اس کے بیٹے کو سخت زخمی کر دیا جو بعد میں زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ حملہ آور تو فرار ہو گئے لیکن اپنا موٹر سائیکل موقع پر چھوڑ گئے۔

چاندھر پولیس نے بعد میں اس سلسلے میں تلوہدر سنگھ پر مارا (کینیڈا) ترسیم سنگھ (برطانیہ) دوا سوا سنگھ (بیر خالصہ کا موجودہ جتھے دار) کو مفردہ رقرار دے دیا اور بھندرا نوالہ کو ان کا لیڈر بتانے کی کوشش کی حالانکہ ان کا تعلق سنت جی کی جماعت سے کبھی نہیں رہا تھا۔

تلوہدر سنگھ پر مار پنجاب سے فرار ہو کر کینیڈا کیسے پہنچا؟ اس کا شمار پراپرٹی کا بزنس کرنے والے بڑے پراپرٹی ڈیلرز میں کیسے ہونے لگا؟ یہ طویل کہانی ہے۔ تلوہدر سنگھ پر مار بلاشبہ ایک عرصہ تک دہشت کی علامت بنا رہا۔ کچھ پیشک ایمل لائن کی پرواز جو آئر لینڈ کی فضا میں جاہ ہونی کا ذمہ دار گردانا گیا لیکن عدم ثبوت پر محفوظ رہا۔

تلوہدر سنگھ پر مار ایک امرت دھاری سنگھ تھا۔ آخری دور میں اس کی جتھہ بندی بیر خالصہ سے اختلافات لیڈر شپ کے مسئلے پر کھڑے ہوئے تھے لیکن وہ اپنے مشن میں خالصہ تھا۔ بالآخر ایک روز وہ آرام آسائش کی زندگی تیار کر کینیڈا سے نکل گیا اور بھارتی پنجاب میں خالصتان کی آزادی کی جنگ کا حصہ بنا۔

تلوہدر سنگھ پر مار کو بھارتی پولیس نے چاندھر میں گرفتار کیا اور "فرار" کا ذرا مہر چاکر مار ڈالا۔ بلاشبہ ایک بہادر گورو سنگھ تھا۔

☆☆☆

علاقے کی طرف "مال" آرہا ہے اور بھارتی پوسٹ کے ساتھ مل کر اسلحہ کی کھیپ یہاں پہنچائی جائے گی تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔۔۔!

جی ایس ایف بھی اس سازش میں شامل تھا۔

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ انیم ایل اے کتنا خطرناک وحندہ کر رہا ہے۔

جو اسلحہ بھارتی سرحدوں کے اندر آئے گا آخر کسی نیک مقصد میں تو استعمال نہیں ہوگا۔

بات کچھ بھی تھی شرمائے یہ اندازہ ضرور کر لیا تھا کہ اس کے لئے بھی براہ راست ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہوگا۔

کم از کم اسے اپنے اعلیٰ افسران کو اعتماد میں لینا پڑے گا۔ اس کے بغیر بات جتنی نظر نہیں آرہی تھی۔

"انہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں"

یہ سوچتے ہوئے اس نے اپنے "اوی" سے رابطہ کر کے خصوصی ملاقات کے لئے فوراً وقت لیا تھا اب وہ کہنی ہیڈ کوارٹر میں اوی کے ساتھ میٹنگ کر کے واپس آرہا تھا۔ کرل ملہوترا نے جو اس کا آفسران کمانڈر تھا کیپٹن شرما کو حکم باہر کہ وہ کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لائے اور اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لا کر جیسے بھی ممکن ہو اس خداداد ایم ایل اے کے بچے نکتے میں جکڑ لے۔۔۔۔۔!

اس نے تو کیپٹن شرما سے "آف دی ریکارڈ" بھی کہہ دیا تھا کہ انیم ایل اے بھی نزدیک موجود ہو تو "کاؤنٹر فٹنگ" کی آڑ میں وہ اسے بھی شکار بنا دے۔

"ایسے گھٹیا اور وطن فروش لوگوں کا مرجانا ہی دھرتی مانے لئے اس سے بہتر خبر کیا ہوگی؟۔۔۔۔۔!"

اس نے نہ جوان اور جو شیلے کیپٹن شرما کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے واپس لوٹا دیا تھا۔

کیپٹن شرما کے واپس جانے کے بعد کرل ملہوترا کو ایک لمحے کے لئے یہ خیال آیا کہ اتنا اہم آپریشن کرتے ہوئے جس طرح اس کے ماتحت نے مثل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اعتماد میں لیا ہے کیوں نہ وہ بھی اپنی اعلیٰ کمانڈ کو اس سے مطلع کر دے۔

اس طرح کم از کم کوئی مصیبت کھڑی ہونے کی صورت میں وہ اکیلا ذمہ دار تو نہیں ہوگا۔

یوں بھی وہ لوگ ایسے اہم فیصلے ایک دوسرے کی مشاورت سے بھی کیا کرتے تھے ممکن ہے اس کے سینئر افسر اسے زیادہ بہتر مشورہ دے سکیں۔

بھی سوچتے ہوئے اس نے بریگیڈیئر کمار سے رابطہ کیا تھا۔

جس نے اس آپریشن کو ملتوی کرنے کے احکامات جاری کرتے ہوئے اسے فوراً اپنے پاس حاضر ہونے کی ہدایت کی تھی۔

حیران پریشان کرل ملہوترا نے ابھی تک کیپٹن شرما کے احکامات منسوخ ہونے کی اطلاع نہیں دی تھی۔

اسے ابھی تک اس بات کا یقین ہی نہیں آیا تھا کہ بریگیڈیئر کمار نے جو کچھ کہا ہے وہ اس نے صحیح سنا ہے یا اس کی سماعت میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے۔

دو گھنٹے کے بعد وہ بریگیڈ ہیڈ کوارٹر میں اپنی آمد کی اطلاع دے رہا تھا۔ بریگیڈیئر کمار شاید اس کا منتظر تھا۔

اس نے فوراً ہی کرل ملہوترا کو طلب کر لیا تھا۔

☆☆☆

مرائیں نے ابھی تک آپ کے احکامات پر یقین نہیں کیا۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی۔ ایسا شاید میری زندگی میں پہلی مرتبہ ہو رہا ہے۔

کرل ملہوترا نے سیلوٹ مار کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا شروع کیا۔

واقعی ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا۔۔۔۔۔!

یہ بات بھی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ سنگٹنگ کا یہ سارا ڈرامہ بھارتی حکومت کی ایک انتہائی خفیہ اور مضبوط ترین ایجنسی "تھرڈ انجینی" کا تیار کردہ ہے۔

تھرڈ انجینی بھارتی وزیراعظم سنرا اندرا گاندھی کی کمان میں قائم کی گئی تھی۔۔۔۔۔

یہ بھارت کی تاریخ کا سب سے بڑا اور اہم خفیہ منصوبہ تھا جو بھارتی وزیراعظم سنرا اندرا گاندھی اور اس کے خصوصی مشیر آراین کاؤ کے عیارانہ ذہن نے ترتیب دیا تھا۔

اس منصوبہ کی رو سے ایک ایسی خفیہ انٹیلی جنس ایجنسی کا قیام ضروری سمجھا جا رہا تھا جو ملک میں مذہبی اور لسانی بنیادوں پر ایسی فضا قائم کر دے جس کا فائدہ اٹھا کر سنرا اندرا گاندھی "ہندو دھرم" کو

کاٹگریس کے حق میں استعمال کر سکے۔۔۔۔۔!

اپوزیشن جماعتوں کے مشترکہ محاذ کی سرگرمیاں اور عوام میں تیزی سے مہنگائی اور کرپشن کے خلاف پھیلتی نفرت اور بے یقینی سے کاٹگریس نے اس بات کا اندازہ تو کر لیا تھا کہ اب انکیشن میں

کامیابی شاید ان کے لئے ممکن نہ ہے.....! کیونکہ کانگریس کی جوبائی دذارتیں ٹوٹ رہی تھیں اور کئی ممبران صرف ایکشن کے اعلان کے مترتھے تھے تاکہ وہ دوسری پارٹیوں کے ٹکٹ حاصل کر کے ایکشن میں حصہ لے سکیں۔

کانگریس کے پاس کوئی ایسا "ایٹو" بھی نہیں رہ گیا تھا جس کی بنیاد پر وہ لوگوں کی سوچ میں کوئی جذباتی یا انقلابی تبدیلی پیدا کر سکے.....!

اب لے دے کے ایک ہی صورت باقی تی کہ ملک کی مجموعی فضا ایسی مسموم کر دی جائے کہ سوا اکثریت کو باور کروایا جائے کہ ملک کی بھاکے لئے کانگریس کی حکومت کا قیام ناگزیر ہے۔ ملت جبریل سنگھ چونکہ مسز اندرا گاندھی کے مخالف تھے اور اپوزیشن پارٹیاں بھی ان کی حمایت کر لی تھیں۔

اپوزیشن کا ساتھ یہ تھا کہ اندرا گاندھی کی جابر پالیسی نے سکھوں کو ہتھیاراٹھا نے پر مجبور کیا ہے اور اب بھی مسز اندرا گاندھی سکھوں کو مسلسل انکیت کر رہی تھی۔

مسز اندرا گاندھی کو اپنا اقتدار مزید خواہ اس کی کچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔ راجستھان کی سرحد سے اس کی طرح مسلح ہو کر آتا تھا کہ جیسے کبھی گندم کی بوریاں آیا کرتی ہیں۔

سکھوں کا مقدس اور شہرک مقام "دربار صاحب" "دہشت گردوں" کی پناہ گاہ بننے لگا.....!

یہ لوگ کون تھے.....!

کہاں سے آئے تھے.....!

ان کی پشت پناہی کون کر رہا تھا؟

کون تھا جس کے ہاتھوں میں یہ کٹ پتلیوں کی طرح تاج رہے تھے۔

ممکن ہے تب ان سوالات کے جوابات کسی کو ذہل سکتے ہوں۔

لیکن.....!

واقعات اور حالات نے بعد میں ثابت کر دیا کہ اس گھٹاؤ نے کھیل کو خود بھارتی حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی۔

حکومت پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے اسلحہ خود حکومتی نگرانی میں دربار صاحب میں پہنچایا جاتا رہا۔ دوسری طرف ملت جبریل سنگھ چند رانوالہ کے ساتھیوں میں حکومت نے اپنے تربیت یافتہ

دہشت گرد داخل کر دیئے جو سنت نی کے نام پر لوٹ مار کے کاروائیاں کرتے لگے۔

ان کاروائیوں کا مقصد صرف یہی تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو پنجاب کے عوام میں بھڑرا نوالہ کے خلاف نفرت پیدا کی جائے۔

اس مقصد میں حکومت کو کافی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی۔

لیکن.....!

متوقع نتائج کبھی نہ حاصل ہو سکے اور کئی جگہ تو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اب حالات ایسے ہو گئے تھے کہ بالا آخر بھڑرا نوالہ کو اپنے منظمی بھر حریت پسند ساتھیوں کے ساتھ بھارتی فوج کے تربیت یافتہ جرنیل شو بیک سنگھ کی کمان میں جس نے کبھی "مکتی باہنی" کو تربیت دے کر پاکستان کو دہشت گردایا تھا مورچہ بند ہونا پڑا۔

بھارتی فوج کا سرمایہ اختیار جرنیل شو بیک سنگھ آج اپنی قوم کی آزادی کے لئے مورچہ بند ہو چکا تھا.....!

تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔

تاریخ اس طرح اپنے آپ کو دہرایا کرتی ہے۔

☆☆☆

پہلے ہی بڑی خاموشی سے پنجاب میں کسی بھی ممکنہ صورتحال سے نمٹنے کے لئے ڈیپلے کر دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سی آر پی ایف اور بی ایس ایف کے تازہ دم دستے بھارت کے کونے سے پنجاب پہنچا کر آرمی کی سنٹرل کمانڈ قائم کر کے اسی کی کمان میں دے دیے گئے تھے۔

3 جون 1984 کی اس اہم میٹنگ سے متعلق جس خصوصی اطلاع نے بعد میں ساری دنیا کو چونکا کر رکھ دیا وہ اس میں بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی یہ غصے نغیس شمولیت تھی جو اس میٹنگ میں واحد ایسی شخصیت تھی جنہیں حتمی فیصلہ دینے کا اختیار حاصل تھا۔ تیوں صرف اپنی رائے پیش کر رہے تھے فیصلہ بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے کرنا تھا جس پر انہیں بہر حال عمل کرنا تھا خواہ اس کی کچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑتی۔

اس سے پہلے ”تھرڈ ایجنسی“ ”را“ ”سی بی آئی“ ”آئی بی“ اور بھارتی فوجوں کی ایڈوائس ایٹمی جنس یونٹوں کی طرف سے جو رپورٹیں اور صورتحال موصول ہوئی تھی۔ اسے ایک اور بڑے پیمانے پر ترتیب پانے والی کمیٹی جس کی سربراہی مسز اندرا گاندھی کا چھوٹا ”را“ کا سابق اور ”تھرڈ ایجنسی“ کا آف دی ریکارڈ ڈائریکٹر آراین کاڈ کر رہا تھا نے ایک خصوصی پلان تیار کر کے اپنی وزیر اعظم کو پیش کیا تھا۔

اس پلان میں ایسے طریق کار کی وضاحت کی گئی تھی جن پر عمل کرنے کے بعد بھارتی حکومت ہمیشہ کے لئے سکھوں کے خطرے سے بے نیاز ہو جاتی۔

جن دو اہم نکات کو زیر بحث لایا گیا تھا ان میں ایک نکتہ سکھوں کی عمل تباہی جس میں بلا در بخ قتل عام شامل تھا اور دوسرا اہم نکتہ زیر بحث لایا گیا تھا کہ کم از کم بھارت کی سطح پر ہر تائیل ذکر سکھ کو ضرور قتل کر دیا جائے خصوصاً سکھوں کی ”لی ڈسٹ“ لیڈر شپ کا اس طرح خاموشی سے قتل عام کیا جائے کہ پھر کسی کو مستقبل میں کبھی حکومت کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہ ہو سکے۔

اس پلان میں متعدد مقامات پر اس بات کی نشاندہی کی گئی تھی کہ سکھ جرائم پیشہ اور لانے والی قوم ہے اور جب تک اس کی ”ہاسٹنگ سپرٹ“ پر بھرپور ضرب نہیں لگے گی تب تک یہ سیدھے نہیں ہوں گے۔

یہی ”گرینڈ پلان“ بعد میں ”اپریشن بلیو سٹار“ کے نام سے لانچ کیا گیا اور جس پر بھارتی وزیر اعظم کے خصوصی احکامات کے بعد 3 جون 1984 کو عمل کا آغاز کر دیا گیا۔

3 جون کا دن سکھوں کے خصوصی مذہبی تہوار کوہ نظر رکھ کر چٹا گیا تھا اندازہ لگایا گیا کہ اس روز سکھوں کے اس متبرک ترین مقام میں بھارت کے کونے سے ہر تائیل ذکر سکھ خصوصاً سکھوں

27 مئی 1984ء

جی ایچ کوریل میں ایک انتہائی خفیہ میٹنگ ہو رہی تھی۔۔۔ ایوں تو گزشتہ دو مہینے سے ایسی برسر اور اعلیٰ پیمانے کی میٹنگز کا سلسلہ جاری تھا۔

لیکن 27 مئی 1984ء کو اس لئے خاص دن تھا کہ آج میٹنگ کے تین اہم شرکاء لیفٹیننٹ جنرل راجس پال لیفٹیننٹ جنرل ٹی۔ ایس۔ اور رائے اور لیفٹیننٹ جنرل کے سندرمی کو بالآخر ”اپریشن بلیو سٹار“ کے لئے ”Go“ کا سگنل مل گیا تھا۔

رات کے آخری سریموں جرنیل بھاپر مطمئن ہو کر اپنی سیٹوں سے اٹھے تھے۔ لیکن ان کے دل و دماغ میں خدشات اور جوار اٹا اٹھ رہا تھا اس کا اندازہ ہی لگا سکتے تھے۔

اپریشن بلیو سٹار سے متعلق جو سب سے پہلی پائی تھی اسی کے مطابق بھارتی پیدل فوج کی ایسی تمام بٹالین کمپنیاں اور پوتس جن میں سکھ شامل تھے انہیں پنجاب سے زیادہ سے زیادہ دور لے جانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

اس فیصلے پر خفیہ عمل درآمد 27 مئی کو شروع ہو گیا۔۔۔ اور تمام بٹالین سنٹرل ساؤتھ اور نار تھ کی سرحدوں پر پہنچادی گئی تھیں۔

27 مئی کو ایک خصوصی حکم کے تحت جو آرمی ہیڈ کوارٹر سے جاری ہوا تمام آرمی انٹری اور آرمز فارمیشن کو جو فٹ کور اور 10 کور کے ماتحت پنجاب اور ملحقہ صوبوں میں تعینات تھے اپنی جگہ سے الگ الگ سمتوں میں بھیج دیا گیا۔

یہ نقل و حمل اتنی اچانک اور تیز تھی کہ بعض آرمی آفیسرز کے نزدیک ان کی زندگی میں بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

حالت جنگ کا سامنا پیدا کر دیا گیا تھا۔

پنجاب سے حیدر آباد بانیا جھانسی کوئلہ اور دیگر علاقوں کی طرف جانے والی سڑکوں اور پلوے ٹریوں میں سکھ فوجی دکھائی دے رہے تھے۔

8 مئی 1984ء کو فٹ سیکنڈ دسویں اور گیارھویں کور کے بعض ہندو سپاہیوں پر مشتمل پوتس کو

کا "ملی ٹنٹ ونگ" جو پنجاب اور ملک کے دوسرے حصوں میں روپوش ہو چکا ہے۔ وہ بھی اس روز یہاں موجود ہوگا۔ اور سب دن سکھوں کے قتل عام کے لئے مناسب ترین خیال کیا گیا۔

"چکراتا" (بھارتی کمانڈوز کا ٹریننگ سنٹر) سے قتل کرنے کے ماہر کمانڈوز کے خصوصی یونٹس امرتسر پہنچا دیئے گئے۔ ان کمانڈوز نے رڈی "سٹینپیر" کے ساتھ تربیت حاصل کی تھی جو خونخواری اور درندگی میں بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

امرتسر کے نزدیک "جنڈیالہ" میں بھارتی "انٹربورن ٹروپس" کا مرکز قائم کر دیا گیا اور پہلی کمانڈوز کے ذریعے انہیں ملک کے کونے کونے سے اکٹھے کر کے یہاں جمع کر دیا گیا۔

اسٹورس کو "سٹینڈ ٹو" کا سگنل جاری کر کے حالت جنگ میں کر دیا گیا۔

پنجاب میں متعین پشگل ناسک فورس کو فوج کے پہلی کاپٹرن کسی بھی ہنگامی ضرورت کے لئے فراہم کر دیئے گئے۔

آرمی ایوی ایشن کو براہ راست امرتسر میں موجود فورس کمانڈر کی کمان میں دے دیا گیا ہے وہ جب بھی چاہے اپنی مرضی کے مطابق اسے استعمال میں لاسکتا تھا۔

ان پہلی کاپٹروں کا بعد میں خصوصی استعمال اسی طرح کیا گیا کہ دوران آپریشن یہ تمام پہلی کاپٹر پنجاب کے شہروں اور دیہاتوں پر مسلط رہے۔ خصوصاً یہاں سے عوامی نقل و حرکت کرتے رہے۔

ان مسلح پہلی کاپٹروں کا اختیار دیا گیا تھا کہ اگر وہ کسی بھی مسلح سکھ گروہ کو امرتسر کی طرف بڑھتے دیکھیں تو بغیر وارننگ کے ان پر فائرنگ کر کے انہیں ختم کر ڈالیں۔

مسلح پہلی کاپٹروں کی امرتسر سے ملحقہ شہروں اور دیہاتوں پر مسلسل کمانڈوز نے عوام میں وحشت کی فضا قائم کر دی تھی اور لوگوں کی اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر کسی نے امرتسر کی طرف جانے کی کوشش کی تو انہیں راستے میں مار دیا جائے گا۔

4 جون کی صبح سکھ کمانڈر جنرل آریس دیال کے حکم پر بھارتی فضائیہ کے روسی ساخت کے ٹیگر طیاروں نے بھی اسی مہم میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی دیہاتوں اور شہروں کے تمام راستوں پر مورچہ بند بھارتی فوج کی طرف سے اوڈ پتکروں پر مسلسل اعلان کیا جا رہا تھا کہ کسی بھی دیہات سے اگر کسی متنی سرگرمی کی اطلاع ملی یا فوج پر گولی چلائی گئی تو طیاروں سے بمباری کر کے اسے تباہ کر دیا جائے گا۔

زہر ملی گیس کے ہزاروں سلنڈر دربار صاحب اور اس کے گرد و نواح کی عمارتوں میں مورچہ

بند سکھ حریت پسندوں اور ہزاروں بے گناہ سکھ یاتریوں کی ہلاکت کے لئے خاموشی نے امرتسر پہنچا دیئے گئے۔

بھارتی ندی کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں گیس ماسک اور آکسیجن گیس کے سلنڈر زائن فوجی جوانوں کے لئے خصوصی درخواست پر حاصل کئے گئے جنہوں نے زہر ملی گیس پھینکنے کے بعد سکھ حریت پسندوں پر "چارج" کرنا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ان گیس ماسک کی مطلوبہ تعداد حاصل کرنے کے لئے ندی کے بہتی میں موجود جہازوں کا سارا ذخیرہ پنجاب منتقل کر دیا گیا تھا۔

ندی کے غوطہ خور کمانڈوز کے خصوصی دستے دربار صاحب کے نزدیک پہنچا دیئے گئے انہوں نے دربار صاحب امرتسر میں موجود "سرور" (تلااب) کے ذریعے حریت پسندوں تک پہنچنا تھا۔

☆☆☆

اس سے پہلے 2 جون 1984ء کی صبح کی آپریشن "ووڈروز" (Woodrose) کا آغاز ہو گیا تھا۔

اس آپریشن کی رو سے پنجاب راجستھان اور کشمیر سے ملحقہ پاکستانی سرحد پر تازہ دم بھارتی فوج کے دستے تعینات کر دیئے گئے تھے۔

فوج نے اس طرح سرحد کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا کہ پاکستانی سرحد سے کوئی بھی شخص بیٹھا ناممکن ہو گئی تھی۔

انتظامات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سرحد پر موجود بی ایس ایف کی سرحدی چوکیاں بھی فوجیوں سے بھر گئی تھیں اور بی ایس ایف کی کمان کئی دنوں تک فوج کے ہاتھ میں رہی۔

جہاں سرحدوں پر اس طرح فوجوں کا جال بچھا دیا گیا تھا وہاں سرحدوں کی طرف آنے والے تمام راستوں پر راتوں رات بارودی سرنگیں پھیلا دی گئی تھیں۔

یہ بارودی سرنگیں لمبے عرصے تک دیہاتیوں کے لئے مسائل پیدا کرتی رہیں اور آپریشن مکمل ہونے کے بعد تک بھی کئی بھارتی سرحدوں کے مکین اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے کئی معذور ہو گئے۔

آئے روز کسی نہ کسی جانور کی کسی سرنگ کے پھٹ جانے سے ہلاکت کے واقعات بھی سامنے آتے رہے۔

سرحدوں پر مکمل کنٹرول کرنے کے بعد بی ایس ایف اور فوج کے دستوں نے پنجاب سے ملنے والے صوبوں مقبوضہ جموں کشمیر، ہریانہ اور راجستھان کو اس طرح

آپریشن بلیوسٹار کو بنیادی طور پر تین آپریشنز میں تقسیم کیا گیا تھا..... یعنی تین مختلف طرح کی گرد چنگ کی گئی تھیں جن کے مطابق یہ کام انجام پانے لگے۔

(1) آپریشن میٹال

(2) آپریشن شاپ

(3) تیسرا حصہ

آپریشن میٹال:

اس آپریشن کو 10 شتوں میں منقسم کیا گیا تھا جن پر ”متعلقہ ذمہ داروں“ نے عمل پیرا ہونا تھا اور اس کی کامیابی کے بعد پھر دوسرے اور آخر میں تیسرے حصے پر عمل ہونا تھا۔ جن 10 شتوں پر مرحلہ وار عمل ہونا تھا ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

1۔ بھارتی فوج کے کمانڈرز جنہیں خونریزی میں کمال حاصل ہے اور جو خصوصی طور پر اس مشن کے لئے یہاں لائے گئے تھے وہ دربار صاحب امرتسر میں داخل ہوں گے اور وہاں موجود مقام مسلح اور غیر مسلح افراد کو بلا تخصیص عورت، مرد بچہ، بوڑھا جو ان قتل کر دیں گے صرف گوردوارے کے ”سیوا داروں“ کو ”مگر نہتھی“ کو چھوڑ دیا جائے گا۔

2۔ سکھ مذہب کے مطابق دربار صاحب میں موجود ”ہر مندر صاحب“ کے اندر واقع سکھوں کا مقدس ترین مقام ”اکال تخت“ ہے۔ یہ تخت ایک طرح سے سکھوں کی آزادی اور اقتدار اعلیٰ کا سمبل تصور کیا جاتا ہے اور جس طرح مسلمان اپنا قبلہ و کعبہ خانہ کعبہ کو جانتے ہیں اس طرح سکھ بھی اکال تخت کو نہ صرف رشد و ہدایت کا امن بلکہ سیاسی رہنمائی یا بیجا سرخیال کرتے ہیں۔ ”آپریشن میٹال“ کی دوسری شق کے مطابق حملہ آور فوجوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ”اکال تخت“ کو مسمار کر کے جلا کر رکھ کر دیا جائے تاکہ نہ رہے بان اور نہ بیجے بالنسری۔ اکال تخت کی بنیادی کا مطلب یہ تھا کہ مذہبی طور پر سکھوں کا مورال اتنا گر جاتا کہ عملاً ان کی کمری ٹوٹ جاتی اور وہ کبھی سر اٹھانے کے قابل نہ رہتے۔

3۔ جہاں کہیں آرٹلری، انفنٹری، آرمرڈ سے سکھوں کا قتل ممکن نہ رہے وہاں بھارتی فوج کے مایہ ناز

گھیرے میں لیا کہ پنجاب فوج کی گرفت میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ اس امر کو ناممکن بنادیا گیا کہ پاکستان یا بھارت کے کسی بھی کونے سے کوئی چڑیا بھی پنجاب کے اندر پر مار سکتی۔

سرحدوں کے ساتھ ساتھ یہ دائرہ شہروں، دیہاتوں اور رہائشی علاقوں تک پھیلتا چلا گیا اور 2 جون کی رات کو حالت یہ تھی کہ پنجاب کے ہر شہر کے چوک میں یکسر بند بھارتی فوج مورچہ بند تھی۔ کچے راستوں پر فوج نے پوزیشن لے لی تھی اور پنجاب کو سناری دنیاستہ عملاً کاٹ دیا گیا تھا۔ آخری حر آزما تے ہوئے حکومت 2 جون کی رات کو سارے پنجاب میں کرفیو نافذ کر دیا۔

☆☆☆

کمانڈر زرنہر ہلی گیس اور اعصاب کو تباہ کرنے والی گیس کے علاوہ آگ لگانے والے نیپام بم استعمال کریں اور جن بلڈنگوں میں حریت پسندوں نے پناہ لے رکھی ہو انہیں ٹینکوں سمیت نیست و نابود کر کے رکھ دیں۔ (خیال رہے کہ زرنہر ہلیے کیمیکل کا استعمال کرنے والے کمانڈر کے دستے خاص طور سے یہاں منگوائے گئے تھے۔)

4۔ پنجاب میں موجود ہر قابل ذکر گوردوارے پر جہاں سے معمولی مزاحمت بھی ہو پہلے انٹر فورس کے ہیاروں اور ہلی کا پٹرول کے ذریعے بمباری کی جائے۔ جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ مزاحمت دم توڑ چکی ہے تو فوج حملہ کرے گی اور بچے سمجھے سکھوں کو مار ڈالے گی۔ گوردواروں کو اس طرح تباہ کیا جائے گا کہ دوبارہ ان کی تعمیر کم از کم اس انداز میں ممکن نہ رہے۔ عمارات تباہی سے پہلے تھیں۔

ذیلی شق۔ پنجاب خصوصاً امرتسر میں موجود کچھ حریت پسندوں کو اگر وہ زندہ قابو آجائیں تو اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا جائے۔ یہ اذیتیں عام شہریوں کے سامنے دی جائیں اور انہیں دیہاتیوں کے اجتماعات میں لے جاتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خوف و ہراس پھیلا جائے اور مسلم لیگ اتنا خوفزدہ ہو جائے کہ پھر اسے برا بھلائی کی جرأت نہ رہے۔ اسی طرح مارنے سمجھے سکھوں کی لاشوں کو پہلے تو نشانِ عبرت بنا کر وہیں پھینک دیا جائے اس کے بعد انہیں ایک جگہ اکٹھے کر کے لٹا دی جائے تاکہ جرم کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے۔

5۔ دربار صاحب کپٹیکس کے ارد گرد تمام عمارات کو جہاں کچھ حریت پسندوں نے پناہ لے رکھی ہے بمباری کر کے تباہ کر دیا جائے۔ ان عمارتوں میں آگ لگے گا بارود پھینکا جائے (خیال رہے کہ بعد میں بھارتی حکومت نے بچے سمجھے مکانات میں زوروں سے صاف کر دیئے تھے اور اب دربار صاحب کے ارد گرد تمام آبادی ختم کر دی گئی ہے)۔

6۔ حکم دیا گیا ہے کہ سکھوں کو قیدی بنانے سے حتی الوسع احتراز برتنا جائے اور کوشش سنی کی جائے کہ انہیں گولی مار دیں۔ قیدیوں کی صورت میں اس بات کا خدشہ تھا کہ کسی مرٹلے پر یہ لوگ دروغی اور بربریت کی یہ کہانی عالمی پریس کے سامنے نہ لے آئیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو بھارت کی نام نہاد نیکول اور جمہوری حکومت کی شاکہ کو نقصان پہنچنے کا خطرہ موجود رہے گا۔

7۔ ہندو آبادی کو بچانے کے لئے ہر ممکن اقدام کیا جائے۔ حملے سے پہلے انہیں محفوظ پناہ گاہوں میں پہنچا دیا جائے اور سکھوں کے درمیان گہری ہندو آبادیوں کو فوج کی حفاظت میں دیا

جائے۔ اس بات کا مکمل اہتمام موجود ہو کہ ہندو آبادی سکھوں کے انتقامی حملوں سے محفوظ رہے اور کہیں ایسا نہ کہ سکھ فوج کا انتقام ہندو آبادی پر حملہ کر کے لیں۔ سکھوں کے قتل عام کے بعد ہندوؤں کو آزادی سے جشنِ مسرت منانے کے لئے سہولیات فراہم کی جائیں اور ایسے ہر اقدام کی حوصلہ افزائی کی جائے جس کے تحت سکھوں کا مورال ڈاؤن ہو سکتا ہے۔

8۔ عام سکھ آبادی میں ایسے تمام اقدامات کو جن سے سکھوں میں ”نہ ہی جوش و خروش“ پیدا ہو سکتا ہے سختی سے ختم کر دیا جائے۔ اگر کوئی سکھ ”کیمپری رنگ کی چٹری“ باندھنے پڑی کر پان ہاتھ میں پکڑے یا اپنی ڈوڑھی کھول کر پتلہ نظر آئے تو اسے بے دریغ گولی مار دی جائے۔ کیونکہ ان تینوں ”ایکشن“ سے سکھوں میں نہ ہی جوش پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

9۔ پنجاب کے مواصلات کا نظام اس طرح کنٹرول کیا جائے کہ اس کا رابطہ بھارت اور دنیا کے تمام شہروں سے اس وقت تک کٹا رہے جب تک کہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو جائیں اور آپریشن بلیو سٹار مکمل کامیابی سے ہمکنار نہ ہو جائے۔

10۔ پنجاب کے تمام مواصلاتی مراکز، اخبارات کے دفاتر، ٹیلی فون ایجنسیز کو فوج فوراً اپنے کنٹرول میں لے لے اور اس بات کو بھی ناممکن بنادے کہ پنجاب سے کوئی خبر بھی باہر نہ جائے پائے۔

آپریشن شاپ:

دوسرے مرحلے کے احکامات:

1۔ تمام شہروں اور دیہاتوں کی گھر گھر تلاشی لی جائے تاکہ بچے سمجھے اور پناہ لئے ہوئے سکھوں کا قبضہ کیا جاسکے۔ دورانِ تلاشی معمولی سی مزاحمت پر بھی مزاحمت کرنے والے کو گولی مار دی جائے۔ گرفتاریوں سے احتراز برتنا جائے اور موقع پر ہی گولی مار دی جائے۔

2۔ سکھ عورتوں، بچوں اور مردوں کو قتل کرتے ہوئے کسی گھبراہٹ یا خوف کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے۔ فوج اور پیرامٹری فورسز کے عام جوانوں کو بھی اس قتل کے لئے اپنے کسی بھی آفیسر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے کسی جوان یا آفیسر کے دل میں یہ خوف ہونا چاہئے کہ ان کی ٹکمان پوچھ کچھ ہوگی۔

3۔ دہشت گردوں کو حاشا کرنے کے یہاں جس گھر میں بھی داخل ہونے کا موقع ملے وہاں عورتوں کو ضرور بے عزت کرنے کی کوشش کی جائے خصوصاً نوجوان لڑکیوں کو تاکہ انہیں احساس دلایا جائے کہ ان کے مردوں نے کتنا جرم کیا ہے اور اس کی سزا کتنی خوفناک

ہو سکتی ہے۔

4۔ مکالوں کی تلاشی لے کر لائسنس والا اور بغیر لائسنس ہر جسم کا اسلحہ ضبط کر لیا جائے۔ کسی گھر میں کوئی چاقو، چھری، کلہاڑی، کرپان یا کوئی ایسا کھیتی باڑی کا اوزار بھی باقی نہ رہنے دیا جائے جس سے بعد میں ہتھیار کا کام لیا جاسکے۔

5۔ اس بات کی خصوصی ہدایت کی گئی تھی کہ کسی ہندو کی تلاشی نہیں لی جائے گی (جو کچھ جریت پسند)۔ اس آپریشن میں بچے میں کامیاب ہوئے ان میں زیادہ تعداد ان کی بھی تھی جنہوں نے ہندوؤں کو ڈرا دھمکا کر ان کے گھروں میں پناہ لے رکھی تھی یا پھر جنہیں ہندوؤں نے انسانییت اور ہستی کے نام طے پناہ دی تھی)۔

6۔ کسی بھی ٹریبون، کانسٹیبل، ٹریکٹر موٹر سائیکل یا سائیکل کے ذریعے پنجاب کے دیہاتوں، شہروں یا پنجاب سے باہر جانے والے راستوں پر سفر کرتے ہر شخص کی بلا تخصیص جامہ تلاشی لی جائے۔ معمولی سی ہتھیار یا غصہ ظاہر کرنے والے کو بری طرح زد و کوب کیا جائے یا گولی مار دی جائے یا زد و کوب کر کے بعد اسے قیدیوں کے لئے قائم ہونے والے خصوصی کیمپوں میں رہنے دیا جائے۔

تیسرا مرحلہ:

1۔ تلاشی کا مرحلہ مکمل ہو جانے کے بعد فوج شہروں، دیہاتوں کو جانے والے راستوں پر مورچہ بند رہے گی اور وقفاً فوقتاً نزدیکی دیہاتوں اور شہروں میں مسلح نکشت کرتی رہے گی۔ اس درمیان جب فوجی کمانڈر مناسب سمجھے تو ہوائی فائرنگ کر کے مقامی آبادی میں خوف و ہراس پیدا کرے تاکہ لوگ خوفزدہ ہو کر گھروں میں دبے رہیں اور دربار صاحب کی اجازت پر ان کے اندر انتقامی جذبات جنم نہ لے سکیں۔ سکھوں کے تیار تے سرائے اور معروف گز دکانوں پر ایسا مظاہرہ ضروری قرار دیا گیا۔

2۔ فوج کو حکم دیا گیا کہ وہ ہندو آبادی کی حفاظت کو ضروری بنائے۔ اس ضمن میں جس ہندو آبادی پر سکھ حملہ کریں جواب میں فوج اس سکھ آبادی میں قتل عام کرے تاکہ آئندہ کسی کو ہندو آبادی پر حملے کی جرأت نہ ہو۔

3۔ فوج اور پیرا ملٹری فورسز کے مسلح اور ہر جسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار دستے سارے پنجاب میں نکشت کرتے رہیں اور جہاں بھی کسی مقام پر سکھ اکٹھا ہونے کی کوشش

کریں انہیں بزور شمشیر منتشر کر دیا جائے۔

4۔ ہندو کو فوج کا احساس دلانے اور خود کو سکھوں سے برتر ثابت کرنے کے لئے جہاں ان کا مورال بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے وہاں اس سر کو بھی یقینی بنایا جائے کہ سکھوں کا مورال ڈاؤن رہے اس کے لئے جو بھی نرہ ستای کمانڈر مناسب سمجھے اختیار کرے اس کے لئے اس سے کوئی پوچھ بچھ نہیں کی جائے گی نہ ہی کسی قسم کی شکایت کا ردائی عمل میں آئے گی۔

5۔ پٹرولنگ کے درمیان 18 سے 35 سال کی عمر کے درمیان والے سکھ نوجوانوں پر خصوصی نظر رکھی جائے جس پر معمولی سا بھی شک گزرے اسے یا تو گولی مار دی جائے یا پھر گرفتار کر کے "ٹار جے کمپ" بھیج دیا جائے۔ ایسے نوجوانوں کو "جعلی مقابلوں" میں ہلاک کر دیا جائے یا پھر مار جے کمپ میں تشدد کر کے محتاج کر دیا جائے تاکہ وہ دوسروں کے لئے ہمیشہ نشان عبرت بنے رہیں۔

ہندوستان

دربار صاحب کو گھرے میں لے لیا گیا تھا اور کسی کا بھی اس سے باہر آنا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔۔۔۔۔!

اس خطاب میں چائیکائی سیاست کی علمبردار بھارتی سامراج کی نمائندہ مسز اندرا گاندھی نے بھارتی عوام اور ساری دنیا کے انسانوں کو یقین دہانی کروائی کہ وہ سکھوں کے ساتھ پرامن مذاکرات کرے گی۔

اس نے کہا کہ سکھوں نے پنجاب میں قتل عام کا بازار گرم کر رکھا ہے اور وہاں کسی بھی ہندو کی زندگی اور عزت محفوظ نہیں رہی۔

ہندو قوم کو صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا کیونکہ یہ منشی بھیر سر بھرے اور پاکستان کے تربیت یافتہ سکھ ہیں جنہوں نے یہ طوفان اٹھا رکھا ہے۔

بھارتی وزیراعظم نے اپنے اس خطاب میں سکھوں کو محبت و وطن بہادر ہے اور معاملے کے کھرے لوگ قرار دیتے ہوئے اس امر کا اعتراف کیا کہ سکھوں کی قربانیاں آزادی کے سنگھرش میں کبھی بھی قوم سے زیادہ رہی ہیں اور ”بھارت ماتا“ کی رکھشا کرنے میں انہوں نے کبھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔۔۔۔۔

اس تقریر میں مسز اندرا گاندھی نے سکھوں کے متبرک مقام دربار صاحب پر فوجی حملے کی خبر کو غلط اور ”دشمن کا بے بنیاد پراپیگنڈہ“ بتاتے ہوئے سختی سے کہا کہ بھارت ایک سیکولر اور جمہوری دیش ہے جہاں عوام کے مسائل کا حل لائیکو گولی کی بجائے گفت و شنید سے ہی نکالا جائے گا۔

☆ ☆ ☆

بھارتی وزیراعظم اپنی دانست میں ساری دنیا کو بے وقوف بنا رہی تھی جبکہ تاریخ اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ خود بہت بے وقوف تھی اور اس نے ایسا قدم اٹھایا تھا جس کی سزا رہتی دنیا تک بھارت کو بھگتنا پڑے گی۔

اس کھیل میں نہ صرف اس کی جان مٹی بلکہ اس کے بعد سے آج تک بھارت میں قتل کا سلسلہ جاری ہے کبھی اس میں شدت آجاتی ہے اور کبھی کی ایسا کہا جاسکتا ہے کہ اب حالات حکومت کے کنٹرول میں ہیں لیکن بزدل شمشیر ہی ایسا ممکن ہے۔

مسز اندرا گاندھی کے اس اقدام نے بھارت کے کٹڑے پکڑے ہوئے پرمہر تصدیقی جہت کر دی۔ سکھوں کے اس عام قتل کے بعد ہی بھارت میں موجود دیگر آزادی اور علیحدگی پسند تحریکیں

یکم جون 1984ء

بھارتی فوج نے باقاعدہ حملے کا آغاز کر دیا۔۔۔۔۔!۔۔۔۔۔
دونوں سب بھارتی فوج نے دربار صاحب کیلکس کے ارد گرد واقع ہمارے علاقے کو گھیرے میں لے کر مقامی آبادی کو علاقہ خالی کر دینے پر مجبور کر دیا تھا۔
دربار صاحب میں بھارتی فوج کے جرنی شو بیک سنگھ کی کمان میں مورچہ بند سکھ حریت پسندوں کی طاقت کا بازہ لینے کے لئے بھارتی فوجیوں اور سکھوں کے درمیان گولیوں کو معمولی تبادلہ یکم جون کی صبح کو شروع ہو گیا تھا اور دونوں طرف سے وقفے وقفے سے فائرنگ ہونے لگی تھی۔

سکھ حریت پسندوں نے ساری عمارت اور اس کے ملحقہ بلڈنگوں پر اس طرح مورچہ بندی کی ہوئی تھی کہ بھارتی فوج کے لئے اچانک دھاوا کر دینا ناممکن تھا جب میں داخل ہونے کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی۔ جس طرف سے بھی بھارتی فوج حملے کی کوشش کرتی اس سمت سے مورچہ بند سکھ جوابی فائرنگ شروع کر دیتے۔۔۔۔۔!

یکم جون ہی کو سارے پنجاب کا مواصلاتی رابطہ امرتسر سے کاٹ دیا گیا۔۔۔۔۔!
امرتسر شہر کے سکھ ڈپٹی کمشنر کو اس کے دفتر میں پابند کر دیا گیا اور کبھی ایسے سرکاری ملازم کو جس پر سکھ ہونے کے باطلے اس بات کا شک کیا جاسکتا تھا کہ وہ حکومت کے حوالے اقدام کی خبر آؤت نہ کر دے آدمی نے اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔

2 جون 1984ء کو بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا۔

یہ خطاب مین ان لمحات میں کیا جا رہا تھا جب امرتسر کا رابطہ ساری دنیا سے کاٹ دیا گیا تھا اور پنجاب کے دیہاتوں اور شہروں میں قتل و حرکت ناممکن بنا دی گئی تھی۔۔۔۔۔!

مین ان لمحات میں جب مسز اندرا گاندھی کے احکامات کے تحت فوج نے سکھوں کے علاقوں

آپریشن بلیو سٹار کا آغاز کر دیا تھا۔

میں شدت پیدا ہوئی خصوصاً تحریک آزادی کشمیر اس کی اہم مثال ہے۔

بھارتی وزیر اعظم کی یہ تقریر دروغ گوئی دھوکہ دہی اور انسانی اقدار کی ہستی کی بدترین مثال تھی۔ اسی نے ایسی قوم کے ساتھ دھوکہ کیا تھا جس نے بھارت کی حفاظت اور اسے پاکستانی فوج کے قہر سے بچانے کے لئے اپنی جانوں کے تین مرتبہ نذرانے دیئے تھے.....!

کوئی احمق ہی یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کرے گا کہ 48، 65 اور 71ء میں سکھوں سے لڑ کر کسی قوم نے پاکستانی فوج کا مقابلہ کیا ہوگا.....!

آج سربراہ اندرا گاندھی اس سکھ قوم کو بالکل اسی طرح سزا دیئے جا رہی تھی جس طرح 1947ء میں ان کی قربانیوں کا انعام انہیں اس کے باپ پنڈت جواہر لال نہرو نے دیا تھا۔
ہمسے کے لئے قاتل کا طوق سکھوں کے گلے میں ڈال کر.....!

☆☆☆

3 جون کو سکھ اپنے گورو اور ان کی شہادت کا یوم مناتے ہیں۔

یہ سکھوں کا بہت بڑا "گرور" (ہوار) ہوتا ہے۔ اس روز دنیا کے کونے کونے سے سکھ دربار صاحب میں جمع ہو کر اپنی عبادات کرتے ہیں۔ سارا دن خصوصی لنگریا تریوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور گورو گرنتھ صاحب (سکھوں کی مقدس کتاب) کا خصوصی ایشہ ہوتا ہے.....!

اس موقع پر بھارت کے کونے کونے سے "کیڑن" کرنے والی سکھ پارٹیاں جمع ہوتی ہیں اور اپنے مذہبی اشلوک گا کر سناتے جاتے ہیں۔

3 جون کی تقریبات کا آغاز یکم جون سے اسی طرح ہو جاتا ہے کہ بھارت کے کونے کونے سے آنے والے سکھ دربار صاحب میں مقیم ہو جاتے ہیں تاکہ انہیں 5 جون کی شکرات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ 3 جون تک دربار صاحب میں موجود مسافروں کی قیام گاہیں بھر جاتی ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں مرد مگورتیں اور بچے یہاں جمع ہو چکے ہوتے ہیں۔

دنیا بھر کے مہذب انسان آج بھی حیران ہوتے ہیں کہ اگر بھارتی حکومت نے وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کرنے کی ٹھان لی تھی تو وہ اپنا شوق 3 جون کے بعد بھی پورا کر سکتی تھیں۔

لیکن.....

مقام حیرت و افسوس ہے کہ انہوں نے اسی دن کو اس بھیانک کازوائی کے لئے منتخب کے جب دربار صاحب میں ہزاروں کی تعداد میں بے گناہ اور مذہبی عقائد رکھنے والے سکھ موجود تھے۔

اس سلسلے پر بھارت میں جتنی بھی سنا میں لکھی گئی ہیں خواہ وہ حکومت کے حق میں تھیں یا اس

کے خلاف یہ سوال ضرور اٹھایا گیا ہے کہ آخر 3 جون ہی کو حملے کے لئے کیوں منتخب کیا گیا۔

اس کا جواب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ کالی باتا کے خون کی پیاس شاید 3 جون سے بہتر اور کسی روز نہ بجھ سکتی۔

☆☆☆

2 جون 1984ء کو 15 ویں انٹرنی کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کو دربار صاحب پر حملے کا قلم دیا گیا۔

جی اڈی جانتا تھا کہ 3 جون کو لاکھوں کی تعداد میں بے گناہ سکھوں کے مارے جانے کا خدشہ موجود ہے اس کے ضمیر نے اس بھیانک حکم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اور اپنے ضمیر کے اس فیصلے پر عمل کرتے ہوئے 15 ویں ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ نے جی ایچ کیو سے معذرت کر لی.....

لیکن.....!

تاریخ ضمیر فردعوں سے بھی کبھی خالی نہیں رہی یہاں نیکی زندہ ہو وہاں برائی کا وجود ناگزیر ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم نیکی کو بھی برائی کے حوالے اور موجودگی سے ہی پہچان پاتے ہیں۔

ان لمحات میں جب پھر ہمیں ڈویژن کے آفیسر ان کمانڈ نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر کے بھارتی وزیر اعظم کو پریشان کر دیا تھا۔ پھر جنرل کے ایس براؤ جو شاید اس موقع کی تلاش میں تھا خود آگے بڑھا اور اس نے آپریشن بلیو سٹار کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔

شاید اس سے بہتر خوشنودی حاصل کرنے کا موقع اسے پھر کبھی نہ مل سکتا۔

جنرل دیال کو آپریشن بلیو سٹار کے تحت ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ اس مرتز کے دربار صاحب کے علاوہ پنجاب کے دیگر 74 گوردواروں جن میں 37 تاریخی گوردوارے بھی شامل تھے میں ردپوش "دہشت گردوں" کا صفایا کرے۔

کہتے ہیں تدبیر کنندہ ہندو تقدیر کنندہ ختمہ۔ بھارتی حکومت نے اپنی رانست میں سکھوں کے قتل عام کا منصوبہ بڑی ہوشیاری سے تیار کیا تھا اور اگر دربار صاحب کے علاوہ دیگر گوردواروں کو بھی یکم جون ہی گھیرے میں لے لیا جاتا تو شاید مطلوبہ نتائج ہی حاصل ہو جاتے۔

لیکن.....

15 ویں ڈویژن کے کمانڈر کی طرف سے انکار اور جنرل براؤ کے کمان سنبھالنے میں ایک دن

کا وقتہ آگیا کیونکہ جہز لہراؤ کو کم از کم 24 گھنٹے اپنی 90 س انگڑی ڈورن کو پوزیشنیں سنبھالنے کے لئے درکار تھے۔

اس ایک روزہ تاخیر نے ہزاروں سکھوں کو مرنے سے بچایا کیونکہ اس درمیان پنجاب میں سکھوں نے فوج کو تیزی سے پوزیشنیں سنبھالنے دیکھ لیا تھا اور وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ وال میں میں کچھ کالا ہے۔

”دربار صاحب“ تو اس طرح گھبرے میں تھا کہ وہاں سے کسی کے کے باہر آنے یا اندر جانے کا سوال ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس کے برعکس ابھی دوسرے گوردواروں میں صورتحال اتنی سنگین نہیں تھی اس لئے وہاں سے کم جون کی شام تک ہزاروں سکھ پاتریوں کو نکل جانے کا موقع مل گیا۔ کیونکہ 2 جون۔ بعد فوج نے کسی کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی۔

3 جون کی شام تک دربار صاحب اور دوسرے مشتبہ گوردوارے جہاں حریت پسندوں نے پناہ لے رکھی تھی بھارتی فوج کے گھبرے میں پھنس چکے تھے۔

ایم ایم جی ال ایم جی ماروہ اور آٹو بنگ اسلحے سے لیس بھارتی فوج کے سوراٹوں نے گوردواروں کو اس طرح گھبرے لے لیا تھا کہ وہ ہر حرکت کرتی چیز کو نشانہ بنا سکتے تھے۔

4 جون کی صبح 4 بج کر 45 منٹ پر بھارتی فوج نے دربار صاحب پر حملے کا قاعدہ آغاز کر دیا۔ سکھوں کی مزید خوش قسمتی کہ 3 جون کی شام تک کسی کسی طرح گوردواروں سے نکلنے رہے اس کی وجہ بعض گوردواروں کی تباہی پر متعین بعض فوجیوں کی اپنے لوگوں کے لئے ہمدردی تھی جنہوں نے شاید دل سے اپنے کماؤدوں کے امکانات کو تسلیم نہیں کیا تھا اور اول نحو استہ یہ کچھ کرنے جا رہے تھے۔

ایک مختلط انداز سے کے مطابق 4 جون کی صبح جب بھارتی فوج نے دربار صاحب پر گولہ باری شروع کی تو وہاں کم از کم 10 ہزار یا تری جن میں بچے بوڑھے اور خواتین بھی شامل تھے موجود تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو 3 جون کے بعد دربار صاحب کی عمارت سے اس لئے باہر نہ جاسکے کہ ہر دروازے کے سامنے موہر چہ بند بھارتی فائرنگ کر رہے تھے اور جو کوئی بھی کسی دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا ان کی گولی کا نشانہ بن جاتا۔

☆☆☆

2 جون کو سزاوار کا دعویٰ کی تقریر نے ان بدقسمت یاتریوں کو یقین دہانی کروائی تھی کہ بھارتی فوج دربار صاحب پر حملہ نہیں کرے گی۔ امرتسر شہر میں فوج کی نقل و حرکت اور موہر چہ بندی وغیرہ دیکھ

کر اگر کسی سکھ کو شک بھی گزرتا تو صرف اس بات کا کہ دربار صاحب میں موجود جرنیل سکھ بھنڈرا نوالے اور ان کے مسلح ساتھیوں کو گرفتار کرنے کے لئے فوج نے گھبرے میں آکر رکھا ہے۔ لیکن۔۔۔۔۔!

جرنیل شو بیک سکھ ایک ایسا سکھ جرنیل ضرور اندر موجود تھا جس نے صورتحال کی سنگینی کا احساس کیا۔

جرنل شو بیک سکھ کی جنگی صلاحیتوں کے معترف بھارتی جرنیل بھی تھے۔ انہوں نے 1971 کی جنگ میں شو بیک سکھ کی خصوصی گوریلا جنگ کی مہارت کا عملی مظاہرہ بھی دیکھ لیا تھا اور جانتے تھے کہ وہ آسانی سے اندر موجود سکھ حریت پسندوں کو ان کے نشانے پر نہیں آنے دے گا۔

جرنل شو بیک سکھ کی طرف سے بھارتی فوج کے مسئلے کی دشمنی کوئی جو کہ بہت پہلے کی جا چکی تھی اور اس کی ہدایت پر ہی سخت جرنیل سکھ کو حریت پسندوں نے ”ہر مندو صاحب“ کی محفوظ ترین جگہ ”اکال تخت“ پر منتقل کر دیا تھا۔

سکھ حریت پسندوں کی خواہش تھی کہ یاتری بحفاظت واپس لوٹ جائیں یا کم از کم دربار صاحب کے انتہائی حساس اور براہ راست فائرنگ کی زد میں آنے سے ”سردور“ (تالاب) اور ”پرکرمیاں“ (وہ راستہ جو ہر مندو صاحب کی طرف جاتا ہے) پر اجتماع نہ کریں۔ انہوں نے اپنے طور پر عام سکھوں کو سمجھانے کی کوشش بھی کی اور باور کروانا چاہا کہ وہ براہ راست دشمن کی گولہ باری کی زد میں آجائیں گے۔

لیکن۔۔۔۔۔

عام سکھ یاتریوں نے اس ورائنگ کو نظر انداز کر دیا۔

”سردور“ (مقدس تالاب) میں غسل کرنا ان کی عبادت کا حصہ ہے اور دور دور سے آئے ہوئے سکھ یاتری اس میں غسل کرنے پر مقرر تھے۔۔۔۔۔

4 جون کو جب بھارتی فوج نے علی الصبح گولہ باری کا آغاز کیا تو سینکڑوں یاتری اس حساس علاقے میں اپنے بڑے بڑے فرائض ادا کر رہے تھے کہ اچانک ان پر مارٹر میڈیم مشین گن اور لائٹ مشین گن کے فائر گرنے لگے !!

سینکڑوں بے گناہ سکھ گولیوں سے زخمی ہو کر ترپے لگے اور سینکڑوں آرٹلری کے فائر کی بھیٹ چڑھ گئے پلک جھپکتے میں ”سردور“ کا پانی ان کے لہو سے سرخ ہو گیا اور پانی کا تالاب خون کا تالاب بن گیا۔

شہنشاہ دہلی

پرچم بلیو سنار

کھیت جو مانڈیو سورما

اب جھو جن کو آؤ

سورما سو پچانے جوڑے دین کے بیٹھ

پرچم پرچہ کٹ مرے کھونڈ چھاڑے کھیت

ترجمہ: جنگ کا گھڑا ہنچ چکا ہے۔ اب سکھ ماؤں کے لال دشمن کی لٹکار کا جواب دینے میدان جنگ میں نکل آئے ہیں۔ سکھ سورما ہی ہے جو اپنے دین دھرم کو بچانے کے لئے مردانہ وار لڑے گا۔ اس کے جسم کا پرچہ پرچہ الگ کر دیا جائے لیکن وہ زندہ حالت میں میدان سے بھاگنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جب کیرتن کرنے والوں نے گوردگو بند سنگھ کا جنگی ترانہ:

وہ شواہد موعجہ ہے

شہر کرمن تے کب ہوں نہ نروں

نے نروں اے سوں جب جائے نروں

نچے کر اپنی جیت کروں

ار سکھ ہوں اپنے ہی من کوں

ایہ لالچ ہاؤ گن تاؤ اچروں

جب آدکی اودھ نہ خان بنے

ات ہی تبارن میں جو جھروں

ترجمہ: میرے خداوند تعالیٰ مجھے یہ برہنشاہ ہے کہ میں اچھے کام کرنے سے کبھی نہیں ڈروں گا۔ اگرچہ مجھے میدان جنگ میں جانا پڑے تو بھی میں اپنے صدق کے سہارے جیت کر لوٹوں گا۔ سکھ بن جانے کے بعد میرے دل کی صرف ایک ہی تمنا ہے کہ جب بھی میری غیرت کو لٹکارا جائے میں دیوانہ وار میدان جنگ میں کودوں اور لڑتا ہوا مارا جاؤں۔

گانا شروع کیا تو دربار صاحب کے کونے کونے میں چھپے سکھوں میں ایک دلول تازہ پیدا ہوا۔ جوش غضب سے انہوں نے ”بولے سونہال۔ بیت سری اکال“ کے ”بے کار بے (نعرے) بلند کرنے شروع کر دیے۔

”پرکرم“ یعنی ہر مندر صاحب کی طرف جانے والا سنگ مرمر کے پتھروں سے تیار استہ جسے سکھ روزانہ دودھ سے دھوتے ہیں ان کے خون سے دھلتے لگے۔ ”پرکرم“ پر لہو کا دریا الگ سے بہنے لگا تھا۔

اس اچانک حملے نے سکھوں میں ہولناکت اور خوف تو پیدا کیا لیکن جلد ہی یہ سب کچھ غصے اور انتقام میں بدل گئے۔ اپنے گوردوار جن دیوی کی تقلید میں وہ سب:

تیرا بھانا بیٹھا اٹھے (ترجمہ: یا اللہ تیرا ہر فیصلہ ہم دل و جان سے قبول کرتے ہیں) پکارتے رہے ”گوردھانی“ (سکھوں کی مقدس مذہبی آیات) کا پانچھ کرنے لگے۔

مور، حال ایسی تھی کہ براہ راست گولہ باری کی زد میں آنے والے ان بے گناہوں تک طبی امداد نہیں پہنچائی جاسکتی تھی۔ بہت سے ایسے جو زخمی تھے اور جن کی جانیں بچ سکتی تھیں مگر اپنے زخموں سے بے تحاشہ درد بہہ جانے اور ابتدائی طبی امداد میسر نہ آنے کے سبب مارے گئے۔ عین ان لمحات میں جب بھائی فوج نیتے اور بے گناہ سکھوں کو ان کے لیڈروں کی طرف سے 1947ء سرزد ہونے والے گناہ کی سزا دی گئی۔

”ہر مندر صاحب“ میں ان چند گز کے فاصلے پر موجود ”اکال تخت“ سے حالہستانی حریت پسندوں کے کیرتن (مذہبی گیت گانا) کی آواز بلند ہونے لگی۔

یہ لوگ سکھوں کے گوردواروں کی طرف سے ایسے سوانح پر گائے جانے والے اپنے جنگی ترانے گا کر مرنے والوں کا جہاں حوصلہ بڑھا رہے تھے وہاں انہیں خزانہ عین پیش کر رہے تھے سب سے پہلے جو آواز سنائی دی وہ اس ”کیرتن“ کی تھیں۔

جو تھیو پریم سکھیلن کے جاء

سر دھر تللی گلی مورے

(ترجمہ: اگر تمہیں میرے ساتھ محبت کا دعویٰ ہے تو اپنی جان تللی پر رکھ کر میرے ساتھ آؤ)

اب مارگ بچہ دھر بیچے

سر دھیرے کانڈ نہ کیچے

(ترجمہ: اس راستے پر پاؤں دھرنے کا پہلا اصول یہی ہے کہ تمہارا سر تو کٹ جائے لیکن تم دشمن کو پیچھے نہ دکھانا)

اکال تخت پر مورچہ بند سکھ شوڈیش فیڈریشن کے حریت پسند جن کی کمان بھائی امریکہ سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ کوری کی شکل میں گارہے تھے۔

اس پریس کانفرنس میں جنرل سندرجی نے اس صورتحال کا مفہوم براہ راست بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیوں کو قرار دیا۔

☆☆☆

4. جون کی صبح انقنیری کے ساتھ ساتھ آرٹھری بھی حملے میں شامل ہو گئی کیونکہ 3 جون تک جنرل سندر جی نے اندازہ کر لیا تھا کہ صورتحال ان کی توقع سے کہیں زیادہ بڑھ کر خطرناک ہے۔ اس دوران پہلی کاپڑوں سے حریت پسندوں کے سروں پر پرواز کرتے اور یارنیک جی سے صورتحال کا جائزہ لینے کے بعد بھارتی کمانڈرز اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ خصوصاً دربار صاحب کے تاریخی میناروں، پانی کی ٹینکیوں اور بلند ی پر موجود چھتوں پر حریت کی بورڈوں سے مورچے بنائے جائیں تاکہ حریت پسندوں پر صرف انقنیری کی مدد سے قابو نہیں پایا جاسکے۔

پیدل فوج کی طرف سے اونچے سورجوں کی تاثیر میں جتنے زیادہ عالمی نقصان کا تخمینہ لگایا گیا اسے برداشت کرنا بھارتی فوج کے لئے ممکن نہیں تھا۔

جنرل دیال نے بھی بعد میں جو دھڑاقت اختیار کیوں کر کے سامنے پیش کی اور اس سلسلے میں جو دستاویزات بھارتی حکومت کی طرف سے منظر عام پر آئی ہیں ان میں یہی تکرار موجود ہے کہ بھارتی پیدل فوج کے لئے دہشت گردوں پر حملہ کر کے مثبت نتائج حاصل کرنا ناممکن ہو گیا تھا کیونکہ ان کی کمان ایک تجربہ کار جرنیل کر رہا تھا جس نے انہیں اس انداز میں مورچہ بند کیا ہوا تھا کہ کمانڈر ونگر اچانک یاخبر کر کے دربار صاحب میں داخل ہو جاتے تو سکھ انہیں گاجر مونی کی طرح کاٹ کر زکھ دیتے۔

ان حالات کو دیکھ کر اور انتہائی مایوسی کے عالم میں بھی بھارتی فوج کے سکاڈر نے آرٹلری (توپ خانے) کو میدان میں لانے کا حکم دیا اور 4 جون کو حملے کا آغاز توپ خانے کی گولہ باری سے ہوا۔

☆☆☆

ہماری فوج نے حملے کے آغاز میں دربار صاحب میں بجلی سپلائی کی لائنیں کاٹ دی تھیں لیکن
بٹری سے چلنے والے لاؤڈ سپیکروں کا کھانا گھوشتا ان کے بس کی بات نہیں تھی وہ سوائے کڑھنے کے اور
کیا کھاتے تھے؟

ان دنوں انگلینڈ کے انوں کی گوج بہت دیر اور پھر تک ستانی دیتی رہی۔

☆☆☆

فریقین میں گولیوں کا تبادلہ تو یکم جون کی شام ہی کو ہونے لگا تھا۔ یکم جون کی شام سے 3 جون تک رات تک دھن دھن سے بھارتی فوج دربار صاحب میں راجہ بدھووں پر فائرنگ کر کے دراصل ان کی طاقت کا اندازہ لگا رہی تھی۔ بعد میں شائع ہونے والی رپورٹوں میں حیرت انگیز انکشاف کیا گیا کہ ایشیائی جہاز کے سینکڑوں مفید پوش کی قدبار صاحب میں مسلسل موجودگی کے باوجود 6 جون تک جب تک کہ بھارتی فوج نے یہ ”معرکہ سر نہیں کر لیا“ انہیں حریت پسندوں کی ”جلی طاقت“ کا علم ہی نہ ہونکا۔

دور بار صاحب کی جماعت کے اور ایک لمبے عرصے تک بھارت کی مختلف اشکلی جنسی ایجنسیوں کے درمیان سرد جنگ کی سی کیفیت رہی رہی۔ ہر ایجنسی غلط رویہ رنگ اور صورت حال کا صحیح اندازہ نہ لگانے پر ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتی رہی جب کہ آری بیڈ کو آری کی طرف سے حکومت کو جو رپورٹ پیش کی گئی اس میں سول اشکلی جنسی ایجنسیوں کی نا اہلی کا رونا دھونا ہے۔ تھے ہوئے ان پر الزام لگایا گیا کہ بعض خفیہ مورچوں کی پہلے سے نشاندہی نہ ہونے کی وجہ سے درجنوں فوجیوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھوئے پڑے۔ !!

دربار صاحب میں داخل ہونے والے تمام ٹروپس کمانڈروں کو اٹلی جنس ایجنسیوں کی اطلاعات کی بنیاد پر نقشہ تیار کر کے دیئے گئے۔ تھے وہ غلط ثابت ہوئے۔۔۔؟

متحدہ ایسے مقامات جہاں ان انجینئروں کی اطلاعات کے مطابق میدان صاف تھا پر بظاہر مطمئن آگے بڑھتے بھارتی کمانڈرز پر انجانک ہی کسی تہہ خانے یا محکمہ دیوار کے سوراخ سے جھانکتی مشین گنوں کی گولیوں کا میزہ برسنے لگتا..... اور ان کے سنبھلنے سے پہلے ان کے بہت سے جوان مارے جاتے۔

محلے کے خاتمے پر اقبیار نویسوں کو ہر جنگ دیتے ہوئے جہزِ سندرجی اور جہزِ دیاں نے بڑے بڑے نقشوں کی مدد سے درختوں ایسے خفیہ مورچے دکھائے جہاں سے خلافِ توقع ان کے جوانوں پر فائرنگ ہوئی اور بھارتی فوج کو زبردست جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

انہیں بھون کر رکھ دو.....!

یہ تھا وہ "آرڈر آف دی ڈے" جو کچھ حریت پسندوں کو اپنے کمانڈر و انچیف جنرل شو بیک سنگھ کی طرف سے ملا۔

گوشت پوست کے یہ انسان دربار صاحب کی مختلف عمارتوں میں اینٹوں سے نئی دیواروں کے پیچھے سر جھکائے آتش دہن کی بارش میں "گورہ پانی" کا پانچھ کرتے اسی لمحے کے خطر تھے جب بھارتی فوج میدان صاف سمجھ کر اندر داخل ہو اور وہ بھوکے شیروں کی طرح اس پر چھٹیں۔

مسلل بمباری سے اعصاب ترننے لگے تھے.....!!

گولے ان کے گرد گرد پھٹ رہے تھے.....!!

پتھر ملی عمارت روٹی کے دھنکتے ہوئے گالوں کی طرح اڑ رہی تھی.....!

لیکن.....!

وہ مجبور تھے.....

ان کے پاس ایسا اسلحہ نہیں تھا جس سے وہ دشمن کو اس کی زبان میں جواب دے سکتے۔ بس ایک ہی طریقہ تھا کہ جب ایک مورچہ تباہ ہونے لگتا تو وہ دوسرے مورچے میں منتقل ہو جاتے یا پھر دربار صاحب کے زیر زمین تہہ خانوں میں چھپے گولہ باری سے دربار صاحب کی تباہی کا تماشا دیکھتے رہتے.....!!

سوائے ایک دو مورچوں کے جہاں ایک آدھ لائٹ مشین گن نصب تھی اندر سے کوئی جوابی فائر نہیں آ رہا تھا.....!!

سنگھوں کے پاس ایسا اسلحہ بھی نہیں تھا کہ جس سے وہ کم از کم اپنے سروں پر منڈلاہتے ان ہیلی کاپٹروں کی کوشش نہ کر سکتے جو بمباری کرنے والوں کی رہنمائی کر رہے تھے اور جن میں نصب جدید جاسوسی آلات اندر موجود نقل و حرکت نوٹ کر کے اپنی فوج کے لئے مزید آسانیاں بہم پہنچا رہے تھے۔

4 جون اس بمباری کی نذر ہو گیا.....!!

5 جون کی صبح پونے پانچ بجے فوج نے چھوٹے اسلحے سے فائرنگ شروع کی۔ یہ مزید کھلے حملے کا سنگین تھا اور اس سے پہلے بھارتی فوج یہ بتا دے رہی تھی کہ وہ جنگی اصولوں کے مطابق پہلے توپ خانے کے فائر سے دشمن کا ڈیٹھس تباہ کرے گی اور پھر پیدل فوج سے حملہ کیا جائے گا.....!!

ٹھنڈے دماغ کا بوڑھا لیکن جوان ارادوں کا حامل جنرل شو بیک سنگھ آنکھوں سے دور بین

4 جون کی صبح سکھوں پر آرٹلری کی طرف سے ایم ایم جی ایل اور ایس ایل آر کا فائر پورا شدت سے آنے لگا تھا..... جس کا سلسلہ پھر 7 جون تک جاری رہا.....!!

آرٹلری کے اس فائر کے لئے "او۔ پی" کے فرائض فضا میں گشت کرتے ہیلی کاپٹروں سے انجام پا رہے تھے اور اس فائر کو مزید موثر کرنے کے لئے مارٹر ریکارس رائفلز کا سپورٹنگ فائر بھی دیا جا رہا تھا۔

4 جون کی صبح "سراہر" اور "پرکھاں" میں جو جاہی آئی وہ اس کی سرہون منت تھی۔ اس کے ساتھ ہی دربار صاحب کیپٹن کی سی بلڈنگوں کو بھی زبردست نقصان پہنچا۔ "اکال تخت" اس بمباری کا حصہ بن گیا.....!!

"دربار صاحب" کے چاروں طرف موجود بازاروں، مشاد، ادنیٰ مقامات پر فوج نے اس طرح مزورچے بنائے تھے کہ پادروں طرف سے گولے دربار صاحب کے اندر گرنے لگے۔

4 جون کو اس شدت کے ساتھ حملے کرنے میں مدد ملی یہ تھی کہ "قار پاد" کی شدت سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیں گے اور باہر نکل آئیں گے یا کم از کم یہاں سے بھاگنے کی کوشش ضرور کریں گے جنہیں کسی بھی مرحلے پر بھارتی فوج "ٹریپ" کر سکتی تھی.....

جنرل دیال سے کہا گیا تھا کہ معاملے کو جتنی جلدی ممکن ہو ختم کرنا ہے ورنہ یہاں کھینچا۔ لیکن.....

اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ اتنی آسان بات بھی نہیں ہے۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ دربار صاحب کے اندر موجود بند سکھوں کے پاس چند راکٹ لانچر ایک آدھ ایل ایم جی اور خود کار رائفلیں تھیں اور ان کے متقابل بھارتی فوج میڈیم گنیں جن میں "ماڈرلز" "ماؤنٹین گنز" اینٹی ٹینک میزائل اور اینٹی ٹینک رائفلز ہیوی مارٹرز اور مسلسل آگ برسانے والے ایم ایم جی ایک ایم جی اور ایس ایل آر استعمال کر رہی تھی۔

☆☆☆

"اپنے مورچوں میں سر جھکا کر چپ چاپ دشمن کا انتظار کرو..... جیسے ہی وہ اندر داخل ہوں

جنرل دیال کم از کم جانی نقصان اٹھا کر فتح حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے 5 جون کی شام تک یہی حکمت عملی اپنائے رکھی اور 5 جون کی شام کو حالت یہ تھی کہ دربار صاحب کے اندر متعدد عمارتوں کو آگ لگ چکی تھی۔!!

اس کے ساتھ ہی دربار صاحب کے باہر موجود بازار اور عمارت کو آگ لگا دی گئی۔ اب ”دربار صاحب“ کی ساری عمارت آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ چکی تھی اور چاروں طرف آگ کا دریا بہہ رہا تھا۔

سکھ حریت پسندوں کے لئے کسی بھی عمارت کی آگ بجھانا ناممکن تھا کیونکہ دشمن نے پانی اور بجلی کی سپلائی معطل کر رکھی تھی۔ جبکہ دربار صاحب کی مختلف عمارت میں پھنسے ہزاروں بے گناہ سکھ عورتیں اور بچے پانی کے لئے بلک رہے تھے۔!!

جون کا مہینہ قیامت کی گرمی کا مہینہ تھا۔!!

پانی اور بجلی بند۔

چاروں طرف آتش و آہن کا سیلاب تھا ٹھیس مار رہا تھا۔

اس عالم میں عمارت میں محبوس بے گناہ بچوں بوڑھوں اور عورتوں پر کیا قیامت گزر رہی ہوگی اس کا اندازہ باسانی لگایا جاسکتا ہے۔

36 گھنٹے مسلسل گولہ باری کے بعد جنرل آدائیس دیال کے اپنا ہر اول دستہ حملے کے لئے روانہ کر دیا۔

یہ بھارتی فوج کے مایہ ناز ”ایف ایف ایف کمانڈوز“ تھے جن کا تعلق ”چکرا ۲۱“ کی 122 سٹیٹ مشنٹ ہے تھا۔

انہیں بطور خاص دربار صاحب پر حملے کی رہبر سل کروائی گئی تھی۔!!

اکال تخت کے بائیں کونے سے بھارتی کمانڈوز ہینڈ گرنیڈ پھینکتے ہاتھوں میں آٹو پٹک اسلحہ تھامے ”سچے ہند“ چلاتے حملہ آور ہوئے۔ حملے کا آغاز 5 جون کی صبح 8 بجے ہوا۔

کیم جون سے صبر و استقامت کے ٹپلے بیٹے سکھ حریت پسندوں کو ان کے کمانڈر انچیف نے پہلی مرتبہ فائرنگ کا حکم دیا تھا۔ قہر و غضب میں پھٹکتے سکھ حریت پسندوں نے منٹوں میں درجنوں کمانڈوز کا صناپ کر دیا۔

خالفستانی سکھ ذہن دوز مورچوں ”تھریلی جالیوں“ کی آڑ سے اوپر دیواروں میں سوراخوں کے پیچھے اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔!!

کچے بعد انگریز تین گروپس جنرل دیال نے اندر بھیجے۔

لگائے ”اکال تخت“ کے ایک قدرے محفوظ مورچے میں کھڑا ہوا تھا جس میں اپنی عادت کے مطابق ایک چھوٹی سی چھتری لئے بڑے صبر سے صورتحال کا جائزہ لے رہا تھا۔

جنرل شو بیگ نے ایسی پوزیشن کر رکھی تھی جس سے اسے کم از کم اپنے مورچوں کی صحیح صورت حال کا علم ہوتا رہتا تھا۔ اپنے ساتھ موجود سکھ حریت پسند کو جس کے ہاتھ میں ”واکی ٹاکی“ پکڑا ہوا تھا جنرل کبھی کبھی کسی مورچے کے لئے ہدایت جاری کر دیتا۔ جسے اس ”واکی ٹاکی“ کے ذریعے متعلقہ مورچے تک پہنچا دیا جاتا۔

جہاں یہ سلسلہ ناپید تھا وہاں سکھ حریت پسند اس قیامت کی گولہ باری میں بھاگ بھاگ کر جنرل شو بیگ کے احکامات پہنچاتے رہے۔

”مسلسل گولہ باری“ نے ”پرکراماں“ اور اس کے ارد گرد کی عمارات میں چھپے بے گناہ سکھ یاتریوں ہی کو خون میں نہلایا تھا بلکہ بھارتی سوراخوں کو اس قیامت خیز گولہ باری سے دواہم کامیابیاں بھی نصیب ہو گئیں۔

سکھ حریت پسندوں کے دواہم مورچے جو ”رام گڑھیا بنگلہ“ (دو میناروں) اور اونچائی پر بنے پانی کے ٹینکوں پر قائم کیے گئے تھے اور درجنوں ہی سے اب تک بھارتی فوج کو تھوڑا بہت جواب بھی مل رہا تھا بھارتی فوج نے تباہ کر دیے۔

ان سوراخوں کی مکالم ”بیر خالصہ“ اور ”سکھ سٹور“ ”فائر“ کے چھہرہ اکر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی بساط کے مطابق یہاں رکاوٹیں کھڑی کر رکھی تھیں لیکن 7 و 13 بج دھانے کے ”ہاؤز“ کے سامنے ان کی کیا حیثیت ہو سکتی تھی۔

معمولی سا جانی نقصان اٹھانے کے بعد بیر خالصہ اور فیڈریشن کے کچھ بانیاز جن میں زیادہ تعداد زخمیوں کی تھی مورچے خالی کر کے محفوظ پناہ گاہوں میں چلے آئے۔

اب تک شو بیگ سنگھ نے جوابی فائرنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔

بوڑھا برنیل اپنی گولیاں کسی اچھے وقت کے لئے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ پوری توانائی کے ساتھ جوابی حملہ کرنا چاہتا تھا۔

لیکن۔۔۔۔۔

ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

☆☆☆

دونوں مورچوں کی تباہی کے بعد بھارتی فوج نے سمجھ لیا کہ میدان ہار لیا ہے۔

لیکن.....

فوج کے بہترین حصے کا اس طرح صفایا کر دینے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا!! درجنوں کمانڈرز موقع پر مارے گئے اور درجنوں زخمی ہوئے.....!! پہلے ہی جنرل دیال کو اندازہ ہو گیا کہ کم از کم اس راستے سے حملہ ممکن نہیں۔

اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری سمت سے حملہ آور فوج کو آگے بڑھایا۔ یہ ملہ دربار صاحب کے مین گیٹ پر گھنٹہ گھر کی سمت سے "10 گارڈز" اور "بہادر جنت" کی دستیوں نے کیا.....!!

انہیں کمانڈرز سے بھی زیادہ تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

بھارتی فوج کو اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ دروازہ سے ملحقہ میز ہیوں اور "پرکراماں" کی گہرائی میں جنرل شو بیگ سنگھ نے پانچ مغلہ طور پر اس ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار کر رکھے تھے.....

ان مورچوں کی پوزیشن ایسی تھی مین گیٹ سے آنے والی چڑیا بھی ان کی زد سے محفوظ نہ رہتی.....

مقاتل ترین اندازے کے مطابق اس جگہ ستر اور اسی کے درمیان بھارتی فوجی مارے گئے۔ درجنوں زخمی ہوئے اور حملہ بری طرح پسپا کر دیا گیا۔

☆☆☆

اس مرتبہ جنرل دیال نے جہاں ایک طرف مین گیٹ پر حملہ کیا تھا۔ وہیں "سراٹ" گورورام داس" کی سمت سے 26 مدراس اور کناڑی رجمنٹ کے خصوصی تربیت یافتہ سولہ ماؤں کو بھی آگے بڑھایا۔ جن کے استقبال کے لئے "بیر خالہ" اور فیڈریشن نے پہلے ہی سے اس طرف سولہ چہ بندیاں کر رکھی تھیں۔

"میتاروں" (بنگا صاحب) کے مورچے تباہ ہونے کے بعد دونوں ایل ایم جی اب یہاں مورچہ بند خالصتاً انہوں کے پاس موجود تھیں۔ جنہوں نے اپنے دونوں مورچوں کی جانی کا قرضہ بھی لے لیا۔ چکا دیا اور اس حملے کا شاید ہی کوئی زخمی خوش نصیب ایسا ہوگا جو یہاں سے زندہ بچ کر باہر نکلا ہو.....

صبح 10 بجے تک صورتحال یہ تھی کہ 2 ہزار بے گناہ یا تری اور بھارتی فوجی اس حملے میں

مارے گئے تھے۔

مختلف بٹالین اور یونٹوں کی طرف سے مختلف اطراف سے حملوں نے بھارتی فوج کے لئے مشکلہ خیز صورتحال پیدا کر دی تھی۔ بہت سے بھارتی فوجی تو بھارتی فوج کی مختلف یونٹوں کے "کور فارز" ہی کی جھینٹ چڑھ گئے۔

قریباً تمام کمانڈروں نے اپنے جوانوں کو ہر "حرکت کرتے مار گیت" کونشانہ بنانے کا حکم دیا تھا اور کسی بھی طرف سے "ممولی" حرکت پر بھی بھارتی فوج فوراً فائرنگ کرنے لگتی تھی۔ بڑی مشکلہ خیز صورتحال تھی۔

خالصتاً یہ سکھ تو اپنے مورچوں میں محفوظ آسانی سے شکار کھیل رہے تھے جب کہ سامنے کھلے میدان میں بھارتی فوجی کھڑے ہوئے تھے۔

ان میں وہ بد قسمت زخمی بھی تھے جو گھسیٹے ہوئے باہر آنے کی کوشش کرتے اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ یوں بھی کھلے میدان میں موجود یہ فوجی جہاں سکھوں کے نشانے پر تھے وہاں اپنی فوج کی سکھوں پر ہونے والی فائرنگ سے بھی بچ نہیں سکتے تھے.....!!

☆☆☆

جب 9 ویں انفنٹری ڈویژن کے "ڈویژنل ریزرو" بھی کوئی کارنامہ انجام دینے سے قاصر رہے اور مکمل ناکام ہو گئے تو جنرل دیال اور "جنرل سنڈر جی" (جی اسی آف دیسٹریکٹ کمانڈ) نے 15 ویں انفنٹری ڈویژن کو آگے بڑھایا۔

پندرہویں انفنٹری ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈ بریگیڈ تیراے۔ کے۔ دیوان نے اس حملے کی قیادت خود کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ یہ معاملہ اپنے جوئیئر ز پر چھوڑ کر 9 ویں ڈویژن کی تاریخ نہیں دھرا نا چاہتا تھا۔

بریگیڈئیر دیوان کو بعد میں اس حملے میں "بہادری" دکھانے پر 2 اعلیٰ فوجی اعزازات سے نوازے ہوئے۔ مگر جنرل کے عہدے پر ترقی دی گئی۔

پانچ اور چھ جون کی درمیانی رات کو بریگیڈئیر دیوان کی کمانڈ میں 7 ویں بٹالین اور "گروال رجمنٹ" کے جوانوں نے "پرکراماں" پر حملہ کیا۔

بریگیڈئیر دیوان نے اس عزم کے ساتھ حملہ کیا تھا کہ وہ "اسوات" کی پرواہ کئے بغیر آخری کامیابی تک جنگ لڑے گا۔

اور

اس نے ایسا ہی کیا.....!!

پیدل فوج نے سب سے بڑا اور خوریز معرکہ یہاں لڑا۔ عین گھنٹے کی دست بدست لڑائی کے بعد جب ”پرکرمیاں“ پر کششوں کے پٹے لگ رہے تھے۔ بریگیڈ یردیوان بہر حال اس علاقے میں قدم بچا چکا تھا۔ اس کے جواتوں نے سکھوں کے پانچوں مورچوں پر فتح حاصل کر لی تھی۔ اس بات کا عظمیٰ تاثر نہیں بہت بعد میں ہوا کہ ان پانچ مورچوں میں ”فتح“ حاصل کرنے تک مارے جانے سکھوں کی تعداد پندرہ سے زیادہ تھی جبکہ بھارتی فوج کی کئی سینکڑوں میں پہنچ چکی تھی۔

بہر پھر تک بریگیڈ یردیوان اپنے کمانڈر کو ”پرکرمیاں“ فتح کرنے کی توجہ دے رہا تھا۔ اب سب سے اگلی مرحلہ تھا ”اکال تخت“ پر قابض ہونا.....

اس سرچہ 9 ویں اور 15 ڈویژن کی مشترکہ کوششوں کے بعد بھی ناکامی ہوئی اور ”اکال تخت“ پر قبضہ ممکن نہ ہو سکا۔

☆☆☆

6 جون کی دوپہر کو جنرل آر بی دیال اور جنرل سندری نے بھارتی وزیر اعظم کو ”سی او اے ایس“ پر ریڈیو کے ذریعے رابطہ کر کے درخواست کی کہ ”اکال تخت“ پر قبضہ کرنے کے لئے انہیں ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں دربار صاحب کے اندر لے جائیں۔ ان کی اجازت دی جائے کیونکہ اس کے علاوہ ”اکال تخت“ کی فتح کا اور کوئی محفوظ راستہ دکھائی نہیں دے رہا۔

”مجھے اور کبرودھ کی آگ میں پھینکی مسز اندر گاندھی نے یہاں پر کیا۔“

اس کا غصہ بے قابو ہوا چار با تھا کہ گزشتہ پانچ دن سے فوج امرتسر میں جک رہی تھی حالانکہ انہیں ہر ممکن سہولت اور کھل اختیار کے ساتھ وہاں بھیجا گیا تھا۔!!

مسز اندر گاندھی کو فوجی جرنیلوں نے یہ بھی یقین دلانی کر دئی تھی کہ وہ 24 گھنٹے کے اندر اندر دربار صاحب فتح کر لیں گے۔

اور.....

اب یہی بے وقوف جرنیل اس سے ٹینک دربار صاحب کے اندر لے جانے کی اجازت مانگ رہے تھے جبکہ دوسری طرف ساری دنیا میں اس نسلے کی خبر پھیل چکی تھی اور یورپ امریکہ اور کینیڈا میں بھارتی سفارت خانوں کے سامنے سکھوں نے احتجاج شروع کر دیا تھا۔

ساری دنیا کا مہذب پرکس بھارتی فوج کی اس ہمت پر سراپا احتجاج بن گیا تھا۔ مسز اندر

گاندھی کی خواہش تھی کہ اس سے پہلے کہ ملک کے اندر اپوزیشن اس کے خلاف کوئی طوفان کھڑا کر دے اور اسے لینے کے دینے پڑ جائیں۔

یہ خولی ڈرامہ ختم ہو جانا چاہیے.....!!

”جنرل اسے ختم کرو..... ختم کرو..... فوراً ہر قیمت پر۔ ڈیم اے“۔ اس نے غصے سے پھنکارتے ہوئے فون کریدل پر بچا تھا۔

☆☆☆

کشی مشن“ نے اس ٹینک کو کارہ کر دیا۔

یہ ٹینک ”پرکرمال“ میں بابا ادیب سنگھ کی سادھی کے سامنے پھنس گیا۔ اس کے چین نوٹ چکے تھے جس کی وجہ سے حرکت نہیں رہی تھی۔ بعد میں بھارتی فوج نے بڑی مشکل سے خصوصی کرین منگوا کر اس ٹینک کو باہر نکالا کیونکہ جس پوزیشن میں یہ ٹینک جاہ ہوا تھا اس کا باہر نکالنا ہی کاردار تھا۔ رات گئے تک صورت حال یہ تھی کہ اب 13 ٹینک ”اکال تخت“ کے بالکل سامنے پوزیشن لے چکے تھے۔ انہیں اکال تخت کی جگہ کا ”کارنامہ“ انجام دینا تھا۔

☆☆☆

ان ٹینکوں نے حکم ملتے ہی ”اکال تخت“ اور اس سے ملحقہ عمارتوں پر آگ برساتی شروع کر دی۔

اس گولہ باری کا نشانہ خاص طور پر ”پرکرمال“ کے ساتھ ساتھ کمروں میں پناہ لینے والے بے گناہ سکھ یا تری بنے۔ اس کے ساتھ ہی زہریلی گیس کے کنٹر ”اکال تخت“ پر پھینکے جانے لگے۔ اپنی دانست میں بھارتی فوج نے ان مورچوں میں چھپے سکھ حریت پسندوں کی موت کا ہر ممکن سامان پیدا کر دیا تھا۔

اسکے باوجود کہ ٹینکوں کی مسلسل گولہ باری نے ”اکال تخت“ کو ادھیر کر رکھا تھا اور بظاہر اس طرف سے مزاحمت کے تمام امکانات ختم ہوتے نظر آ رہے تھے۔ لیکن.....

بھارتی فوج کے پیدل سربازوں کو ابھی تک اکال تخت میں داخل ہونے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ رات سے صبح دیر گئے تک انہوں نے جب بھی اکال تخت پر حملہ کر کے قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ بچے کچھ خالصتائی سکھوں نے دلیرانہ جوابی حملے سے ان کا منہ پھیر کر رکھ دیا۔ بھارتی فوجیوں کے لئے جب ”دہشت گردوں“ پر قابو پانا ممکن نہ رہا تو انہوں نے اپنا غصہ بے گناہ اور نہایت یاتریوں پر اتارنا شروع کر دیا۔

زہریلی گیسوں سے ملبوس نبوی کے جیلے ان کمروں میں جا گھسے جہاں عورتوں بچوں اور بوڑھوں نے پناہ لے رکھی تھی اور انہوں نے ان ناکوں کے خون سے ہولی کھینچنا شروع کر دی..... گیس سے اگر کوئی بروقت بچ نکلتا اور کسی نہ کسی طرح کمرے سے باہر آنے میں کامیاب ہو جاتا تو بھارتی فوج اسے گولیوں سے بھون ڈالتی۔

درندگی اور ہمسیت کا یہ اعد ہناک مظاہرہ سکول بھارت کی بہادر افواج کی اخلاقی پستی کی انتہا

16 دیں کیوری کے جن ٹینکوں کو سب سے پہلے گورورام داس سرائے کی طرف سے دربار صاحب میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ان کو ایک بڑی قباحت یہ درپیش تھی کہ پہلے راستے کی رکاوٹوں کو صاف کیا جاتا۔

اس کے لیے پہلے بمباری کرتے اس سمت کا بڑا دروازہ توڑا گیا۔ اس کے بعد میز صیوں کا طویل ختم کیا گیا۔ اس درمیان شام ڈھلنے لگی تھی جب ٹینکوں کے لئے میدان صاف ہوا بھارتی فوج کو یقین تھا کہ اس ایڈ میں موجود مورچوں میں کوئی دشمنی ٹینک اسلحہ نہیں ہے۔ اس لئے شاید ”پرکرمال“ کی طرف سے ہی اندر داخل ہونے کی کوشش کی گئی تھی۔

بھارتی فوج کی طرف سے جو ”آرٹھ پرنسپل کیرئیر“ (APC) اندر داخل ہوا۔ وہ اکال تخت کے بائیں سمت کی طرف ہوا۔ اچانک ہی اس طرف سے راکٹ لائیو فائر ہوا اور اس کے پرزے اڑنے لگے۔

اس صورتحال کا اندازہ کرتے ہوئے اب جنرل دیال نے سخت عملی اختیار کی چونکہ سکھوں کے مورچے ”اکال تخت“ میں تھے جہاں سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ جنرل دیال نے جو ٹینک اندر بھیجے ان کی تعداد 13 تھی۔

ان ٹینکوں پر آنکھوں کی روشنی ختم کرنے والے خطرناک Lamp Xenon نصب تھے۔ جن کا رخ اوپر کی سمت سکھوں کے مورچوں کی طرف تھا جہاں سے بھارتی فوج پر فائر آ رہا تھا۔

آنکھوں کو اندھا کر دینے والے ان لمپوں سے دہرا فائدہ ہوا ایک تو اکال تخت پر مورچہ ان خالصتائی حریت پسندوں کے لئے اس طرف دیکھ کر نشانہ لگانا ممکن نہ رہا لمپوں کی تیر وشتیاں براہ راست ان پر پڑتی تھیں اور دوسری طرف ٹینکوں کے عقب میں اندر داخل ہونے والی بھارتی پیدل فوج کے لئے میدان صاف ہو گیا کہ وہ آسانی سے صورت حال کا جائزہ لے سکیں۔

جب ”خالصہ فوج“ کے لئے اور کچھ ممکن نہ رہا تو 16 سال کی عمر کی ایک سکھ نوجوان نے اپنے جسم سے بارود باندھ کر اکال تخت کی طرف حرکت کرتے ایک ٹینک پر چھلانگ لگا دی اور اس ”خود

تھی۔

انہوں نے انگریزی کی اس کہادت کو بچ ثابت کر دیا تھا کہ ”بزدل ظالم ہوتے ہیں“ صبح کا اجالا پھیل رہا تھا.....!!

بھارتی سو رماؤں نے اس درمیان زہریلی گیس کے سینکڑوں بم پھینک کر نیٹکوں کی گولہ باری مار ٹرڈ کی گولہ باری اور ایل ایم جی اور ایم جی کے اندھا دھند فائر کی مدد سے دربار صاحب کے قریب 3 ہزار حصے پر کھل کنٹرول حاصل کر لیا تھا.....

اپنے سینکڑوں فوجیوں کی ملی جڑھا کر اور اندھا دھند بمباری سے بھارتی فوج نے اکال تخت کو قریب زد کر دیا تھا لیکن 6 جون کی شام تک اکال تخت سے مزاحمت جاری رہی البتہ ”پرکرمیاں“ پر کھل سکوت طاری تھا.....!!

یہاں اب بھارتی سو رماؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی حریت پسند زندہ نہیں رہا تھا۔ بھارتی فوج نے اب ”پرکرمیاں“ کے مورچوں پر قبضہ کر لیا تھا جہاں دشمنوں سے سنبھلے ہوئے حریت پسندوں کو اذیتیں دے دے کر مارا گیا۔

دربار صاحب کے جو مورچے ”گورو داس سرائے“ اور ”گورو نانک نواس“ کی طرف تھے وہ چونکہ براہ راست دشمن کے حملے کی زد میں تھے اور ان کھلے میدان میں خالصتاً سکھوں کے لئے بھارتی فوج کی تباہ کن گولہ باری کا مقابلہ ممکن نہیں تھا.....!!

5 جون کو رات گئے تک یہ لوگ مقابلے پر ڈٹے رہے پھر 6 جون کی درمیانی رات کو نچے کھجے اور زخمی ساتھیوں کے ساتھ گورو نانک نواس کے عقب میں ایک تنگ راستے سے اتر ہونے میں کامیاب ہو گئے.....

جب بھارت کی ”فتح افواج“ یہاں پہنچیں اور کوئی زندہ یا زخمی حریت پسند ان کے ہاتھ نہ لگا تو ان کا غصہ آسمان کو چھونے لگا.....!

بھارتی فوجیوں نے ان ”سرائوں“ میں پناہ لینے والے قریباً چھ ہزار سکھ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مردوں کی زہریلی گیس اور گولیوں سے موت کی نیند سلا کر حریت پسندوں کا بدلہ چکا دیا۔

☆☆☆

اپنے منہ بہ منڈھیوں کو بھارتی فوج کے ہاتھوں مرتے دیکھ کر ان مسافر خانوں میں پناہ گزین سکھ یاتریوں سکھ یاتریوں نے فوج سے اپنی جانیں بچانے کے لئے دروازوں کو اندر سے کھدیاں لگانا شروع کر دیں۔

لیکن.....!

بھارتی سو رماؤں نے بند کمروں میں سینڈ گریڈ اور زہریلی گیس کے بم پھینک کر ان کو یا تو کمروں ہی میں مار ڈالا یا پھر کمروں سے باہر آنے پر مجبور کر دیا جہاں انہیں بے دردی سے مار دیا گیا۔

بھارتی فوجی اپنی درندگی کی ایسی ایسی مثالیں یہاں قائم کر رہے تھے جنہیں لکھتے ہوئے قلم بھی تھرا جاتا ہے۔ انٹرنیشنل ہیومن رائٹس کی رپورٹوں کے مطابق یہاں موجود سکھ نوجوان اور کم عمر لڑکیوں سے اجتماعی زنا کاری کی گئی۔

سکھوں کی نو عمر بچیاں جو اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے اپنے اپنے سکول کی نمائندگی کرنے یہاں آئی تھیں اور جن کی عمریں بمشکل 12 یا 14 سال تک تھیں کے ساتھ بھارتی فوجیوں نے اجتماعی آبروریزی کی اور انہیں اتنی اذیتیں پہنچائی گئیں کہ ان میں سے بہت سی بچیوں کی موت واقع ہو گئی.....

نوجوان لڑکیوں کو بھارتی فوجی کھینچتے ہوئے مذہبی مقامات کے قریب لے جاتے اور انہیں برہنہ کرنے کے بعد ان کی آبروریزی کی جاتی۔ ان میں سے بہت سی لڑکیوں کو نشانِ عبرت بنانے کے لئے زندہ چھوڑ دیا گیا جن کی کہانیاں آج تک عالمی ادارہ انصاف کی فائلوں میں رقم ہیں..... کئی لڑکیاں اس بے رحمانہ سلوک سے اپنا جی تو اڑن کھوٹ گئیں۔

جب بھارتی پولیس کی پہلی ٹیم دربار صاحب میں گئی تو اس نے یہاں بیشتر دیواروں سے خون اور گوشت کے لوتھڑے چھنے دیکھے۔ بھارتی فوج نے تو اس کی کوئی اور توجیہ پیش کی ہوگی۔ لیکن.....!

بھارتی پولیس میں یہ بات مستحکم شائع ہو چکی ہے کہ دراصل یہ وہ نومولود بچے تھے جنہیں بھارتی فوجیوں نے ان کی ماؤں کی آبروریزی کرنے سے پہلے ان کی گود سے چھینا اور انہیں زمین پر پھینک کر اپنے بوٹ پر اس طرح زور سے اچھالتے کے بچے گیند کی طرح دیوار سے ٹکراتے..... کئی بچوں کو ان وحشیوں نے ہاتھوں سے پکڑ کر اس زور سے دیوار پر مارا کہ ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں.....

یہاں جو گورکھا اور مرہٹہ فوجی داخل ہوئے انہوں نے سگریٹ سلگانے ہوئے تھے۔ وہ شراب کے نشے میں دھت تھے اور ہر غیر اخلاقی اور غیر انسانی حرکت کر رہے تھے۔ اتنا خون بہایا گیا کہ قدم اس میں دھستے تھے بعد میں کافی عرصہ تک بھارتی حکومت بے

ان کی چلنیوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کی ڈاڑھی مونچھیں کاٹنے کے بعد ہندو فوجیوں نے انہیں بے رحمی سے زد و کوب کیا۔ ان کی تعداد 20 تھی جن میں سے دو کی عمر 70 سال سے زائد تھی۔

یہ دونوں بوڑھے سیوا دار بھارتی فوجیوں کے اس بے رحمانہ تشدد کا زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکے اور بالا آخر اپنی جان کی بازی ہار گئے۔

”آپریشن بلیو سٹار“ کے دوران بھارتی فوج نے جتنے بھی انسانییت سوز جرائم کا ارتکاب کیا ان میں یہ دونوں جرائم ناقابل معافی تھے۔

ہیومن رائٹس کے بھارتی گروپوں نے اس سانحے پر جو رپورٹیں شائع کی ہیں ان میں دہریہ قتل کے بچوں اور ان بوڑھے خدمت گاروں کی ہلاکت پر بھارتی فوج کی طرف سے پیش کی گئی کسی بھی وضاحت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے اسے ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔

☆☆☆

آپریشن بلیو سٹار سے پہلے بھارتی حکام کی طرف سے گوردوارہ پر بندھک کشینی کو جن دہشت گردوں کی لسٹ فراہم کی گئی تھی ان کی تعداد 30 تھی۔

بھارتی حکومت کا کہنا تھا کہ ان 30 دہشت گردوں نے دربار صاحب میں پناہ لے رکھی ہے جنہیں بھارتی حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔

مقام حیرت ہے کہ ان 30 دہشت گردوں کی گرفتاری یا تباہی کے لئے بھارتی فوج نے جب دربار صاحب پر حملہ کیا تو 8 ہزار عورتیں بوڑھوں شیر خوار بچوں اور نو جوانوں کو بھی مار ڈالا۔

یوں تو حکومت کی طرف سے 45 دہشت گردوں کی لسٹ جاری کی گئی تھی لیکن ان میں 11 غیر ممالک میں قرار ہو چکے تھے۔ 4 وہ تھے جو اس سے پہلے ہی ”پولیس مقابلے“ میں مارے جا چکے تھے۔ اسی طرح محض 30 دہشت گردوں کو مارنے کے لئے بھارتی فوج نے 8 ہزار سکھوں کو مار ڈالا۔

سکھوں کا مذہبی تشخص بتاہ کرتے کے لئے دربار صاحب میں موجود ”سکھ ریسرچ اینڈ ریفرنس لائبریری“ کو بھارتی فوج نے نذر آتش کر دیا۔ جس میں سکھوں کا سارا مذہبی ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا تھا۔

اس تاریخی لائبریری کے نذر آتش ہونے سے جہاں سکھوں کا تاریخی مذہبی ریکارڈ جل کر راکھ ہوا وہاں ”گوردی گرتھ صاحب“ سکھوں کی مذہبی کتاب کے 700 نسخے بھی جل کر راکھ ہو گئے۔

یہ کارنامے تو دربار صاحب کی دوسری سمت واقع عمارات یعنی ”گوردی رام داس سرائے“

گناہوں کے خون کے نشانات مختلف کیمیکلز سے مٹائی رہی لیکن مکمل کامیابی سے کبھی اپنے جنگی جرائم کے نشان نہیں مٹا سکی۔

☆☆☆

یہاں بھارتی فوجیوں نے صرف قتل و غارت گری پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے سکھوں کی مذہبی اساس کو تباہ کرنے کے لئے ان کی مذہبی عمارات ”گوردی رام داس“ ”چھا سنگھ سمندری ہال“ کو آگ لگا دی اور یہاں پناہ گزین سینکڑوں بچے عورتیں اور مرد بھی اندر ہی لٹ کر خاک ہو گئے۔

جن عورتوں یا بچوں نے اپنی جان بچانے کے لئے غسل خانوں اور ٹائلٹس کا رخ۔ ان پر گریڈ اور زہر لگیں، کے کفتر پھینک دیئے۔

کئی عورتوں کی لاشیں بعد میں اس حالت میں ملیں کہ ان کی چھاتیان نگلی تھیں اور بچے دودھ پیتے ہوئے اپنی ماؤں سے موت کی منہ سو گئے تھے۔

☆☆☆

بھارتی فوج نے ”دہریہ قتل“ سے 8 سے 12 سال کے درمیان سو بچوں کو یہاں اکٹھا کر کے ان کے ہاتھ باندھ کر انہیں قطار میں کھڑا کر دیا۔ چونکہ ”دہریہ قتل“ سکھوں کا سب سے بڑا مذہبی مدرس ہے اور سنت جرنل سنگھ بھنڈرانوالہ بھی اسی ”قتل“ کے سربراہ تھے اس لئے ان بچوں کا گناہ بھارتی فوج کے لئے ناقابل معافی تھا۔

ان بچوں سے بھارتی فوجیوں نے پوچھا کہ اب بھی وہ خالصتان چاہتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں انہوں نے اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق ”نکل نکل نکل“ فریاد کیا۔

تہاں..... ست سری اکال“ بلند کیا۔

اس نعرے نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور بھارتی فوجیوں نے ان تمام بچوں کو پہلے۔ دونوں کے

سمت سے بے رحم شازدہ کو کوب کیا جس کے بعد ان میں سے بیشتر کو گولی مار دی گئی۔ ”بہادری“ کی ایسی مثالیں شاید دنیا کی ہر سمیت کی تاریخ میں اور کہیں نہ مل سکیں جس کا مظاہرہ بھارتی فوج کے سورما کر رہے تھے۔

”بہادر بھارتی افواج“ نے نگر کی خدمت پر مامور بابا کھڑک سنگھ کے سیوا داروں کو بھی جنہیں بخشا جن کا گناہ یہ تھا کہ وہ گزشتہ چندہ میں سال سے یہاں آنے والے ہر مذہب کے باشندے کو کھانے کی سہولت بہم پہنچا رہے تھے۔

گورڈناک فو اس اور سکھ ریسرچ اینڈ ریفورس لائبریری میں انجام پائے جہاں مزاحمت 6 جون کی صبح تک دم توڑ گئی تھی اور اس طرف مورچہ بند سکھ حریت پسند جن میں زیادہ تعداد میں "ہیر خالہ" کے سکھ شامل تھے جان بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

☆☆☆

اکال تخت پر بھارتی فوج 7 جون کی صبح تک قبضہ نہیں کر سکی۔ !!

بھارتی فوجیوں کو اب اپنے زہریلے بموں پر بھی اعتماد نہیں رہا تھا۔ انہوں نے 6 جون کی صبح اپنے ساتھیوں کا جو حشر "پر کرماں اور کال تخت" پر دیکھا تھا اس کے بعد وہ اکال تخت کے نزدیک اس وقت تک جانے کے لئے تیار نہیں تھے جب تک کہ انہیں یقین نہ ہو جاتا کہ یہاں ایک بھی زندہ سکھ موجود نہیں ہے۔ !!

7 جون کو اکال تخت مکمل سمار ہو چکا تھا۔ !!

اس طرف سے بھارتی سواروں کو جواب دینے والا اب کوئی سکھ زندہ نہیں بچا تھا۔ 7 جون کی دوپہر کو اپنے اعلیٰ افسران کے حکم پر "آخر بھارتی فوجی اکال تخت کی بڑھے اور ارجب انہوں نے یہاں کا منظر دیکھا تو ضرور اپنے گریباؤں میں منڈال لیا ہوگا۔

یہاں 40 سکھوں کی لاشیں پڑی تھیں۔

ان میں ست جرنیل سکھ ہیڈ رٹوانا، جرنل شیک سنگھ اور برائی امریک سنگھ بھی شامل تھے۔ !!

بھارتیوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان 40 سکھوں نے ان کی فوج کا یہ حشر کیا ہوگا اور انہیں اتنی زیادہ ذلت اٹھانے کے بعد کامیابی حاصل ہوئی ہوگی۔

یہاں موجود تین لاشوں کے علاوہ باقی تمام لاشوں کو بھارتی فوج نے ایک میدان میں رکھ کر نذر آتش کیا۔

ست جرنیل سکھ، جرنل شیک سنگھ اور بھائی امریک سنگھ کی لاشیں ان کے درتاء کو اس حکم کے ساتھ سوپنی گئیں کہ چپ چاپ ان کا "اتم سنگھ" کر دیا جائے۔

اس امر یا میں مرنے والے ہندو فوجیوں کی تعداد 2 ہزار تھی۔ جن میں سے بیشتر فوجی وہ تھے جو 5 اور 6 جون کی درمیانی رات کو اندھیرے میں اپنے ہی ساتھیوں کو گولیوں کا نشانہ بنے۔

دنیا کی کوئی بھی بہادر فوج ہوتی تو ان 40 حریت پسندوں کو سیلوٹ کرتی۔

لیکن۔۔۔

بھارتی سواروں کو ان کے ساتھیوں کی موت نے پاگل کر دیا تھا۔ انہوں نے جوش انتقام میں اندھے ہو کر جہاں 8 ہزار سکھ پاتریوں کو دربار صاحب کے اندر مار ڈالا وہاں ایک اور کارنامہ بھی انجام دیا اور شراب کے نشے میں دھت، آتش انتقام میں جلتے فوجی امرتسر میں پھیل گئے۔

ہردہ سکھ نوجوان جس نے کالی نیلی اور پیل پکڑی پٹن رکھی تھی ان کا نشانہ بن گیا۔ 8 جون کی صبح تک امرتسر اور اس کے گرد و نواح میں بھارتی فوج کے ہاتھوں 12 ہزار سکھ مارے جا چکے تھے۔ ان میں وہ 8 ہزار شامل نہیں ہیں جنہیں بھارتی فوج نے دربار صاحب کے اندر مار ڈالا تھا۔

بھارتی فوج کے ٹرکوں، ٹرالوں میں ان لاشوں کو لا کر نامعلوم جگہ لے جایا جاتا جہاں ان پر کیروسین آگن، ٹریل اور پٹرول چھڑک کر انہیں نذر آتش کر دیا جاتا۔ کسی بھی مرنے والے کے لواحقین کو اس کی مذہبی رسومات ادا کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔

کوئی ریکارڈ نہیں رکھا گیا۔ !!

کسی کو اپنے مرنے والے پیارے کا آخری دیدار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

☆☆☆

سکھ بچوں اور بڑوں کا قتل عام شروع کر دیا.....!!

نوجوان لڑکیوں کے ساتھ اجتماعی درندگی کا مظاہرہ ان کے لواحقین کے سامنے ہونے لگا.....
اگر کسی نے غیرت کا مظاہرہ کیا تو بھارتی فوجیوں نے اسے موقع پر اس غیرت کی سزا دے ڈالی اور
اؤتیس دے دے کر موت کی گھری نیند سلا دیا۔

☆☆☆

اس گوردوارے کے مختلف حصوں سے ہندو فوجیوں نے 13 سکھ نوجوانوں کو جنہوں نے پہلے
رنگ کی چٹیاں پہن رکھی تھیں ایک طرف کھڑے کر کے ان کی پٹریوں کے ساتھ ان کے ہاتھ اور
پاؤں باندھ کر ان کے بال کھول کر ان کے سطوم پر بل دے کر کس دے دے اس کے بعد انہیں پریٹ کے
بل زمین پر گرا دیا گیا.....!!

اب ایک ایک نوجوان کی گردن پر جس کا منہ فرش سے لگا تھا۔ بھارتی فوجیوں نے اپنے بوٹ
جمادے وہ ہر ایک سکھ سے کہتے۔

”اگر تمہیں خالصتان چاہئے تو وہاں بھیج دیں؟“

پہلے تو بے بس اور بندھے ہوئے سکھوں نے خاموشی اختیار کی۔ جب ہندو فوجیوں نے
انہیں گالیاں دینی شروع کیں تو ان میں سے ایک نوجوان نے اپنا جنگی نعرہ
”بوے سونہال ست سری کال۔“ بلند کیا۔

اس کی تقلید ہاتی نوجوانوں نے کی اور ہندو فوجیوں کی آتش انتقام بجڑ کئے لگی۔

انہوں نے اس حالت میں لیے سکھ نوجوانوں پر گولیوں کا مینہ برسا دیا اور ان کے خون سے
ہولی کھیلنے لگے۔

یہ کہانی شاہد مہذب دنیا کے علم میں کبھی نہ آتی۔

لیکن.....!

مارنے والے سے بچانے والا بہر حال زیادہ طاقتور اور ہا اختیار ہے.....

13 سال کا ایک سکھ نوجوان ہیر سنگھ جو گوردوارے کے ایک باریک کونے میں چھپا ہوا تھا۔
سارا خونی منظر دیکھتا رہا۔ جب بھارتی فوجی اپنا کام مکمل کر کے چلے گئے تو وہ کسی نہ کسی طرح اپنے
گھر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ کہانی ہیر سنگھ کے ذریعے یو سن رائٹس کمیشن کے علم میں آئی۔

☆☆☆

آپریشن بلیو سٹار صرف دربار صاحب تک محدود نہیں تھا.....!!

دربار صاحب کے علاوہ بہت سے دوسرے گوردواروں کو بھی نشانہ بنایا گیا جن میں ایک بڑا
”نچی گوردوارہ پنیا لہ کا“ گوردوارہ دکھنوارن تھا.....!!

اس گوردوارے کو بھارتی فوج نے تین جون کی رات کو گھیرے میں لے لیا..... کیونکہ 3 جون
کو بھار سکھ ماتری اپنے گوردوارہ جن دیو کی برسی منانے کے لئے جمع ہو چکے تھے۔
جون کی بلا کی گرنی میں سکھ یاتریوں کی زیادہ تعداد گوردوارے کے کھلے گھن میں تھی یا پھر اس
کے مقدس تالاب میں نہ۔ یہی تھی کہ اس کا ان پر آتش دہن کی بارش ہونے لگی۔
اس بات کا علم تو انہیں تھا کہ پنجاب کو فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے اور اب کسی بھی لیے فوج
دربار صاحب میں داخل ہو کر وہاں موجود حریت پسندوں کو مار ڈالے گی۔

لیکن.....

یہ تو کسی کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ بھارتی فوج کی درندگی کا مظاہرہ دوسرے بہت سے
گوردواروں میں بھی کرے گی۔

2 جون کی سزا ندر گاندھی کی تقریر نے پنیا لہ کے عوام کو جہاں انگریزوں کا خاص اثر و رسوخ تھا
اس بات کا یقین دلادیا تھا کہ ان کی بھارت ماتا کی فوج ان کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہیں اٹھائے
گی۔

لیکن.....

انہوں کی جنت میں رہنے والے سکھ 37 سال تک براہمن کی آمریت کا مزہ چکے کے بعد بھی
اس سے متعلق غلط فہمی کا شکار تھے.....

جب اچانک ان پر ایل ایم جی ایم جی اور ایل ایل آر کا فائر گرا تو انہوں نے بھاگ کر
گوردوارے ہی میں پناہ گاہ ڈھونڈنا چاہی..... اس درمیان کھلے میدان اور تالاب میں نہانے والے
اپنے ہی خون میں نہا گئے۔

4 جون کی صبح بھارتی فوج گوردوارے میں داخل ہوئی اور اس نے یہاں مختلف کونوں میں چھپے

ان تینوں کو بھارتی فوجیوں نے بے بس ہاتھوں کی طرح گولیاں مار کر ہلاک کر دیا اور ان کا خون اب ”پرکریاں“ سے پانی کے تالاب (سردو) میں گرنے لگا۔

”پانی ضرور ملے گا..... لیکن اس کے لئے خالصتان کی میر کرنی پڑے گی“

مرہٹہ خوالدار نے جو شراب کے نشے میں دھست تھا اپنی بدوق کو دوبارہ کندھے پر لٹکاتے ہوئے زمین بوس سکھوں کو کھوکھو کریں مارتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دیوانہ وار تھپتھپ بلند کرتے لگے۔

11 بجے دن سے 6 بجے شام تک وہ ایسے ہی چیلے بھانوں سے قہنائیوں کی طرح سکھوں کو تڑپا تڑپا کر مارتے رہے۔

اس درمیان زمین بوس سکھ اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکے تھے۔ اب فوجی انہیں مردہ جانوروں کی طرح ٹانگ سے گھسیٹتے ہوئے ٹرالر تک لاتے اور اس میں پھینک دیتے۔

آج تک اس بات کا علم نہیں کہ ”مکسٹر“ گوردوارہ کے یہ سکھ کہاں ہیں؟

اس ضمن میں دو منظرو ضات قائم کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک یقیناً صحیح ہوگا کیونکہ تیسرا کوئی نظریہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔

یا تو انہیں نیم مردہ حالت میں زندہ ہندوستان کر دیا گیا ہے؟

یا آج تک وہ کسی گمنام تنہا خانے میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہیں؟

کیونکہ اس کے بعد ان کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آیا اور ان کے لواحقین کی طرف سے ملک کی تمام عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے کے بعد بھی ان بدقسمتوں کی شنوائی نہیں ہو سکی۔

بابا سنت ہر بھس سنگھ جو دہلی کے گوردوارے کا سنت تھا یہاں صرف ”کارمیو“ کے لئے اپنے ”ہیرو کاروں“ کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ واضح ہدایات کے باوجود فوجیوں نے اس کے ہیرو کاروں کو بری طرح زد و کوب کیا اور پیشتر کی ڈاڑھیوں کو مایوس کی تیلیوں سے جلاتے رہے.....!!

ایک ماہ تک مکسٹر شہر اور گوردوارہ فوج کے گھیرے میں رہا اور یہاں کریمو کا عالم طاری رہتا تھا۔ اس درمیان بھارتی فوجیوں نے کسی بچے عورت بوڑھے پر رحم نہیں کھایا۔

وہ دروازہ اپنے خنکار پر نکلتے اور زخموں سے چوربے ہوش اور مردہ سکھوں کو ایک ہی ٹرالر یا ٹرالی میں لا کر شہر سے باہر کسی نامعلوم مقام پر لے جاتے اور ان زخمی اور مردہ سکھوں کو ایک ہی جگہ پھینک کر ان پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دیتے.....!!

ایک ماہ تک بھارتی فوجی اپنے جرائم کے نشانات مٹاتے رہے اور جب انہوں نے

”مکسٹر“ بھارتی پنجاب کے ضلع فیروز پور کی ایک تحصیل ہے اور یہاں سکھوں کا ایک تاریخی گوردوارہ موجود ہے۔ 1704ء میں مغل فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے جانے والے سکھوں سے منسوب ہے۔

3 جون کو مکسٹر شہر کو ایک آڈلری ڈیرشن نے گھیرے میں لے لیا۔ 3 جون کی شام کو گوردوارے پر بمباری کا آغاز ہوا اور یہاں بھی وہی خونخواری ڈرامہ کھیلا گیا جس کے بعد 4 جون کی صبح بھارتی آفیسری گوردوارے میں داخل ہوئی۔

انہوں نے بچے کھجے اور کونوں کھدروں میں چھپے سکھوں میں سے گوردوارے کے گرتھی اور اس کے نوجوان ساتھیوں کو باہر نکالا اور ان کے کپڑے اتار کر ان کی پٹریوں سے ان کے ہاتھ پاؤں باغداد۔

4 جون دوپہر 12 بجے جب یہاں درجہ حرارت 47 ڈگری سنٹی گریڈ تک تھا اور سنگ مرمر کے فرش پر ایک منٹ کے لئے بیٹھے بائیں کھڑے ہونا ناممکن تھا۔ بھارتی فوجیوں نے انہیں منہ کے بل زمین پر لٹا کر ان کی کمر پر کھڑے ہونا نہیں لیا دینا شروع کیا۔

ان گرتھیوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی منہ سے حرکت نہ کریں۔

جب بھی جلتے سنگ مرمر کی تپش سے بیقرار ہو کر کوئی مطلوب معمولی سی جھنجھٹ کرنا بھارتی فوجی اسے بٹوں سے مارنا شروع کر دیتے.....!!

انہوں نے ان بے گناہوں کو اسی طرح دھوپ میں سنگ مرمر کے فرش پر بیٹھے لٹائے دکھا اور گوردوارے کے لنگر خانے میں سور کا گوشت پکانے لگے۔ یہ کھانا انہوں نے پھر ان کے سامنے کھانا شروع کیا.....!!

یاد رہے کہ سکھ اپنے گوردوارے میں سگریٹ اور گوشت لے جانا حرام خیال کرتے ہیں۔ کسی بدقسمت سکھ نے ان کے اس اقدام پر ہلکا سا احتجاج کیا تو بھارتی فوجیوں نے اسے گولی مار دی۔

سہ پہر 3 بجے دھوپ کی تپش سے سگلتے اور پیاس سے مانی بے آب کی طرح تڑپتے ان سکھوں کو حکم ملا کہ وہ اس طرح پیٹ کے بل ریگتے ہوئے تالاب کے کنارے تک جائیں اور دھوپ کی تپش سے کھولتا ہوا پانی زبان سے چائیں.....!!

پراس سے بے حال تین چار نوجوان جب دیوانہ وار اس طرح ٹھیسٹے ہوئے تالاب کے کنارے تک پہنچے اور انہوں نے اپنی زبانیں کھولتے پانی سے لگائیں تو تڑپ کر پیچھے ہٹ گئے.....

لیکن.....

گوردوارے سے خون کے تمام دھبے صاف کر دینے اور اس کی دوبارہ مرمت ہو گئی اس کے بعد عام سکھوں کی تلاش لینے کے بعد یہاں عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔

☆☆☆

انسانیت کو شرمادینے والے ان بھیا تک جرائم کا ارتکاب بھارتی فوج نے صرف اپنی "تلفین طبع" کے لئے نہیں کیا تھا..... بلکہ انہیں خاص طور پر یہ ہدایات دی گئی تھیں۔ جن پر انہوں نے اپنی حکومت کی توقعات پر پورا اترتے ہوئے کسی بھی ملک کے وفادار فوجیوں کی طرح عمل کیا.....

ایسی ہی کہانیاں پنجاب کے ہر قابل ذکر گوردوارے میں دھرائی گئیں.....!!
سوائے ان "اکالی دل" کے سرکردہ راہنماؤں کے جن کو حکومت کسی اچھے وقت کے لئے بچا کر رکھنا چاہتی تھی اور کسی سزا کو معاف نہیں کیا گیا.....!!

1947ء ہندو کی سازش کا شکار ہو کر سکھوں نے مسلمانوں کے خلاف جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ بھیا تک سرائے ان کے آقاؤں کی طرف سے 1984ء میں مل گئی.....

لیکن.....

ابھی مکانات عمل کا سلسلہ نہیں ہوا تھا.....!!
اس کے بعد پھر مسز اندرا گاندھی کے قتل..... اس طرح سکھوں کے خون سے سرکاری سرپرستی میں ہوئی کھیلی گئی وہ انسانیت کی تاریخ کا ناقابل فراموش اور المناک باب ہے۔

☆☆☆

مرکزی حکومت کی طرف سے پی ایس پی (پنجاب آرمرڈ پولیس) پی ایس ایف (پارڈر سکیورٹی فورسز) اور سی آر پی ایف (سنٹرل ریزرو پولیس فورس) کو واضح احکامات جاری ہوئے تھے کہ جیسے ہی آپریشن بلیو سٹار پر عمل درآمد شروع ہو وہ دیہاتوں میں گھس جائیں اور زیادہ تعداد میں فوجیوں سکھوں خصوصاً طلباء کو گرفتار کر کے اپنی حراست میں لے لیں تاکہ یہ لوگ اس کی طرف نہ جا سکیں اور نہ ہی انہیں دربار صاحب پہنچنے کا موقع ملے.....

اس حکم پر 27 مئی 1984ء سے بھارتی پیرالمٹری فورسز نے عمل کرنا شروع کر دیا تھا انہوں نے اس دوران ہزاروں سکھ فوجیوں کو گروپوں کو شکل میں گرفتار کر کے جیلوں میں بند کرنا شروع کر دیا جنہیں پھر 1985ء کے آخر میں جیلوں سے رہائی نصیب ہوئی تھی۔

ان میں سینکڑوں وہ بد قسمت بھی ہیں جو آج تک اپنے گھروں کو واپس نہیں لوٹے اور ان کی ماؤں کی آنکھیں اپنے جگر گوشوں کے انتظار میں پھرا جکی ہیں۔

27 مئی کے بعد سے آپریشن بلیو سٹار کے آغاز تک 50 ہزار کے لگ بھگ سکھ فوجیوں کو پنجاب اور ہریانہ کے مختلف علاقوں سے گرفتار کر کے غائب کر دیا گیا.....!! ان میں سے بے شمار ایسے تھے جو پھر کبھی لوٹ کر واپس نہ آئے۔

یہ سلسلہ آج تک جاری ہے.....!!

آج بھی پنجاب میں پولیس یا فوج کے لئے کسی بھی شخص کو معمولی شک کی بنا پر انوار کر لیا، تشدد کرنا یا جان سے مار ڈالنا کوئی اچھے کی بات نہیں سمجھی جاتی۔

☆☆☆

"سنڈے آئزورز" کی امرتا ابراہام وہ پہلی خاتون صحافی تھیں جس نے اس سانحے کے بعد اگست کے اوائل میں جب فوج نے اپنے جرائم کے نشانات تقریباً مٹا دیئے تھے پنجاب کا پانچ روزہ خفیہ دورہ بھیجیں بدل کر کیا تھا۔

15 اگست 1984ء کے سنڈے آئزورز میں اس نے لکھا:

پنجاب کے دیہات کا سرچ فوج نے انوار کر لیا۔ ان سرچوں کو خصوصی ٹیموں کے سامنے پیش کیا گیا اور ان سے سختی سے پوچھ گچھ کی گئی کہ ان کے علاقے میں کون کون سے نوجوان مشتبہ ہیں؟ سرچوں نے اپنی جان بچانے کے لئے جہاں نہ چاہتے ہوئے نوجوانوں کے نام نکھوائے وہاں اپنی ذاتی دشمنیوں کا بدلہ بھی اس چکر میں چکا دیا اور کئی بے گناہوں کو مار چڑیلوں کی سرکردگی۔

فوج اور پولیس کے دستے فوجیوں کو ان کے گھروں سے گرفتار کر کے کچی سڑک پر لے آتے جہاں ان کے کپڑے اتروا کر انہیں تپتی سڑکوں پر ان کے ہاتھوں میں پھنکڑیاں ڈال کر لٹا دیا جاتا ہے۔ انہیں ننگے پاؤں دھوپ میں جلتی سڑکوں پر بھاگنے پر مجبور کیا جاتا جس کے بعد مار چڑیلوں میں پہنچا دیا جاتا جہاں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا گیا.....!!

ان میں سینکڑوں وہ نوجوان تھے جو انتہائی کم عمری میں بھارتی فوجیوں کے غشی تشدد کی بھیشت جڑھ گئے اور انہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے.....!!

اس ہیجان اور انسانیت سوز جرم کا سب سے زیادہ قابل نفرت اور اذیتناک پہلو یہ تھا کہ مرنے والوں کے لواحقین کو ان کے پیاروں کی موت سے بے خبر رکھا جاتا تھا۔

پنجاب میں مارشل لا کا دور دورہ تھا۔ ان لواحقین کے لئے کوئی ایسا راستہ نہیں تھا کہ وہ کم از کم اپنے پیاروں کی موت کی تصدیق ہی کر سکتے۔ بہ سبب کچھ شاید اس لئے کیا جا رہا تھا کہ ان جرائم کا

کوئی ثبوت باقی نہ رہے اور بھارتی فوج کے گناہوں کی پردہ پوشی کی جاسکے۔

لیکن.....!

آج کی مہذب دنیا میں یہ ممکن نہیں رہا کہ دنیا کی کسی فوج کے جرائم ہمیشہ سکھ لئے چھپے رہیں.....!

عظیم کی ہر وہ روایت جو انسانی تاریخ کے کسی دور میں موجود رہی ہوگی زندہ کی گئی۔

زنجیر انسانوں کی آگ میں جلایا گیا.....!!

عورتوں اور کم عمر فوجیوں کو جنسی تشدد کر کے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

ایک ماؤ تک پنجاب ”رومن اکھاڑہ“ بنا رہا!

درندگی اور بدمیت کا نشانہ بننا جاری رہا!

لیکن.....!

عالمی پریس ”نیشنل ریویو“ ہیومن رائٹس یا کسی بھی غیر ملکی وفد کو پنجاب میں داخلے کی اجازت اس وقت تک نہیں ملے گی جب تک کہ وہاں سے بھارتی فوج نے اپنے جرائم کے تمام نشانات مٹائیں ڈالے.....

اب کہانیاں ہاتی رہ گئی تھیں.....!

کہانیاں جنہیں بھارتی حکومت نے جھٹلانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن جواتی ہی گئی ہیں جنہیں بھارتی حکمرانوں کی درندگی.....!!

6 جون 1984ء کو طاقت اور اقتدار کے نشے میں دھنس کر بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے دربار صاحب میں فوج داخل کر کے شاید اپنی دانست میں ”سکھ سٹلے“ کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔

لیکن.....!

اس کی توقعات کے برعکس اس کا نتیجہ بڑا بھیانک نکلا کہ صرف مسز اندرا گاندھی بلکہ اس آپریشن کے قریباً ہر محرک کردار کر سیکھوں بنے مار ڈالا.....

چھپ کر نہیں.....

اعلان کر کے مار ڈالا۔

اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے.....

پنجاب کے سکھ اور بھارتی حکمرانوں کے درمیان ایک کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ جاری ہے۔

اور یہ جنگ بڑی تیزی سے اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہے کبھی اس کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے کبھی اس کی حدت کم پڑنے لگتی ہے.....!

آپریشن بلیو سٹار انسانیت کے منہ پر ایسا بھرپور طمانچہ ہے جس کی مثال نہ گزشتہ ادوار میں نظر آتی ہے اور نہ آنے والی صدیوں میں شاید کوئی انسان نما بھیڑ یا وحشت اور درندگی کی روایت کو دہرانے کی جرأت کر سکے گا۔

☆☆☆

29 ستمبر 1981ء کو دل خالفہ کے صدر سردار گجدر سنگھ نے جو پنجابی کے سکالر اور شاعر بھی ہیں اور اپنی انقلابی جدوجہد کے حوالے سے ایک خاص مقام کے حامل رہے ہیں سکھوں پر ہونے والے عالم کی داستان دنیا کے سامنے لانے کے لئے اپنے چار ساتھیوں کی مدد سے بھارتی انٹرنیشنل کا ایک جہاز اٹوا کیا اور اسے لاہور کے ہوائی اڈے پر اتارنے پر مجبور کر دیا۔

یہ لحاظ سے دنیا کا انوکھا گواہ تھا کہ جہاز کے انخوا کے لئے کوئی باقاعدہ اسلئے استعمال نہیں کیا گیا۔ سکھوں نے صرف کہ پانوں کی مدد سے جہاز کو انخوا کیا اس میں سوار مسافروں کو ایک لمحے کے لئے بھی اس بات کا احساس نہ ہونے دیا کہ انکا پالا دہشت گردوں یا انخوا کاروں سے پڑا ہے۔ ان کے ساتھ ”مثالی برتاؤ“ کیا اور لاہور کے ہوائی اڈے پر جہاز اتارنے کے بعد خود کا حکام کے حوالے کر دیا۔ انہیں بعد میں عمر قید کی سزا ہوئی مگر عید ملل ہونے کے بعد وہ رہا ہو کر پاکستان سے جا چکے ہیں لیکن ابھی تک آزاد خالصتان کے لئے ان کی جدوجہد جاری ہے۔

سردار گجدر سنگھ اور ان کے ساتھیوں پر مقدمہ چلا اور سردار گجدر سنگھ کو مرقہ کی سزا ہوئی۔ انہوں نے لاہور کی خصوصی عدالت میں جو بیان دیکر دیا وہ تاریخی اسات کا حامل ہے اور آپریشن بلیو شاد کو سمجھنے میں بے حد مددگار ہے۔ سردار گجدر سنگھ کا بیان پیش خدمت ہے۔

آج جب کہ میں ساڑھے تین سال سے زیادہ عرصہ جیل کی اوپننگی داروں اور لوہے کی سلاخوں اور الگ الگ نمبر کے تالوں کے جتنے قید رہنے کے بعد اس عدالت کے کمرے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا ہوں تو کئی نظریں مجھ پر جمی ہیں کسی کے لئے میں مجرم ہوں کسی کے لئے میں ہیرو کسی کے لئے غدار ہوں کسی کے لئے قوم پرست کسی کے لئے اجماع پسند اور کسی کے لئے حریت پسند ہوں۔ آخر میں کیا ہوں؟ شاید اسی بات کا فیصلہ اس معزز عدالت نے کرنا ہے۔

میرے عدالت کے کمرے تک پہنچنے سے پہلے ایک لمبی کہانی ہے۔ میری قوم کی بد نصیبی کی کہانی۔ میری قوم کے نا اعلیٰ کم عقل اور غدار لیڈروں کی کہانی ہندوؤں کی طرف سے کئے گئے وشواش گھات (دھوکے) کی کہانی۔ میری قوم پر ہوئے ظلم و تشدد کی کہانی اور میری قوم کے بچے ہوئے پوٹر خون کی کہانی۔

ایک دو وقت بھی تھا جب ہم بھی دنیا کی آزاد قوموں میں سر اٹھا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اس برصغیر پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کے ساتھ ہی ہماری آزادی کا سورج بھی غروب ہو گیا پھر اس برصغیر کی باقی قوموں کے ساتھ ہم نے بھی مل کر جنگ آزادی میں حصہ لیا اور اپنے آبادی کی نسبت کہیں زیادہ قربانیاں دیں۔

1947ء سے پہلے جب کبھی برصغیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے انگریز سرکار نے کوئی بات کی تو ہندو مسلمان اور سکھوں کے نمائندوں کو طلب کیا جاتا تھا۔ ان اقوام کو برصغیر کے مالک جانتے ہوئے ہی تمام فیصلے ہوتے رہے۔ ہندوؤں کی نمائندگی دھرم نر پکھیا (سیکولرزم) کی آڑ میں کانگریس کر رہی تھی۔ جو برصغیر کی سب سے بڑی جماعت اور اس کے تمام معاملات کا خود کو ٹھیکیدار کہلانے کی دعویدار تھی۔

مسلمانوں کی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی۔ جس کے لیڈر مسلمانوں کے لئے علیحدہ ”ہوم لینڈ“ کا مطالبہ کر کے اسی سمت پیش رفت کر رہے تھے۔ سکھوں کی نمائندگی اکالی دل کر رہی تھی جس کے لیڈر سیاسی بصیرت سے عاری اور سکھ قوم کی خواہشات کے بالکل برعکس آپس کی خفقشار کا شکار ہو چکے تھے۔

14 اگست 1947ء آن پینا۔ مسلم لیگ نے قائد اعظم کی لیڈر شپ میں برصغیر میں علیحدہ مملکت پاکستان حاصل کر لی اور کانگریس نے برصغیر کے باقی حصے پر دھرم نر پکھیا کی آڑ میں قابض ہو کر اسے ہندوستان کا نام دیا اور اس پر ہندو کی بالا دستی قائم کر دی۔ اکالی دل جو سکھوں کی نمائندگی کر رہی تھی کے ہاتھ کانگریس کے جھوٹے وعدوں اور وشواش گھات (دھوکے) کے سوا اور کچھ نہ آیا۔ کانگریس کی ہندو لیڈر شپ کی طرف سے اکالی دل کے ساتھ کئے گئے وعدے اور دیئے گئے دھوکے کیا تھے آئیے اس پر ایک نظر ڈالیں۔

☆☆☆

26/27 دسمبر 1929ء لاہور کانگریس مشن نے ایک قرارداد پاس کی جس کی رو سے سکھوں سے وعدہ کیا گیا کہ ہندوستان کی آزادی کے فوراً بعد سکھوں کے حقوق کی مکمل رکھوالی کی جائے گی اور آزاد ہندوستان میں کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو سکھوں کو نا منظور ہو۔ کانگریس کے مختلف لیڈر 1947ء تک بار بار اس وعدے پر عمل کرنے کی یقین دہانی اپنے بیانات کے ذریعے کرواتے رہے۔

6 جولائی 1946ء کو پنڈت نہرو نے سکھوں کے ساتھ کئے گئے وعدوں کا اعلان کرتے ہوئے

کہا:

”پنجاب کے سکھ خصوصی سلوک (ہندوئی) کے مستحق ہیں۔ مجھے اس بات میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوئی اگر ہندوستان کے شمال مغرب (اتر چھتم) میں ایک ایسا آزاد خطہ سکھوں کو دے دیا جائے جہاں وہ اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔“

یہ تھے وعدے اور دعوے جن پر یقین کرتے ہوئے سکھوں کے لیڈروں نے اپنی قوم کا مسئلہ ہندو کے ہاتھ میں دے دیا اور یوں 15 اگست 1947 کے بعد میری بد قسمت قوم کی غلامی کا ادور شروع ہو گیا۔

جب میرا اپنی قوم کے لیڈروں کی کم عقلی اور نااہلی کا رونا روتا ہوں تو اس کے نہیں پر وہ کچھ محرکات ہیں جن میں سے ایک دو کا بیان ضروری ہے۔ یہ ذکر ایک ملاقات کا ہے۔ جو کچھ اس طرح ہے۔ خیالہ ریاست کے سابق پردھان منتری ہری دت سنگھ کی طرف سے قائد اعظم محمد علی جناح اور سکھ لیڈروں کے درمیان ہوئی ایک ملاقات کا ذکر جس میں وہ خود بھی شامل تھے۔ اپنے ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا ہے۔ یہ ملاقات کا ذکر جس میں وہ خود بھی شامل تھے۔ اپنے ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا ہے۔ یہ ملاقات سر تھیا سنگھ کی کوٹھی 4 بھگوان اس روڈ دہلی میں ہوئی۔ مسلم لیگ کے سربراہ قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ اس ملاقات کا احوال کے سربراہ ماسٹر تارا سنگھ جی گیلیانی کرتا رہے تھے جی منہا راجہ خیالہ اور ان کے پردھان منتری ہری دت سنگھ شامل تھے۔

سکھ عوام 1947ء سے پہلے ہی اپنے لیڈروں سے اپنے مسائل کی دوسری پارٹیوں سے ضمانت حاصل کرنے کی توقع کر رہے تھے۔ ہری دت سنگھ بتاتے ہیں کہ اس وقت میں قائد اعظم نے سکھوں کے لئے اتنی فراخ دلی کا ماہرہ کیا کہ میٹنگ میں موجود تمام سکھ لیڈر رنجھت اور جواب ہو کر رہ گئے۔ مسلم لیگ کی ایڈر شپ کے اس فراخ دلانہ سلوک کے باوجود کانگریس کے اصرار میں کھلوٹانی ہوئی سکھ لیڈر شپ مسلم لیگ کے ساتھ کسی فارمولے یا سمجھوتے پر غور کرنے کی بجائے تیار نہیں ہوئی۔ سکھ دانشور سردار کپور سنگھ جی اپنی کتاب ”ساچی ساکھی“ میں لکھتے ہیں کہ 1947ء سے پہلے قائد اعظم نے سکھ نوجوانوں کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے کہا تھا۔

”سکھوں نے ہندو کو غلام دیکھا ہے وہ نہیں جانتے آزادی حاصل کرتے ہی یہ کتنا خطرناک ہو جائے گا۔“

قائد اعظم کے ان الفاظ کی حقیقت 1947ء کے فوراً بعد ہی ظاہر ہو گئی تھی۔ کاش! سکھ قوم

ان الفاظ کے مطلب پر پہلے غور کیا ہوتا تو یقیناً میں آج عدالت کے اس کٹہرے میں نہ کھڑا ہوتا۔ سکھ قوم نے برصغیر میں انگریزوں کے خلاف چلائی جانے والی تحریک آزادی میں اپنی آبادی کے تناسب سے کہیں بڑھ کر قربانیاں دی ہیں جن کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

سکھ	کل	سزا
2187	2664	عمر قید (کالے پانی کی سزا)
799	1302	جہاں نوالہ بارغ کا سانحہ
93	121	پھانسی چڑھے
		بھجوجو گھاٹ (کلکتہ) گولیوں
67	نامعلوم	نست مارے گئے۔
91	نامعلوم	ملیر کوئلہ توپوں سے اڑائے گئے
160	نامعلوم	ہیرا کالی لہر کے شہید
887		گوردوارہ سدھار کے لہر کے شہید
21587		قید اور کڑیاں

☆☆☆

اس جنگی سنگھرش اور بے شمار قربانیوں کے باوجود کالی لیڈر شپ سکھ قوم کے لئے محفوظ مستقبل اور آبرو مند آزادی سے زندگی گزارنے کے مواقع بھی حاصل نہ کر سکی۔ سکھ لیڈر شپ کے غلام فیصلے کی وجہ سے سکھوں کی کل تعداد کے 40% کے گھریلو راجڑ گئے اور انہیں ہجرت کر کے آنا پڑا اور بربادی ان کا مقدر بنی۔

مسلمانوں کے اٹھائے گئے نقصان کے بدلے پاکستان کے حصول اور آزادی کی خوشی پر تسلی حاصل تھی۔ جبکہ سکھوں کے پاس اٹھائے گئے نقصان کے بدلے دکھ اور پچھتاوے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

1947ء کی آزادی کے فوراً بعد ہندو قوم نے آزادی اور طاقت کے ٹھنڈے میں چور ہو کر سکھوں سے غلاموں والا سلوک شروع کر دیا۔ جس کی کچھ مثالیں حاضر ہیں۔

1948ء ہی میں پوربی پنجاب کی حکومت نے بڑی کرپان پر پابند لگادی۔ جو سکھ قوم کے دھرم اور عظیم روایات (سمبھا چارک استے ورشہ) کا حصہ ہے اور ہر سکھ خاندان کی عزت سمجھی جاتی ہے۔ یہ

سکھ قوم کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی کھلی حرکت تھی جس کا اکالی دل نے نوٹس لیا اور یہ پابندی واپس لے لی گئی۔

1948ء میں پنجاب کے گورنر چند لال ترویدی کی طرف سے ایک سرکاری سرکر جاری کر کے سکھ قوم کو جرائم پیشہ قرار دیا گیا۔ جب اکالی دل کو ظلم ہوا تو اس کی طرف سے زبردست احتجاج کے بعد یہ سرکر واپس لیا گیا۔

یہ دونوں گھٹناؤں بھارت کی نئی سرکار کی ”کوئی رفتاری غلطیاں (Clerical Mistakes) نہیں تھیں بلکہ سکھ قوم کے متعلق ان کی سوچ اور ذہنیت کی عکاس تھیں۔

26 جون 1951ء کو ہندوستان میں جو قانون نافذ کیا گیا وہ کانگریس کی ہندو قیادت کی طرف 1947ء سے قبل کے کئے گئے وعدوں کے برعکس تھا۔ اس قانون کی رو سے سکھوں کو ”بدھوں اور جلیوں“ کی طرح ہندو سماج کا ایک حصہ قرار دے دیا گیا اور سکھوں پر ہندوؤں کے بتائے گئے قوانین ہی نافذ کیے گئے۔

یہ سکھ قوم کے ننگاوشاش گات تھا۔

قانون ساز مینٹی کے رکن سر دار حکم سنگھ اور سردار بھوپندر سنگھ نے یہ کہہ کر اس مسودہ قانون پر دستخط کرنے سے انکار دیا۔

”یہ قانون سکھوں کے حقوق کی پاسداری میں لڑتا ہے ہم اسے نامنکور کرتے ہیں اور کرتے ہیں۔“

اس طرح سکھوں کی طرف سے نامنکور اور روئے گئے قوانین ہی آج تک سکھوں پر ٹھونسنے جا رہے ہیں۔

☆☆☆

نیا قانون سکھوں کی مرضی کے خلاف ان پر ٹھونسنے جانے پر سکھ قوم کی لیڈر شپ میں سکھ قوم کے مستقبل سے متعلق دو علیحدہ علیحدہ نظریات سامنے آئے۔ ایک وچار یہ تھا کہ ہندو کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے آزاد خالصتان کے حصول کی جدوجہد شروع کی جائے۔ اس گروپ کی نمائندگی اکالی لیڈر جتھیدار پرتم سنگھ گوجرال کر رہے تھے۔ دوسرا وچار یہ تھا کہ نئے حالات کو قبول کرتے ہوئے بھارت کے اندر رہتے ہوئے سکھ قوم کی بہتری کے لئے کوئی نئی راہ اختیار کی جائے۔ دوسرے گروپ کی نمائندگی ماسٹر تارا سنگھ کر رہے تھے۔

اس گروپ کی طرف سے اندرونی خود مختاری کی بنیاد پر پنجابی صوبے کا مطالبہ کیا گیا۔ جہاں

اس گروپ کے کہنے کے مطابق سکھ قوم کا مستقبل محفوظ رہ سکتا تھا۔ اس کشمکش میں ماسٹر تارا سنگھ جی کے گروپ کو کامیابی حاصل ہوئی اور اکالی دل کی طرف سے ”پنجابی صوبے“ کی مانگ سکھوں کے ”سیاسی نشاۃ“ کے طور پر سامنے آئی۔

تمام ہندوستان میں لسانی بنیادوں پر صوبوں کی تقسیم عمل میں آئی لیکن 1953ء میں سٹیٹ ری آرگنائزیشن کمیشن (SRC) نے پنجابی صوبے کا مطالبہ رد کر دیا۔ پنجابی صوبے کی مانگ کیوں رد کی گئی؟ کیونکہ پنجابی بھاشا کو سکھوں کی بھاشا ہی سمجھا گیا اور پنجابی صوبے کی مانگ کی سکھوں کی مانگ کی وجہ سے شک اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

ہندو قوم کے اس رویے نے سکھوں کے جذبات کو اور ابھارا۔ 1955ء میں اکالی دل کی طرف سے پنجابی صوبے کے حصول کے لئے باقاعدہ مہم شروع کر دی گئی۔ پنجاب سرکار کی طرف سے پنجابی صوبے کے مطالبے پر پابندی لگی اور پولیس نے دربار صاحب کے ”کراں“ میں داخل ہو کر خدا کے گھر کی (گوردھرا) بے حرمتی کی۔

ہندو سرکار ہندو پولیس اور ہندو جماعتوں کی طرف سے سکھوں کے خلاف نفرت کی ایک پرواز مہم کا آغاز ہو گیا۔

1956ء میں ”آریہ سماج“ کی طرف سے ”ہندی بھاشا“ کے نام پر ”ہندی ایجنیشن“ کے دوران نکالے گئے جلسوں میں سکھوں کے خلاف نفرت انگیز نعرے لگائے گئے جیسے:

”اوڑاڑی نہیں پڑھیں گے۔ جوڑا جوڑی کاٹ دیں گے۔“

”کھانا کھا کر پاؤں بھینچ دیاں گے پاکستان۔“

ان جلسوں کے شرکاء نے سکھوں کے گھروں اور کاروباری اداروں پر حملے کئے اور آگ لگائی۔ اس طرح سکھ اور ہندو سماج میں نفرت کی بھاؤ تانے والا خطرناک کاروبار اختیار کریں۔

30 اپریل 1960ء کو اکالی دل کی طرف سے پنجابی صوبے کے حصول کے لئے ایک نیا مورچہ لگایا گیا۔ اس دوران 57 ہزار سکھوں نے گرفتاریاں پیش کیں۔ سکھ لیڈر سنت فتح سنگھ جی نے 18 دسمبر 1960ء کو مرہٹہ رت رکھا لیکن سرکار پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

ہندو سرکار کے سکھوں کے خلاف درشت رویے نے جو گمراہ کی فضا پیدا کر دی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1965ء ”سکھ ہوم لینڈ“ کے مطالبے نے جنم لیا۔

اکالی دل ماسٹر تارا سنگھ گروپ کی طرف سے 1965ء میں لدھیانہ میں ”ہری سنگھ لوکا نفرس“ میں سکھ ہوم لینڈ کی قرارداد پاس کر دی گئی۔ اس قرارداد کی رو سے پنجابی بولنے والے غلاموں پر مشتمل

سکھ ہوم لینڈ کا مطالبہ کیا گیا جس میں دفاع قانون کے تحت ہندوستان سرکار کو دینے تجویز کئے گئے سکھ سیاست جب نیا رخ اختیار کرنے لگی تو ہندوستان سرکار کو بہت تکلیف پہنچا۔

1965ء کی ہند پاک جنگ کے بعد دھان منتری لال بہادر شاستری کی موت کے بعد اندرا گاندھی برسرِ اقتدار آئی تو اس نے مارچ 1965ء میں پنجابی صوبے کی مانگ کو اصولی طور پر تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا اور نئی حد بندیوں کا نم کٹنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کر دیا گیا۔ حکم نمبر 1966ء کو پنجابی صوبہ قائم کر دیا گیا لیکن چند گز اور بہت سارے پنجابی سکھ کچھڑ کے علاقے نئے صوبے سے باہر رکھ لئے گئے۔ بھاکراؤ ایم کا کنٹرول مرکزی حکومت نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ لسانی بنیاد پر قائم شدہ نئے پنجابی صوبے کا رقبہ 20 ہزار 5 سو چوراسی 20584 مربع میل اور آبادی ایک کروڑ 15 لاکھ چوراسی ہزار تھی جس میں 56 فی صد سکھ تھے۔

ہندوستان کی کل سکھ آبادی کا 58 فیصد اس صوبے میں آباد تھا۔ پنجابی صوبے کے حصول کے بعد بھی جب دہلی سرکار کی سکھوں کے خلاف شرانگیزی جاری رہی۔ پنجاب کے ساتھ ہوئے دھوکے سکھوں کے دلوں میں کھلتے رہے اور سکھوں کے قومی جذبات ہو پانے لگے تو سکھ قوم کے اندر آزادی حاصل کرنے کا رجحان پھر سے پیدا ہونے لگا۔ اس نئے رجحان کی نمائندگی ایک بزرگ سکھ لیڈر شہید درشن سنگھ جی پھیر مار نے کی۔ شہید درشن سنگھ جی نے پنجاب کے ساتھ ہوئے دھوکے کو ختم کروانے کے لئے پورہ اگست 1969ء کو مرزا برت شروع کیا 74 دن کے مرزا برت کے بعد 27 اکتوبر 1969ء کو آپ شہید ہو گئے۔ شہید درشن سنگھ جی پھیر مار نے قوم کے نام اپنی آخری وصیت میں سکھ ہوم لینڈ کو قوم کی منزل قرار دیا ہندوستانی سرکار کی سکھوں کے ساتھ بے انصافیاں دھوکے اور زیادتیاں جاری رہیں۔ اور اس کے جواب میں سکھ قوم کا اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے سنگھ رتن بھی جاری رہی۔

1965ء میں لدھیانے کی ”ہری سنگھ تلوا کا نفرس“ میں سکھ لینڈ کی قرارداد پاس ہونے سے مراد درشن سنگھ جی کی شہادت تک کا عرصہ سکھ سیاست میں سیاسی تبدیلیوں کا عرصہ کہلائے گا۔ ان تبدیلیوں میں سکھ دانشور کپور سنگ کی زیر قیادت سکھ نوجوانوں کا پڑھا لکھا طبقہ سکھ قوم کے مستقبل کے لئے جدوجہد میں مصروف ہو گیا ان نوجوانوں کا تعلق سکھ سٹوڈنٹ فیڈریشن سے تھا اور سکھ ہوم لینڈ کا حصول ان کا مقصد تھا۔

دسمبر 1971ء میں بھی اس تحریک کا ایک حصہ بنارہا اور ایک لمبے سفر سے گزر رکھتے کے اس کٹھنے تک پہنچا ہوں۔

اپنے قومی حقوق کے حصول کے لئے میری جدوجہد نے کئی گرم سرد دور بیتائے اور کئی اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں لیکن میں نے کبھی ان کا اثر قبول نہیں کیا اور کبھی ان سے ہار نہیں مانی۔

دسمبر 1971ء میں جب میں سٹوڈنٹ فیڈریشن چندری گڑھ کا پریذیڈنٹ تھا مجھے پردھان منتری اندرا گاندھی کے جلسے میں سکھ ہوم لینڈ سے متعلق پمفلٹ تقسیم کرنے کے الزام میں اپنے تین ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے بے پناہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس پمفلٹ پر لکھی گئی عبارت آج تک مجھے لفظ بھلا یاد نہیں لیکن اس کا مدعا کچھ یوں تھا۔

”1947ء سے پہلے سکھ قوم کے ساتھ جو وعدے کانگریس کی ہندو لیڈر شپ نے کئے تھے انہیں پورے کروانے کا وقت آ گیا ہے ہم آج اعلان کرتے ہیں کہ سکھ ہوم لینڈ کے حصول کے لئے ہماری جدوجہد آج سے شروع۔“

1971ء میں ڈاکٹر بھگیت سنگھ چوہان نے لندن جا کر خالصتان کا نعرہ بلند کیا اور بھارت میں ان کے مدعا قلم پر پابندی لگ گئی۔

1972ء کے آخر میں سکھ سٹوڈنٹ فیڈریشن کے جاری کئے گئے ماہوار میگزین جدوجہد (جس کا میں بعد میں ایڈیٹر رہا) میں چھپسی میری ایک نظم اور مضمون کی وجہ سے مجھے دو اور ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔

یہ مقدمہ قریباً 4 سال کے بعد 1976ء میں واپس لے لیا گیا جب خالصتان لہر مکھ عوام میں دن بدن طاقت پکڑنے لگی اور پنجابی صوبے میں بننے والی اکائی وزارتوں کو دلی حکومت کی دخل اندازی کی وجہ بازو توڑا جانے لگا۔

1973ء میں اکالی دل نے آئندہ پور صاحب میں اپنے ایک اجلاس میں ایک قرارداد پاس کر کے اپنے سیاسی نشانے کو نئے سرے سے مقرر کیا۔ اس اجلاس میں پاس کی گئی قرارداد ہی کو ”آئندہ پور صاحب ڈاہتا“ کہا جاتا ہے۔

اس قرارداد کے ذریعے موجودہ پنجابی صوبے سے باہر رہ گئے پنجابی بولنے والے علاقے پنجابی صوبے میں شامل کر کے اس کے لئے اندرونی خود مختاری کی مانگ کی گئی ہے جہاں سکھوں کو مکمل بذہنی اور معاشرتی آزادی میسر ہو اس خود مختار خطے کا علیحدہ اپنا قانون ہو اور دلی حکومت کے ساتھ اس کی سانچہ صرف ریفرنس امور خارجہ کرنسی اور تجارت کے اصولوں تک رہے۔ 1974-75 کے دوران میں خالصتان تحریک کے نمائندہ میگزین (جنگ) کا ایڈیٹر رہا ہوں۔

13 اپریل 1975ء کو میرا پہلا شعری مجموعہ ”سچ تیر ہور“ سکھ سہیت کی طرف سے شائع کیا گیا جس کی 10 کاپیاں میں نے پاکستانی لکھاریوں کو ڈاک کے ذریعے بھیجیں جو ہندوستان کے سنٹر بورڈ نے روک لیں اور اس کے بعد دسمبر 1975ء میں ”سچ تیر ہور“ ضبط کر لی گئی اور مجھے چندہ مہینے بعد محکمہ تعلیم کی نوکری سے برطرف کر دیا گیا اس کتاب میں میری ایک نظم ہے۔

”گنگو توں گام گئی تک“ جو میرے خیالات کی عکاسی کرتی ہے۔

1978ء سکھ تحریک میں خاص مقام رکھتا ہے ایمر جنسی کے بعد اندرا حکومت ختم ہو چکی تھی اور دلی میں ایک نئی جماعت بھٹا پارٹی طاقت پکڑ رہی تھی۔

جنوری 1978ء میں ہریانہ کے ایک گاؤں پنڈوری میں چار ٹھٹک سکھوں کو گوردوارے کی زمین کے جھگڑے کی وجہ سے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

13 اکتوبر 1978ء کو سری امرتسر صاحب میں ایک سانحہ جس کو دلی سرکار اور پریس اکثر ”نرنگا سکھ ٹکراؤ“ کا نام دیتا ہے اس سانحہ میں بھائی فوجا سنگھ جی شہید کی زیر گمان 13 سکھ شہید اور تقریباً سچاس زخمی ہوئے یہ نرنگاری کون ہیں۔ ان کا مقصد کیا ہے؟ ان کے ساتھ سکھوں کے جھگڑے کی کیا وجوہات ہیں؟

یہ ایک لمبا معاملہ ہے یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ سکھوں سے الگ گروہ ہے جسے ہندوؤں اور ہندو سرکار کی پوری پوری پشت پناہی حاصل ہے اس سانحہ میں 13 سکھوں کی شہادت آج کی سکھ تحریک کی بنیاد ہے۔

13 اپریل 1978ء کے سری امرتسر صاحب کے سانحہ کے بعد سکھوں میں جو غصے بھرے جذبات کا طوفان اٹھا اس کے نتیجے میں جگہ جگہ نرنگاریوں اور ان کی پشت پناہی کر رہی دلی سرکار کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے۔ ان مظاہروں نے سکھ قوم کے دلوں میں آزادی کے لئے ٹاپ غلامی کا احساس پیدا کیا ان ابھرتے ہوئے جذبات کی راہ میں لڑنے کے لئے عظیم رہنمائی جرنیل سنگھ جی خالصہ بہنڈرا تو الے سامنے آئے جنہوں نے سکھ قوم کو ناامیدی کے اندھیروں سے نکال کے جدوجہد آزادی کے راستے پر ڈال دیا۔

اگست 1978ء کو خالصتان لہر کو منظم کرنے کے لئے چندری گڑھ میں دل خالصہ قائم کیا گیا۔ اعلانِ تہذیب میں ہندوستان کی غلامی سے نجات کا اعلان کیا اور آزادی کے لئے سنگٹھش کا ڈنکا بجایا۔

14 ستمبر 1978ء کانپور میں ایک اور سانحہ ہوا جس میں سکھ نرنگاری ٹکراؤ کے نتیجے میں سات سکھ شہید ہوئے جن کی کمان میرے نزدیک کی ساتھی اور دوست بھائی جگجیت سنگھ جی کر رہے تھے۔

5 دسمبر 1978ء دلی میں ایک اور سانحہ ہوا۔ سکھ نرنگاری ٹکراؤ جس میں دو سکھ شہید ہوئے۔ 1978ء کے دوسرے مہینے میری قومی نظموں کا دوسرا مجموعہ ”گنگو دی روح“ سکھ سہیت کینڈر چندری گڑھ نے شائع کی جو بعد میں ضبط ہو گئی۔

دل خالصہ کی طرف سے ماہوار میگزین ”وجہ تری“ جاری کیا گیا جس کو میں ایڈٹ کرتا تھا۔ 1979ء کا سال بھی خالصتان تحریک میں مظاہروں اور کانفرنسوں کا سال رہا اس دوران دلی حکومت کے خلاف سکھ قوم کے بھڑکتے ہوئے جذبات میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔

14 اگست 1980ء کو نرنگاری گروہ کے سربراہ گرہن سنگھ کا دلی میں قتل ہو گیا اس قتل کے بعد دلی سرکار کے خلاف دل خالصہ پانچ بڑے رشٹا نے لے کے آگے بڑھا۔

نمبر 1۔ سکھوں کو مکمل آزادی کے لئے خالصتان کا حصول۔

نمبر 2۔ دنیا بھر میں موجود آزادی کی تحریکوں سے تال میل پیدا کرنا۔

نمبر 3۔ سکھوں میں مذہبی بیداری اور تجدید مذہب کی تحریک پیدا کرنا۔

نمبر 4۔ پنڈے کے مخالف جماعتوں اور دلوں اور نقلی گوردواروں کے مقابلہ کرنا۔

نمبر 5۔ سکھ قوم کے مخالف عناصر کا ہر سطح پر مقابلہ کرنا۔

☆☆☆

1977ء میں ایمر جنسی کے خاتمے کے بعد جب بھٹا پارٹی طاقت میں آئی تو ہندوستان کے سیاسی مہراج میں تبدیلیوں کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ مگر اس دور کی عمر بہت تھوڑی ہی ثابت ہوئی۔ ان تبدیلیوں کا جو اثر سکھ قوم اور سکھ تحریک پر پڑا وہ 1978ء کے دوران سامنے آیا۔ آئیے ذرا ان کے تبدیلیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

1947ء سے 1977ء تک 30 سال لگاتار ہندوستان میں ایک پارٹی کی حکومت رہی ہے اس دور میں ہندوستان کانگریس اور نہرو خاندان ایک ہی چیز کے تین روپ سمجھے جانے لگے تھے۔

1975ء تا 1977ء کی ایمر جنسی کے دوران ایمر جنسی کے دور میں اس حقیقت کا کانگریس کے پلیٹ فارم سے کھلے عام اشارہ ملنے لگا تھا۔

انڈین نیشنل کانگریس کے پریذیڈنٹ مسٹر بھوگتا نے تو ”انڈیا از انڈیا ایڈز انڈرا انڈرا“ کا نعرہ لگا کے خاندانی حکومت کی حقیقت کو 1947ء کے بعد کی ہندوستانی سیاست کے اتہاس میں شامل کر دیا ہے۔

آج مسٹر ناچو گاندھی کے پردھان منتری بننے کے بعد اس معاملے میں کسی شک کی گنجائش

نہیں رہ جاتی۔

1977ء میں تیس سال بعد پہلی بار ایمر جنسی کانگریس اور منسٹر اندرا گاندھی کے خلاف انہی مئی لہر کے نتیجے میں دلی میں ایک حکومت طاقت میں آئی اس کا نام جنتا پارٹی تھا۔

1974-75ء میں بیمار میں شروع کی ہوئی طالب علموں کی احتجاجی تحریک جس کی کمان سرگود نے عیناً جی۔ جے پرکاش نارائن کر رہے تھے جب سارے ہندوستان میں پھیلنے لگی تو اندرا حکومت نے 25 جون 1975ء کو ایمر جنسی کا اعلان کر دیا۔ اور جے پرکاش نارائن سمیت تمام اپوزیشن لیڈروں کو پکڑ کر جیل میں بند کر دیا۔ اس ایمر جنسی کے خلاف ہندوستان کی اپوزیشن جماعتوں نے اپنا جدوجہد جمہوریت کے لئے جاری رکھی لیکن پنجاب میں اکالی دل کی طرف سے لگایا گیا مزہ سب سے علیحدہ اور شکست شالی (طاقتور تھا جو ایمر جنسی کے لاگو ہونے تک جاری رہا۔

28 نوری 1977ء کو جب ایمر جنسی کو ختم کر کے اپوزیشن لیڈر رہا کئے گئے۔ اور اندرا حکومت کی طرف سے مارچ میں ہوئی کاروائی کا اعلان کیا گیا تو وہ تمام اپوزیشن جماعتیں جن کے لیڈر ایمر جنسی کے مخالف ہونے کی وجہ سے جیلوں میں بند کر دیئے گئے تھے جے پرکاش نارائن کے زیر کمان جنتا پارٹی کے نام سے اکٹھے ہو گئے اس جنتا پارٹی میں کانگریس کو چھوڑ کے آئے منسٹر اندرا گاندھی کے مخالف گروپ کانگریسی اور جے پرکاش کے علاوہ جن سنگھ شمالی بھارت کے ہندو کسانوں کی جماعت چونڈری جن سنگھ بھارتی لکھنؤ سابقہ مہاراجے اور سرنایہ داروں کی ساتھی سوشل پارٹی بائیں بازو کی پارٹیاں سوشلسٹ پارٹی پر سوشلسٹ پارٹی اور پیپلک پارٹی آف انڈیا شامل ہو گئیں۔

جنتا پارٹی نے کچھ علاقائی پارٹیوں کے ساتھ انتخابی سمجھوتہ بھی کیا ان میں اکالی دل شامل تھی وہ بڑی کمیونسٹ پارٹیوں میں ایک بھارتی کمیونسٹ پارٹی کانگریسی کے ساتھ تھا اور مارکسی کمیونسٹ پارٹیوں کا سمجھوتہ جنتا پارٹی کے ساتھ تھا۔

پارلیمنٹری چناؤ کے نتیجے میں جنتا پارٹی کے حق میں گئے اور کانگریسی اور ہندو مخالف ان کی 30 سالہ حکومت کا عارضی خاتمہ ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

اس نئی طاقت میں آئی جنتا پارٹی میں مسلمانوں اور سکھوں کے خلاف بغض رکھنے والا طبقہ بڑی تعداد میں تھا۔ سکھوں کی بڑی جماعت اکالی دل بڑی سوچ بچار کے بعد اسے فیصلے پر پہنچ گئی کہ سکھوں کی تکلیف کی وجہ سے صرف کانگریس اور ہندو آبادی میں ہے کیونکہ اکالی دل کا واسطہ پچھلے

تیس سالوں میں یا اس سے بھی پہلے صرف کانگریس کے ساتھ ہی رہا تھا سکھوں میں یہ طبقہ اس خیال کا حامی تھا اگر کانگریس کی حکومت ختم ہو جائے تو سکھوں کے تمام مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اس خیال کے سبب اکالی دل مرکز میں بھی جنتا پارٹی کا بھی دال بنا اور اس کے دو ممبر لے گئے۔ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد سکھوں کے ساتھ رویہ جب سامنے آیا تو ہندوستانی سیاست کی اس نئی طاقت نے سکھوں کے پہلے والے خیالات کو بڑی گہری جوت لگائی۔

اس نئی جنتا پارٹی نے جنوری 1978ء میں ہی پنڈوری ہریانہ میں چار تنگ سکھ شہید کر کے سکھ قوم کو پہلا تحفہ دیا اس کے بعد 13 اپریل 1978ء دسمبر 1978ء امرتسر کانپور اور دلی میں تین سانحہ ہوئے جن میں تیرہ سات اور دو سکھ شہید ہوئے۔

نرکاری سکھ مسئلے کے لئے نئی قائم شدہ حکومت کا رویہ پہلی حکومتوں سے کہیں زیادہ سکھوں کے خلاف تھا۔ جنتا دور کے پردھان منتری منسٹر امرتسر ڈیپال کی کارروائی تو خصوصاً سکھوں کے معاملے میں نفرت سے بھرپور تھا اس کی ایک سیاسی وجہ ہے۔ 13 اپریل کے سانحہ کے بعد نرکاری ٹولے کا سربراہ گر بجن سنگھ کے قتل کے بعد امرتسر سے فرار ہو کے دلی پہنچا تو وہ سید ہامرا راجی ڈیپال کو ملنے گیا۔ منسٹر ڈیپال نے ان تیرہ قتلوں کے ذمہ دار کو خاص مہمانوں کی طرح جانا اور اس کی خاطر تواضع کی۔

جب 14 مئی 1978ء کو اس کے برعکس جب 13 سکھوں کے قتل کے خلاف احتجاجی جلوس کی قتل میں جو گا سنگھ دلی میں مراد راجی ڈیپال کی کونٹری پر پہنچا تو وہ میمریڈم لینے کے لئے باہر نہ آئے اور جان بوجھ کر کچھ دیر پہنچے یا ہر چلے گئے تھے۔ یہ حرکت سکھوں کے جذبات کو کھل دینے کے مترادف تھی۔

جنتا لیڈر شپ کے اس رویے نے سکھوں کی سوچ میں نیا انقلاب پیدا کیا۔ کانگریس کی سکھ دشمنی وہ گزشتہ 30 سال سے دیکھتے آرہے تھے اور اس کی مخالف جماعتیں جن سے اکالی دل کو بہت سی امیدیں وابستہ تھیں اور وہ ان کی اتحادی بنی ہوئی تھی جب کانگریس کے بدلتے رویے میں آئی تو انہوں نے آتے ہی سکھوں کے خلاف اسی دشمنی سے بھرپور رویے کا اظہار کر دیا اب سکھوں کے پاس سوائے اس کے سوچنے کے کچھ نہیں تھا کہ ہندوستان میں کوئی سیاسی جماعت ان کی دوست نہیں ہے اور سکھ کانگریس یا جنتا پارٹی سے نہیں بلکہ دلی کی حکومت سے ہے۔ میں نے ان حالات کو اپنی ایک لکچر "گنگوادی روڈ" جو میری دوسری کتاب کی مرکزی لکچر ہے میں اس طرح بیان کیا تھا۔

اے گاندھی اندرا یا نہرودی دھی

سلسلہ ختم ہوندا نہیں

سلسلہ جاری ہے

تے ہیں

نگو دے دار کاں دی داری اے۔

☆☆☆

ہندوستان میں تین بنیادی نظریات کی حامل سیاسی جماعتیں ہیں ایک کانگریس ہے جو سکولزم اور سوشلزم کی دھجی دار ہونے کے باوجود شروع سے ہی ہندو خیالات کے زیر اثر رہی اور اپنی سکھ دشمنی ثابت کر چکی ہے۔

دوسرا چول چول کا سر یہ وہ ہے یہ 1977ء بھتا پارٹی کے نام سے اکٹھے ہوئے اور 1980ء میں دوبارہ بکھر گئے۔ آج ان کے بکھرے ہوئے دھڑے علیحدہ علیحدہ جھنڈوں تلے کام کر رہے ہیں اور اس میں سابقہ جنرل سنگھ اور سرحد بھارتی بھتا پارٹی جیسے دائیں بازو کی ہندو جماعتیں بھی ہیں۔ چودھری چرن سنگھ کا لوک دل بھی ہے۔ بولنے کی نام بدل چکا ہے لیکن اصل میں یہ ہندو کسانوں اور جانوں کی جماعت ہے جو سکھ دشمنی میں کسی بھی طرح بھارتی بھتا پارٹی سے پیچھے نہیں اور بھتا پارٹی جیسی جماعت بھی ہے جس میں چندر شیکھر جیسے ان وادی بھی ہیں اور ڈیمائی جیسے دائیں بازو کے ہندو دماغ والے سیاست دان بھی ان کے علاوہ کچھ کانگریس سے فٹے ہوئے بھی ہیں جیسے کانگریس ایس اور کانگریس جے جن کا دائرہ اثر مخصوص طبقوں یا علاقوں کے محدود ہے ان سب کا سانچھا روپ بھتا پارٹی کا دور بھی سکھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

تیسرا دھڑا کمیونسٹ ہے جس میں بھارتی کمیونسٹ مارکس وادی کمیونسٹ پارٹی آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی اور ان کے علاوہ اپنے آپ کو کرائی کاری (انقلابی) کہلانے والی کمیونسٹ مارکسس مکسلن ہاؤی بھی شامل ہیں۔ بنیادی روپ میں یہ سب مذہب کے خلاف ہیں اور مرنوم جس کی سیاست کی بنیاد ہی مذہب ہے ان سے کوئی امید نہیں رکھ سکتی ایسے حالات میں ہندوستان میں سکھوں کا مستقبل سوائے ناامیدی کے اندھیروں کے کیا ہو سکتا ہے؟

☆☆☆

اپنے حقوق کے لئے بالآخر سکھوں نے اکالی دل کے جھنڈے تلے مورچہ لگایا تو حکومت کی طرف سے ان پر تشدد شروع شروع ہو گیا۔ بڑی تعداد میں سکھوں کو گرفتار کیا گیا اور سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے کی گرفتاری کی کوشش بھی شروع ہو گئی۔ دلی سرکار کے اس رویے کے خلاف

سکھوں میں بھی جوانی غصہ بیدار ہوا اور سرکار کے خلاف ہونے والے مظاہروں نے زور پکڑا۔ 1980ء کے آخر میں میری قومی نظموں کا تیسرا مجموعہ (دمیت نامہ) سکھ ساہیت کی عہد نے شائع کیا بعد کی خبروں کے مطابق اسے بھی ہندو سرکار نے ضبط کر لیا ہے۔ 1981ء کا سال صحیح معنوں میں خالصتان کا سال تھا اس سال کا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس دن خالصتان تحریک سے وابستہ کوئی واقعہ نہ ہوا ہو۔ 13 اگست 1981ء کو آنند پور صاحب میں دل خالصہ کی طرف سے کئے گئے خالصتان مارچ کے بعد سرکار کی طرف سے پینشن سکورٹی ایکٹ سکھوں کے خلاف نافذ کر دیا گیا۔ خالصتان تحریک سے وابستہ ہونے کی بنا پر سکھوں کے خلاف بغاوت کے کیس درج ہوئے۔ گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہوا تھا۔ ایسے کچھ کیس مجھ پر بھی تھے۔

مئی 1971ء سے دل خالصہ کے خلاف کئی مقدمے درج کئے جا چکے تھے۔ ان دنوں خالصہ نے ”خالصتان ساچاڑ“ جاری کیا جس کا میں ایڈیٹر تھا۔ سرکار کی سختی کی وجہ سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع نہ کیا جاسکا۔

9 ستمبر 1981ء کو ایک ہندو اخبار نویس لالہ جگت نرائن جو سکھ دشمنی میں بہت آگے بڑھ چکا تھا کا قتل ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پنجاب ایک جوالا کھمی کی طرح پھٹ پڑا۔ پنجاب کے کئی شہر ہندو سکھ ٹکراؤ کی زد میں آ گئے جالندھر میں سکھ آبادی اور سکھ اخباروں کے دفاتر پر حملے کئے گئے آگ لگائی گئی۔

اس قتل کے سلسلے میں سکھ قوم کے عظیم رہنما سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کی گرفتاری کے لئے ہندو جماعتوں اور ہندو پولیس نے آسمان پر سر اٹھالیا۔

13 اگست 1981ء کی رات کو ہریانے کے ایک گاؤں چند دکاں میں سنت جی کی گرفتاری کے لئے پولیس نے بڑی تعداد میں چھاپہ مارا سنت جی گرفتار نہ کئے جاسکے لیکن پولیس نے بدلے کی آگ میں جلتے ہوئے گاؤں کی سکھ آبادی پر تشدد کیا اور سنت جرنیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے کی ”دھرم پر چارک بس“ کو آگ لگا دی جس میں سکھ مذہب کی مقدس کتابیں (گرور گرتھ صاحب کے سیکھے) رکھے ہوئے تھے۔

چند دکاں کے اس واقعے نے سکھوں کے دلوں کو بھنجوڑ کے رکھ دیا اس زیادتی کا جواب دینے کے لیے دل خالصہ کے ایک کارکن سردار گریش سنگھ نے جالندھر میں سرعام ہندوستان کے بھنڈے اور قانون کو آگ لگائی۔

☆☆☆

سنت جرنل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے نے اعلان کیا کہ وہ 20 ستمبر کو اپنے ہیڈ کوارٹر، گوردوارہ گردورشن پرکاش، چوک مہتا سے اپنی گرفتاری پیش کریں گے یہ اعلان سننے ہی پنجاب اور ہندوستان کے کونے کونے سے سکھوں کے جیسے امرتسر شہر سے تقریباً 35 کلومیٹر دور چوک مہتا میں پہنچے گئے۔

20 ستمبر کی صبح گوردوارہ گردورشن پرکاش میں ایک بھاری دیوان چلایا گیا جس سے سکھوں کے تمام پارٹیوں کے لیڈروں نے خطاب کیا آخر میں سنت جرنل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے نے قوم کے حالات ہندو سرکار کی طرف سے سکھوں کے خلاف ہونے والے ظلم اور اپنی گرفتاری کے سلسلے میں بہت جذباتی لہجے میں اپنے خیالات سکھوں کے سامنے پیش کئے اور اپنی گرفتاری کے بعد سکھوں کی پرامن رہنے کی اپیل کی۔

تقریر کے خاتمے کے بعد سنت جی نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ سنت جی کو بھاری پھرے کے اندر جلوس میں سے نکال کر لے جایا گیا۔ اس وقت جذباتی نعروں کی لٹکار بلند ہو رہی تھی۔ جوش اور غصے میں بھرے ہوئے ہندو طرف نظر آ رہے تھے۔ اچانک ایک طرف سے پولیس نے سکھوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ اگلیوں سے سکھ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ بوڑھے بچے جوان عورتیں مرد کچھ بھی نہ دیکھا گیا جو سامنے آیا گویا انسان بن گیا۔ جب سنت جرنل سنگھ بھنڈرانوالے کی گرفتاری اور چوک مہتا کے قتل عام کی خبر دینا بھر کے سکھوں تک پہنچی تو ان کے دلوں میں جوش و جذبہ کی آگ بھڑک اٹھی۔ ہر سکھ نے محسوس کیا کہ چونکہ ستاب میں اس کا خون گرا ہے بعد کی آگ، آگ، پودوں کے مطابق سو سے زائد سکھ شہید ہوئے اور بے شمار زنی ہوئے۔

☆ ☆ ☆

یہ جیسے وہ حالات جن میں دل خالصہ نے سوچا کہ سنت جرنل سنگھ جی بھنڈرانوالے کی گرفتاری اور چوک مہتا میں سکھوں کے قتل عام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنی ضرور ہے۔ دلی کے ہندو سامراج کی طرف سے سکھوں پر ہوئے ظلم و تشدد کو دنیا کے سامنے نکال کر دینے کی ضرورت ہے۔ خالصہ کی آزادی کے لئے سکھ قوم کے جذبات دنیا کے سامنے پہنچانے کی ضرورت ہے۔ یہی سوچا تھی جسے سامنے رکھ کر دل خالصہ کے فیصلے کے مطابق ان پانچ سکھوں نے سکھ قوم کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا جس کو جرم کا نام دے کر ہمیں عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔

ہماری کارروائی کو جرم اور ہم پانچوں کے لئے مجرموں کے لفظ کا استعمال کرنے والوں کے لئے

کیا کوئی ایسی ایک بھی مثال موجود ہے جس میں ہم نے اپنے قومی مقصد کو حاصل کرنے کے دوران جہاز کے عملے یا سوار یوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی غیر اخلاقی بات یہ کوئی برا برتاؤ کیا ہو؟

صحیح تو یہ ہے کہ ایسا برتاؤ ہماری سوچ ہماری فطرت کا حصہ ہی نہیں ایسے حالات میں مروج روایات کے برعکس جہاز کے عملے اور سوار یوں کے ساتھ ایسی سے اچھا سلوک کیا گیا انہیں دوستانہ ماحول دیا گیا ان کے لئے طبی سہولتوں کا انتظام کیا گیا ان کے لئے وقت کی ضرورت کے مطابق کھانے پینے کا انتظام کیا گیا ان کی سہولت کے لئے ضرورت کے مطابق ٹکٹ کی صفائی کر دائی جاتی رہی انہیں جہاز سے نیچے اتر کر ٹیبلٹ اور منگرسٹ پینے کی اجازت دی گئی اس سب کچھ کے علاوہ بیمار مسافر بغیر کسی شرط کے لاہور اترنے کے فوراً بعد رہا کر دیئے گئے اس کے کچھ دیر بعد عورتیں اور بچے رہا کر دیئے گئے اور پھر سارے غیر ملکی مسافروں اور جہاز میں موجود کچھ سکھ مسافر بھی رہا کر دیئے گئے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے پاس اپنے روایتی مذہبی اہتیار کرپان کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ جس کے سلسلے میں ہم پر فرض عائد ہے کہ اس کا استعمال صرف دھرم کی حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے اور یہی کچھ ہم نے کیا۔

کیا مجرم ایسے اخلاق کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں؟

ہمارے رویے کے برعکس 29 ستمبر 1981ء کے بعد ہندوستانی پولیس کے کئی سکھ نوجوانوں کو گرفتار کر کے ان پر ظلم و تشدد کیا۔ ان کے گھر گھاٹ بلڈوزروں کے ساتھ مسمار کر دیئے گئے۔ جھوٹے پولیس مقابلے بنا کے بہادر سکھوں کو قتل کیا گیا کون سا ظلم ہے جو جمہوریہ کے نام تلے اس ہندو راج نے سکھوں پر نہیں کیا۔ سکھوں کے قومی حلقوں کے لئے آواز بلند کرنے والی تنظیموں دل خالصہ اور نیشنل کونسل آف خالصہ پر پابندی لگا دی گئی۔

دھرتی کا یہ خطہ جسے ہندوستان کہا جاتا ہے یہ میرا دل نہیں ہے۔ میری روح نے اسے کبھی بھی اپنے دلش کے روپ میں قبول نہیں کیا۔ میں جنم سے ہی اپنے آپ کو بے گھر محسوس کرتا ہوں اور جب سے ہوش سمجھایا ہے اپنے قومی سرخیٹل ہوم لینڈ کے لئے سنگھرش کو ہی زندگی سمجھا ہے۔ جب کوئی اس ملک کے لئے بھارت ماتا کا لفظ استعمال کرتا ہے تو میری سوچ کے سامنے ایک ایسی عورت کی تصویر ابھرتی ہے جس کے لیے لبرل دانت سکھوں کے تازہ لبو سے بھرے ہیں اور جس نے اپنے گلے میں سکھوں کی کھوپڑیوں کی مالا پہن رکھی ہے آج تو کسی بھی بچے سکھ کے نام کے ساتھ ہندوستان کا نام جوڑنا قلم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کسی کو اپنے بے گھر ہونے کا احساس کچھ دیر پہلے ہو گیا تھا اور کسی کو بعد میں ہوا۔

میں اپنے بیان کئے گئے خیالات کے ذریعے اس دلش اور یہاں کی حکومت پر سکھوں کے احسانات کی بات نہیں کرنا چاہتا لیکن اس صداقت سے بھی کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے کہ اناج سے لے کے ملک کی حفاظت تک کے معاملات میں اس زمین کا پیپ پیپ سکھ قوم کے احسانات تھے دبا ہوا ہے ان احسانات کے بدلے میں بھارت نے سکھ قوم کو کیا دیا؟

ان کی قومی حیثیت کو ختم کر کے ہندوؤں کا طفلی ایک فرقہ بنانے کی کوشش کی تھی۔

ان کو جزائرم پیشہ قوم قرار دیا۔

سکھوں کی مذہبی روایات کو سازش کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔

ایک سازش لے کر ایسے سرداروں کی اس قوم کو گھسیارے بنانے کی کوشش کی گئی۔ گوردواروں کو جلایا اور دیگر متبر صاحب کی بے حرمتی کی گئی۔

سکھوں کے رہن سہن کا مذاق اڑایا گیا۔

کچھ سنگتھیا کڑا کر ان۔

بھیج دیاں گئے پاکستان۔

بیسے نعرے لگائے گئے اور پنجاب سے کی شہروں کی سڑکوں پر اور بہت کچھ لکھا اور کہا گیا۔

سری دربار صاحب پر حملہ کر کے سری اکال تخت کو تباہ کر دیا گیا اور ہزاروں سکھوں کا قتل عام کیا گیا۔

دلی کے بازاروں اور گھیسوں کو سکھوں کے خون سے رنگا گیا اور ماؤں بیویوں کی عزتیں برباد کی گئیں۔

29 ستمبر 1981ء کی ہماری کارروائی دلی کے ہندو سامراج کے خلاف سکھ قوم کی آزادی کی جنگ کا ایک حصہ ہے ہماری کارروائی کے کچھ دن بعد 25 ستمبر 1981ء کو سب جیل سنگھ جی خالصہ بھنڈرانوالے کو بیگناہ قرار دے کر رہا کر دیا گیا۔ سنت جی کی رہائی ہماری کارروائی کا بڑا مقصود تھا اور ان کا کچھ دن کے اندر ہی رہا کر دیا جانا ہماری کارروائی کے حق بجانب ہونے کی پہلی نشوونما دہی ہے۔

ہماری کارروائی کے بعد اس سلسلے میں جوری ایکشن سامنے آیا ان کی دو الگ الگ قسمیں ہیں۔ ایک ری ایکشن سکھ قوم کا تھا جس نے کھلے روپ میں اسے خوش آمدید کہا اس کی بھرپور تعریف کی اور اس کارروائی کو کرتے والوں کو قومی ہیرو قرار دیا گیا۔

ہماری قوم کے عظیم رہنما سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے نے اس کارروائی کی بھرپور حمایت کی

اور تقریباً اپنے ہر خطاب میں اس کا ذکر بڑے فخریہ الفاظ میں کیا۔ امریکہ میں رہنے والے سکھ قوم کے ایک مانے ہوئے لیڈر سردار گنگا سنگھ ڈھلوں نے سردار ستوندر سنگھ کی دلی سے چھپی کتاب میں ہماری کارروائی کو زبردست الفاظ میں فرائج تحسین پیش کیا ہے اور اسے سکھوں کی قومی غیرت کی مثال قرار دیا ہے۔

اس کتاب میں چند گڑھ سے میری والدہ کا ایک انٹرویو بھی چھپا ہے جس میں اس نے کہا۔

”مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے اس نے جو کیا ہے مذہب کی حفاظت کے لئے کیا ہے۔“

ہماری کارروائی کی حمایت میں اور بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہے اور یہ مثالیں اس بات کا پکا ثبوت ہیں کہ ہماری کارروائی کو سکھ قوم کی پوری پوری حمایت حاصل تھی اور ہے اور یہ سکھ قوم کے جذبات کی بھرپور ترجمانی ہے۔

دوسری طرف ہندو پولیس ہندو جماعتیں اور ہندوستان کی حکومت کا رویہ ہماری کارروائی اس کے برعکس ہے اور ہمیں دہشت گرد بنایا جا رہا ہے۔

☆☆☆

ہندوستان میں سکھوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں بے انصافیوں اور ظلم کی صحیح تصویر اس عدالت کے سامنے پیش کرنے کے لئے جو وقت اور سہولتیں درکار ہیں وہ ہمیں حاصل نہیں یہاں تو میں نے صرف اس کی مبہم سی تصویر ہی کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ میرے ایک شاعر دوست پروفیسر کلونت سنگھ گریوال نے کافی دیر پہلے بھارتی سکھوں کے احساسات کی ترجمانی ایک نظم کی کچھ سطروں میں کی تھی۔

کیبڑا دیس۔ تے کیبڑی بولی تے رہنا کون ٹھکانا۔

کافی بس لوکاں دانگوں جی کے وقت لنگھانا

ہندوستان تیرا گھر دسدا ہے۔

پر مینوں سمجھ نہ کائی۔

دیوے لوں انہا کرویدی دیوے دی روشنائی۔

ساری رات اسان مرمر جس گھروں غیر منائی۔

بوہک مارا دے گھروا لے بن بیٹھے ہرجائی۔

اس انوکھی جمہوریت میں انصاف کا روپ ہندوؤں اور ان کے ایجنٹوں کے لئے اور ہے اور سکھوں کے لئے اور سکھوں کے معاملات میں عدالتیں، یہی کچھ کرتی ہیں جو حکومت چاہتی ہے اور

حکومت وہی کچھ چاہتی ہے جس سے سکھوں کی جڑوں پر چلنے والی آری کو اور تقویت ملے۔

13 اپریل 1979ء کو سری امرتسر صاحب کا سانحہ ہوا۔ 13 سکھ سرکار کے ایجنٹوں نے انکارپوں کی طرف سے قتل کئے گئے۔ مقدمے امرتسر سے ہریانہ کے شہر کرنال بدلتے دیئے گئے۔ مقدمہ چلا فیصلہ ہوا قتل ہونے والوں کو دوشی قرار دیا گیا اور قاتل باعزت بری کر دیئے گئے۔ یہ ایک مثال ہے ایسی اور کئی مثالیں موجود ہیں۔

سکھ انصاف کس سے مانگیں؟ ہندو سے جو خود سکھوں کا قاتل ہے ان حالات میں کوئی بتا سکتا ہے کہ سکھوں کے پاس انصاف حاصل کرنے کا طریقہ جٹک کے بغیر اور کیا ہے؟ میں آج موجودہ دور کی تاریخ کے اندھیروں میں کھوئی ہوئی قوم کا ایک حصہ ہوں جو اپنی پہچان ڈھونڈنے لگی ہے۔

غلامی کی اس سیاہ اور تاریک رات میں میری جد جہد ہی میری پہچان ہے۔ میری جد جہد ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ عزت کے ساتھ جینا ہی میری خواہش ہے اور میرے اس سنگھرش کو میرے جنموں کے لیرے انتہا پسندی کا نام دیتے ہیں۔

راہور کی سب جیل کے جس جیل میں مجھے ایک لمبے عرصے سے بند رکھا گیا اس کے سامنے اکثر چڑیوں کا گھونٹلا بٹا ہوا تھا۔ وہ چڑیاں مجھے اپنی ہمدردی تھیں اپنی ایک نظم میں میں نے ان چڑیوں کے ساتھ کچھ باتیں کیں ان کی پس منظر میں حاضر ہیں۔

آزادی لئی اُڑ دے ہاں

اس کی تالے بناں چڑیو

بے گھر ہاں بے اوکھ کھس

ایس لئی دہشت گرداں جڑیو

سکھ اپنے الگ مذہب، الگ زبان، الگ تاریخ، الگ روایات، الگ مزاج اور رہن سہن کے اپنے انداز کی وجہ سے کبھی بھی ہندو سماج کا حصہ نہیں بن سکتے۔

1947ء کی تقسیم تک ہندوؤں اور مسلمانوں کی طرح ہی سکھوں کی علیحدہ حیثیت کو تسلیم کیا جاتا رہا اور برصغیر کے مستقبل کے لئے تین قوموں کی نمائندگی کے اصول کو تسلیم کیا جاتا رہا آج سے تقریباً دو سال پہلے برطانیہ کے ہاؤس آف لارڈز کی طرف سے ایک سکھ نوجوان کو برطانیہ کے ایک سکول میں چوڑی باغیچے کی اجازت کے سلسلے میں مقدمے کے فیصلے میں قانونی طور پر سکھوں کو ایک علیحدہ قوم قرار دیا۔

سکھ ایک علیحدہ قوم ہے اور ایک علیحدہ قوم کی حیثیت میں زندگی گزارنے کی خواہش رکھتے ہیں اور یہ ان کا حق ہے اگر دنیا کے دو کروڑ لوگوں کی یہ قوم اپنی قسمت کا آپ فیصلہ کرنے کا حق مانگتی ہے تو کیا یہ جرم ہے؟

اگر دنیا کے دو کروڑ لوگوں کی یہ قوم اپنی کھوئی ہوئی آزادی کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے آواز بلند کرتی ہے تو کیا یہ انتہا پسندی ہے؟

اگر دنیا کے دو کروڑ لوگوں کی یہ قوم اپنے قومی حقوق کے لئے سنگھرش کرتی ہے تو یہ گناہ ہے؟ اگر سکھ قوم پر ہور ہے مظالم کی کہانی دنیا کو سنانے کے لئے یا اپنی قوم کی آزادی کے لئے تڑپ کا اظہار دیتا ہے سامنے کرنے کے لئے اٹھائے گئے قدم کے لئے ہم گنہگار ہیں مجرم ہیں۔ انتہا پسند ہیں تو فلسطین کا ہر بچہ نیمبیا کا ہر بہادر افغانستان کا ہر مجاہد کشمیر کا ہر حریت پسند بھی گنہگار ہے مجرم ہے انتہا پسند ہے۔

اگر دنیا کے 46 لاکھ فلسطینی، دس لاکھ کشمیری، ایک کروڑ ساٹھ لاکھ افغان اور 90 لاکھ کشمیریوں کے اپنی قسمت کے آپ فیصلہ کرنے کے حق کو تسلیم کیا جاسکتا ہے تو دنیا کے دو کروڑ سکھوں کے لئے یہ حق کیوں تسلیم نہیں کیا جاسکتا؟

کیا ایک بڑی حکومت کو طاقت کے بل بوتے پر ایک چھوٹی کمزور قوم کے حقوق کو ہڑپ کر جانے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟ کیا کوئی قانون یا اخلاقی اصول دلی کے ہندو سامراج کو سیکولر ازم اور لوگ راج کے خوبصورت پردے تلے سکھوں کے حقوق کو کھینچنے کی اجازت دیتا ہے؟ کیپ ٹاؤن میں انہریا انیس دہائیوں کے افریقی مارے جائیں، صائبرہ شیلیہ میں 600 فلسطینی قتل کر دیئے جائیں یا سری لنکا میں تامل مارے جائیں تو دنیا بھر میں آہ دیا کج جاتی ہے۔

انسانی حقوق کی حفاظت کی دعوے دار تنظیمیں یو این اور آزادی اور انسانی حقوق کے ترجمان ملک اس کے خلاف قراردادیں پاس کرتے ہیں اگر سکھوں کے مقدس ترین مقام دربار صاحب پر ہندوستانی فوج حملہ کر کے اکال تخت صاحب شہید کر دے ہزاروں سکھ مزدوروں میں بوڑھوں بچوں کو قتل کر دیا جائے یا دلی کی سڑکوں پر ہزاروں سکھ ہندوستان کی سرکاری رپورٹ کے مطابق 3000 "ٹرائسٹریا ایکٹ" کے نام پر دہاڑے قتل کر دیئے جائیں تو انسانی حقوق کے علمبرداروں یو این اور آزادی..... کی زبانوں پر تالے کیوں لگ جاتے ہیں۔ کیا سکھوں کا لہو نہیں پانی ہے؟ سکھوں پر ہور ہے ظلم کو ہندوستان کا اندرونی معاملہ کہہ کر اس سے آنکھیں بند کر لینے کی اجازت دینا کا کون سا مذہب، کون سا فلسفہ یا کون سا قانون دیتا ہے؟

ہندوستان کی حکومت کی طرف سے پاکستان کے خلاف کارروائی کے خلاف استعمال کی گئی ہے اور باہر کی دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ سکھوں کی زیادہ تعداد ہندوستان کی غلامی میں خوش ہے اور اسے خوشی کے ساتھ قبول کرتی ہے۔

سری دربار صاحب پر ہندوستانی فوج کے جسے کے دوران اس سے پہلے اور بعد میں ہزاروں آزادی پسند بھارتیوں کو قتل کرنے کے بعد بھی اگر ”مٹھی بھر لوگ“ جیسے الفاظ کا کوئی مطلب رہ جاتا ہے تو میں ہندو سرکار کو کہنا چاہوں گا کہ وہ پنجاب ہندوستان یا دنیا بھر کے سکھوں کا ریفرنڈم خالصستان کے ایٹھ پر کسی عالمی عدالت سے کروالے تاکہ سکھ جذبات کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے آ سکے۔

میں یہ بات کسی جھجک کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ خالصستان کے حامی ”مٹھی بھر لوگ“ سکھ قوم کا 90 فی صد حصہ ضرور ہیں۔

سین ایئر او کی جزا: سبلی کی ریگل کمیٹی نے پاکستان کے نمائندے مسٹر منظور حسین شاہ سے انٹر رائٹری گزٹ پر پتہ پانے کے سلسلے میں جن باتوں کا ذکر کیا تھا ان کے مطابق بھی ہماری کارروائی کو ”مین الا تو امی دھت گردی“ نہیں کہا جاسکتا۔

آج ہم اسی حق کے مسئلے کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ جو مسلم لیگ نے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں کے لئے 38 سال پہلے پاکستان کے روپ میں حاصل کر لیا تھا۔ ہم مجرم ہیں تو صرف تقدیر کے مجرم ہیں کہ ہماری ذمہ داری 1947ء سے پہلے کوئی علامہ اقبال نہیں ملا کوئی قائد اعظم نہیں مل سکا۔

آج اس عدالت میں ہمارے اوپر مقدمہ قائم ہو چکا ہے تو عدالت کے اس کٹھنرے میں میرے ساتھی ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے ہزاروں آزادی پسند کر رہے ہیں۔ اس کٹھنرے میں تحریک پاکستان کے سپاہی بھی کھڑے ہیں یہاں فلسطینی، انیبیا، کشمیر اور خالصستان کے مجاہدین بھی کھڑے ہیں فیصلہ پانچ خالصستانی سکھوں کے مقدمے کا نہیں فیصلہ غلامی کی زندگی کی جدوجہد کے متعلق قائد اعظم کے ملک پاکستان کے قانون کے مطابق ہونا چاہیے۔

☆☆☆

پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق نے ایک انٹرویو میں جو روزنامہ نوائے وقت لاہور کے 16 دسمبر 1983ء کے انگریزی ٹیکشن میں چھپا ہے۔ (دلی سے چھپنے والے ایک ماہوار میگزین ڈبلیو ریکارڈر سے لیا گیا۔) ضیاء صاحب کا یہاں انٹرویو ڈبلیو ریکارڈر کے مسٹر راج پال سنگھ چوپڑا نے اسلام آباد میں لیا۔ مسٹر راج پال سنگھ کے اس سوال کے جواب میں ”کہ ان سکھوں پر جنہوں نے

کچھ کہا وہ ہماری کارروائی کے سیاسی ہونے کی حقیقت کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ضیاء صاحب کہتے ہیں:

”It was a political Problem in this sense it was not a Real Ill-Jack, but a Political act.”

یہ بات ہماری کارروائی کے مجرمانہ ہونے اور ایک سیاسی کارروائی ہونے کے حق کی ایک بڑی دلیل ہے۔ ہمارا بھی نقطہ نظر یہی ہے کہ یہ ایک سیاسی کارروائی تھی جو سکھ قوم کے جذبات کی ترجمانی کے لئے کی گئی اس سیاسی کارروائی کو مجرمانہ کارروائی کے دائرے میں نہیں رکھا جانا چاہئے اور نہ ہی اس کارروائی کو کرنے والوں کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جانا چاہیے۔

1947ء سے پہلے جن وجوہات نے پاکستان کے مطالبے کو جنم دیا آج انہی وجوہات نے خالصستان کے مطالبے کو جنم دیا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ اس کا احساس ہماری قوم کو سب کچھ گنوا کے ہوا لیکن قوموں کی زندگی میں تین چار یا پانچ وہانیاں کا لفظ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔

دنیا کے نقشے میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور آتی رہیں گی۔ کئی تو میں دنیا کے نقشے پر سے لے کر عرصے تک عائب رہنے کے بعد دوبارہ ابھری ہیں اور کئی تو میں عالمی ”گھٹنا چار“ کے جبر کا شکار ہو کے اپنی آزادی گنوا چکی ہیں۔ کچھ کھوئی تو میں ”گھٹنا چار“ کے جبر کے ساتھ سمجھوتہ کر کے چپ ہو کے بیٹھ چکی ہیں اور کچھ اپنے بیٹے سنہرے ماضی کو داپس لانے کے لئے جبر کے خلاف جنگ کر رہی ہیں۔ سکھ ایسی ہی ایک سنگھرش کرنے والی قوم کا نام ہے۔

بیان کی گئی حقیقتوں کو مسلم لیگ کی لیڈر شپ نے 1947ء سے پہلے جان لیا تھا۔ سمجھ لیا تھا ہم آج ان حقیقتوں کے کانٹوں پر چلنے کے لہو نہان ہو رہے ہیں۔

دلی والے ہوئے بیٹھے

یار و ساؤ لہو لے پیا ہے

اپنی جان لے کے آن بیٹھے ہاں

اللہ والے لوکاں پا ہے

☆☆☆

پاکستان کی خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی میں ریکارڈ کیا گیا سردار مجید سنگھ کا یہ بیان وقت کی دھول میں گم ہو چکا ہے۔ اس قاتل پر بڑی گرد جم گئی ہے۔ جدید دور کا المیہ یہ ہے کہ یہاں سچائیاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں کیونکہ ان کو اپنے اور جانچنے

والے بیانے بدلتے رہتے ہیں۔ آج کا انسان معطلوں کا شکار اور حکومتیں منافقوں کی شاہکار ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے بزمِ خویش کا رو بار حیات چلانے کا ٹھیکہ سنبھال رکھا ہے اپنے مفادات کے حوالے سے بچ اور بھوٹ کا تعین کرتے ہیں۔

انسانی حقوق کے نام پر انسانیت پر ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ ایک جیسے دو انسانوں کا قتل ایک جیسے انصاف کا متقاضی نہیں جانتے۔

لیکن..... اس حقیقت سے وہ بھی آگاہ ہیں کہ مکافات عمل رکھتا نہیں کسی کو یقین نہ ہو تو ماضی کی سودیت سوشلسٹ ری پبلک آف ریشیا کی تاریخ پڑھ لے۔

ہے کوئی تاریخ سے سبق سیکھنے والا؟

طارق اسماعیل لاہور

☆☆☆

نوائے گھلو گھارا
افضل احسن رندھاوا
آپرستین بلوستان

سُن رہیا! کزیاں والیا! میں بے کرمی دی بات

میرا چرچا سوچ ڈبیا، میرے دنا نون کو گئی رات

میری ساوی گنگو جہا نہیں جہڑی گورڈ سائے زیر

آج تپدی بھٹھی بن گئی تے اوہ دی گنگو ابیر

آج تپدی بھٹھی بن گئی میری ساوی گنگو اخیر

دعا پھٹیاں وانگوں کھڑے میرے شیر جوان تے بیر

آج تپدی بھٹھی بن گئی میری مہکاں دند دی گنگو

آج میرے تھن چوں چنگھدے میرے بچے ہوئے لکھ

آج تپدی بھٹھی بن گئی میری ست سمندر اکھ

آج بھٹتی جہانے نہ جگ توں میرے شہیدیاں والی دکھ

آج تپدی بھٹھی بن گئی میری چوڑے والی باہر

آج دغا شہیدی بھندیاں ہے میرا جھنڈا ساہر

آج تپدی بھٹھی بن گیا میرا سینگے والا پیر

آج ویریاں کدو دکھالیا ہے رنج صدیاں دا دیر

آج تپدی بھٹھی بن گئی میری ددھال دند دی چھات

میں اپنی رت دت دُوب گئی پد باہر نہ ماری عیادت

آج تپدی بھٹھی بن گیا میرا مکھن جیا سریر

میں نمک سزی دغا سڑ سڑے میرا رانچھا، میری پیر

آج تپدی بھٹھی بن گیا میرا دھکاں مار دا رنگ

میں مڑ جانی دغا سڑ گیا آج میرا اک رک گنگ

آج تپدی بھٹھی بن گئی میرے دیہڑے دی ہراہٹ

جیتھے دنیا مٹھ ٹیک دی اوہ بولیاں پھڑی پھٹ

میرے بُرج منارے دُجا دتے، دُھا دا تخت اکال

میرا سونے رنگا رنگ اڑ میرے لہو نال لالو دلال

میرا کھٹھیاں ٹینکاں پینڈھیاں میری کوسیاں مہاں گت

میرے کھٹھیاں گولیاں، بھٹھن سٹے میرے پُت

میرا جوڑا رات مہاگ دا، سوتا ایڈاں پیر دیر

جہاں کرچی کرچی ہو گئی میری شیشے دی تصویر

میرا شیر بہادر، سورا، جرنیلاں دا جرنیل

ادس موت دیا ہی جس کے ادھکے دل تے رتا نہ میل

پہ کوئی نہ ادھنوں بومڑیا، ادھنوں ویرانیا ماریا گھیر

اُنج دُکے رہ گئے گھڑن دُکے میرے کھانا پتر شہر

ن رابیا! کراں والیا! ایس بے کرمی دی بات

میرا چرھا سورج دُپیا، میرے دن نوں کھا گئی رات

میرے نوں لوں چوں پئی وگدی بھانویں ہنو دی اک اک نہر

میں اے جو ندی جاگدی، میں بھل گئی سب ا قہر

میں مرنےیں سکدی کدے دی، بھانویں دُکھن اٹھو پہر

بھانویں دین تیسے رُج کے، بھانویں رُج پنیادن نہر

میرے پتر ساگر زردا، ہر ہر بانہ اک اک لہر

میرے پتر پنڈ و پنڈ نے میرے پتر شہر و شہر

میری طرکت ب دا دیکھے، قول ہر ہر درتہ پڑھ

جدوں ساری بنی لے مالتے، میرے پتر آئے چڑھ

پڑھ اگتی واری مان توں، ادھناں واری اپنی جان

پڑھ اکس دن اپنی مان دا ادھناں نیش سی رکھیا مان

سُن رابیا! رہے جانیا توں کچھ رکھیں ایہ بات

میرا دُپیا سورج چڑھے گا ادھک مُکے گی رات

